کا مرکز تھا اس لیے وہاں اب پہرہ لگا دیا گیا تھا۔ العاضد اب اپنے محل میں قیدی تھا۔ وہ لڑا تھا اور دل کے مرض کا مریض تھا۔ خلافت چھن جانے کا غم، بڑھاپا، شراب اور عیش و عشرت نے اسے بستر پر ڈال دیا تھا۔

چند دنوں میں وہ لاش کی مانند ہو گیا تھا۔ اس کی تیمارداری کے لیے دو ادھیڑ عمر عورتیں اور ایک خادم اس کے کمرے میں موجود تھا۔ العاضد آنکھ کھولتا، انہیں دیکھتا اور آنکھیں بند کر لیتا تھا۔ مل کا طبیب اسے دوائی پلا گیا تھا۔ دو جوان لڑکیاں کمرے میں آئیں۔ یہ العاضد کے حرم کی رونق تھیں۔ ان میں سے ایک نے خلیفہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اس پر جھک کر صحت کا حال پوچھا۔ دوسری نے العاضد کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اسے صحت یابی کی دعا دی۔ دونوں لڑکیوں نے ایک دوسری کی آنکھوں میں دیکھا اور ایک نے کہا ــــ "آپ آرام فرمائیں۔ ہم آپ کو بے آرام نہیں کریں گی"۔ دوسری نے کہا ــــ "ہم ہر وقت ساتھ والے کمرے میں موجود رہتی ہیں۔ بلا لیا کریں"۔ اور دونوں کمرے سے نکل گئیں۔

العاضد نے کراہ کر لمبی آہ بھری اور اپنے پاس کھڑی ادھیڑ عمر عورتوں سے کہا ــــ "یہ دونوں لڑکیاں میری تیمارداری کے لیے نہیں آئی تھیں۔ یہ دیکھنے آئی تھیں کہ میں کب مر رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں انہوں نے اپنی دوستیاں لگا رکھی ہیں۔ یہ گدھ ہیں۔ میرے مرنے کا انتظار کر رہی ہیں۔ ان کی نظر میرے مال اور دولت پر ہے۔ تم تینوں کے سوا یہاں میرا ہمدرد کون ہے؟ .... کوئی نہیں۔ کوئی بھی نہیں۔ ظالمی خلافت کے نعرے لگانے والے کہاں گئے!" اس نے دل پر ہاتھ رکھ لیا اور کروٹ بدل لی۔ وہ تکلیف میں تھا۔

اتنے میں قاصد کمرے میں آیا اور کہا ــــ "امیرِ مصر نے آنے سے انکار کر دیا ہے"۔

"اوہ بدنصیب صلاح الدین!" ــــ العاضد نے کراہنے کے لہجے میں کہا ــــ "میرے مرنے سے پہلے ایک بار تو آ جاتا"۔ صدمے نے اس کی تکلیف میں اضافہ کر دیا۔ اس نے نحیف آواز میں رک رک کر کہا ــــ "اب تو میری لونڈیاں بھی میرے بلانے پر نہیں آئیں۔ امیرِ مصر کیوں آئے گا .... مجھے گناہوں کی سزا مل رہی ہے۔ میرے خون کے رشتے بھی ٹوٹ گئے ہیں۔ ان میں سے بھی کوئی نہیں آیا۔ وہ میرے جنازے پر آئیں گے اور محل میں جو ہاتھ لگا، اٹھا کر چلے جائیں گے"۔

وہ کچھ دیر کراہتا رہا۔ دونوں تیماردار عورتیں پریشانی کے عالم میں اس کی باتیں سنتی رہیں۔ اُن کے پاس تسلی اور حوصلہ افزائی کے لیے بھی جیسے کوئی الفاظ نہیں رہے تھے۔ ان کے چہروں پر خوف سا طاری تھا جیسے وہ خدا کے اس قہر سے خود بھی نہیں بچ پائیں گی جو بادشاہ کو گدا اور امیر کو فقیر بنا دیتا ہے۔

دونوں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ ایک سفید ریش بزرگ کھڑا تھا۔ وہ ذرا رک کر آگے آیا اور العاضد کی نبض پر ہاتھ رکھ کر کہا ــــ "السلام علیکم۔ میں امیرِ مصر کا طبیب خاص ہوں۔ انہوں نے مجھے آپ کے علاج کے لیے بھیجا ہے"۔

"کیا امیرِ مصر میں اتنی سی بھی مروت نہیں رہی کہ آ کے مجھے دیکھ جاتا"۔ ــــ العاضد نے کہا ــــ "میرے بلانے پر بھی نہ آیا"۔

"اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا"۔ طبیب نے کہا ــــ "انہوں نے مجھے آپ کے علاج کے لیے بھیجا ہے۔ میں یہ کہنے کی جرأت ضرور کروں گا کہ اتنے بڑے واقعہ کے بعد جس میں باقاعدہ جنگ ہوئی اور ہزاروں جانیں ضائع ہو گئیں، امیرِ مصر شاید یہاں نہیں آئیں گے۔ انہیں آپ کی صحت کا فکر ضرور ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو وہ مجھے آپ کے علاج کا حکم نہ دیتے۔ اس حالت میں آپ ایسی کوئی بات ذہن میں نہ لائیں جو آپ کے دل کو تکلیف دیتی ہے ورنہ علاج نہیں ہو سکے گا"۔

"میرا علاج ہو چکا"۔ ــــ العاضد نے کہا ــــ "میرا ایک پیغام نور سے سن لو۔ صلاح الدین کو لفظ بہ لفظ پہنچا دینا۔ میری نبض سے ہاتھ ہٹا لو۔ میں اب دنیا کی حکمت اور تمہاری دوائیں سے بے نیاز ہو چکا ہوں۔ سنو طبیب! صلاح الدین سے کہنا کہ میں تمہارا دشمن نہ تھا۔ میں تمہارے دشمنوں کے جال میں آ گیا تھا۔ یہ بدقسمتی میری ہے یا صلاح الدین کی کہ میں اپنے گناہوں کا اعتراف اس وقت کر رہا ہوں، جب میں ایک گھڑی کا مہمان ہوں .... صلاح الدین سے کہنا کہ میرے دل میں ہمیشہ تمہاری محبت رہی ہے اور تمہاری محبت کو بھی دل میں لیے دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں۔ میرا جرم یہ ہے کہ میں نے زرد جواہرات اور حکمرانی کی محبت بھی اپنے دل میں پیدا کر لی جو اسلام کے احترام پر غالب آ گئی۔ آج سب نشے اتر گئے ہیں۔ وہ لوگ جو میرے پاؤں میں بیٹھا کرتے تھے، وہ بیگانے ہو گئے ہیں۔ وہ لونڈیاں بھی میرے مرنے کی منتظر ہیں جو میرے اشاروں پر ناچا کرتی تھیں۔ میرے دربار میں عریاں رقص کرنے والی لڑکیاں مجھے نفرت کی نگاہوں سے دیکھتی ہیں .... انسان کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ انسانوں کی باتوں میں آ کر خدا کو بھول

جاتا ہے اور یہ بھول ہی جاتا ہے کہ اسے خدا کے پاس جانا ہے جہاں کوئی انسان کسی انسان کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ ان کمبختوں نے مجھے خدا بنا ڈالا مگر آج جب حقیقی خدا کا بلاوا آیا ہے تو مجھ پر حقیقت روشن ہوئی ہے...

"میں نے اس کو نجات کا ذریعہ سمجھا ہے کہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرلوں اور صلاح الدین کو ایسے خطروں سے خبردار کرتا جاؤں جن سے وہ شاید واقف نہیں۔ اسے کہنا کہ میرے محافظ دستے کا سالار رجب زندہ ہے اور سوڈان میں کہیں روپوش ہے۔ وہ مجھے بنا کر گیا تھا کہ فاطمی خلافت کی بحالی کے لیے وہ سوڈانیوں اور قابل اعتماد مصریوں کی فوج تیار کرے گا اور وہ صلیبیوں سے جنگی اور مالی امداد لے گا.... صلاح الدین سے کہنا کہ اپنے محافظ دستے پر نظر رکھے۔ کیا پتہ نہ تھے۔ بات کو زیادہ نہ پھیلا رہے کیونکہ رجب نے فدائیوں کے ساتھ ایوبی کے قتل کا منصوبہ بنا لیا ہے۔ اسے کہنا کہ مصر تمہارے لیے آگ اگلنے والا پہاڑ ہے۔ تم جنہیں دوست سمجھتے ہو۔ وہ بھی تمہارے دشمن ہیں اور وہ جو تمہاری آواز کے ساتھ آواز ملا کر وسیع سلطنت اسلامیہ کے نعرے لگاتے ہیں، ان میں بھی صلیبیوں کے پالے ہوئے سانپ موجود ہیں....

"تمہارے جنگی شعبے میں فیض الفالمی بڑا عالم ہے مگر تم نہیں جانتے کہ وہ تمہارے مخالفین میں سے ہے۔ وہ رجب کا دستِ راست ہے۔ تمہاری فوج میں ترک، شامی اور دوسرے عربی نسل کے جو کماندار اور سپاہی ہیں ان کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرنا۔ یہ سب تمہارے وفادار اور اسلام کے محافظ ہیں۔ مصری فوجیوں میں قابل اعتماد بھی ہیں اور بے وفا بھی۔ تم نہیں جانتے کہ تم نے جب سوڈانی لشکر پر نیم شب حملہ کیا تھا تو حملہ آور دستوں میں دو دستوں کے کماندار تمہاری چال کو ناکام کرنے کے لیے تمہاری ہدایات اور احکام پر غلط عمل کرنا چاہتے تھے لیکن تمہارے ترک اور عرب سپاہیوں میں جوش اور جذبہ ایسا تھا کہ اپنے کمانداروں کے حکم کا انتظار کیے بغیر وہ سوڈانیوں پر قہر بن کر ٹوٹے، ورنہ یہ دو کماندار جنگ کا پانسہ پلٹ کر تمہیں ناکام کر دیتے۔"

العاضد مری مری آواز میں رک رک کر بولتا رہا۔ لبیب نے اسے ایک دو مرتبہ بولنے سے روکا تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے چپ کرا دیا۔ اس کے چہرے پر پسینہ اس طرح آگیا تھا جیسے کسی نے پانی چھڑک دیا ہو۔ دونوں عورتوں نے اس کا پسینہ پونچھا لیکن پسینہ چشمے کی طرح پھوٹتا آرہا تھا۔ اس نے چند ایک اور انتظامیہ اور فوج کے حکام کے نام بتائے جو سلطان ایوبی کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے۔ ان

میں سب سے زیادہ خطرناک فدائی تھے جن کا پیشہ پُراسرار قتل تھا۔ وہ اس فن کے ماہر تھے۔ العاضد نے مصر میں صلیبیوں کے اثر و رسوخ کی بھی تفصیل سنائی اور کہا—

"انہیں مسلمان نہ سمجھنا۔ یہ ایمان فروخت کر چکے ہیں.... صلاح الدین سے کہنا کہ اللہ تمہیں کامیاب کرے اور سرخرو کرے، لیکن یہ یاد رکھنا کہ ایک تو وہ لوگ ہیں جو چوری چھپے تمہیں دھوکہ دے رہے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو خوشامد سے تمہیں خدا کے بعد کا درجہ دے دیں گے۔ یہ ان لوگوں سے زیادہ خطرناک ہیں جو چوری چھپے دھوکہ دیتے ہیں.... اسے کہنا کہ دشمنوں کو زیر کر کے جب تم اطمینان سے حکومت کی گدی پر بیٹھو گے تو میری طرح دونوں جہان کے بادشاہ نہ بن جانا۔ سلطانِ بادشاہی اللہ کی ہے۔ اسی مصر میں فرعونوں کے کھنڈر دیکھ لو۔ میرا انجام دیکھ لو۔ اپنے آپ کو اس انجام سے بچانا..."

اس کی زبان لڑکھڑانے لگی۔ اس کے چہرے پر جہاں کرب کا تاثر تھا وہاں سکون سا بھی نظر آنے لگا۔ اس نے بولنے کی کوشش کی مگر حلق سے خراٹے سے نکلے۔ اس کا سر ایک طرف لڑھک گیا اور وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ یہ واقعہ ستمبر ۱۱۷۱ء کا ہے۔

لبیب نے سلطان ایوبی کو اطلاع بھجوائی۔ محل میں العاضد کی موت کی خبر پھیل گئی۔ محل کے کسی گوشے سے رونا تو دور کی بات ہے ہلکی سی سسکی بھی نہ سنائی دی۔ صرف ان دو عورتوں کے آنسو بہہ رہے تھے۔ جو آخری وقت اس کے پاس تھیں۔ سلطان ایوبی چند ایک حکام کے ساتھ فوراً محل میں گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہاں برآمدوں اور غلام گردشوں میں کچھ سرگرمی سی تھی۔ اسے شک ہوا۔ اس نے محافظ دستے کے کماندار کو بلا کر حکم دیا کہ محل کے تمام کمروں میں گھوم جاؤ۔ تمام مردوں، عورتوں اور لڑکیوں کو کمروں سے نکال کر باہر صحن میں بٹھا دو اور کسی کو باہر نہ جانے دو۔ کسی کو کیسی ہی ضرورت کیوں نہ ہو اصطبل سے کوئی گھوڑا نہ کھولے۔ سلطان ایوبی نے محل پر قبضہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اس نے عجیب چیز یہ دیکھی کہ العاضد جو اپنے آپ کو بادشاہ بناتے بیٹھا تھا اور جس نے عورت اور شراب کو ہی زندگی جانا تھا، اس کی میت پر رونے والا کوئی نہ تھا۔ محل مردوں اور عورتوں سے بھرا پڑا تھا مگر کسی کے چہرے پر اداسی کا تاثر بھی نہیں تھا۔

لبیب سلطان ایوبی کو الگ لے گیا اور اسے العاضد کی آخری باتیں سنائیں۔ اس نے اپنی رائے ان الفاظ میں دی کہ آپ کو آخری وقت اس کے بلاوے پر

آنا چاہیے تھا۔ سلطان ایوبی نے اسے بتایا کہ وہ اس خدشے کے پیشِ نظر نہیں آیا کہ اس شخص کا کچھ بھروسہ نہ تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اسے ایمان فروشوں سے نفرت تھی مگر اب طبیب کی زبانی العاضد کا آخری پیغام سن کر سلطان ایوبی کو سخت پچھتاوا ہونے لگا۔ وہ بہت بے چین ہو گیا اور اس نے کہا "اگر میں آجاتا تو اس کے منہ سے کچھ اور راز کی باتیں نکلوا لیتا۔ وہ کوئی راز سینے میں نہ لے گیا ہو"۔

متعدد مؤرخین نے اپنی تحریروں میں کہا ہے کہ العاضد بے شک عیاش اور گمراہ تھا، اس نے سلطان ایوبی کے خلاف سازشوں کی پشت پناہی بھی کی لیکن اس کے دل میں سلطان ایوبی کی محبت بہت تھی۔ دو مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر سلطان ایوبی العاضد کے بلاوے پر چلا جاتا تو العاضد اسے اور بھی بہت سی باتیں بتاتا۔ بہرحال تاریخ ثابت کرتی ہے کہ العاضد کے بلاوے میں کوئی فریب نہیں تھا۔ اس نے اپنی روح کی نجات کے لیے اور سلطان ایوبی کی محبت کے لیے گناہوں کی بخشش مانگنے کا یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ بہت مدت تک سلطان ایوبی تاسف میں رہا کہ وہ آخری وقت العاضد کی باتیں نہ سن سکا۔ بعد میں ان تمام افراد کے خلاف الزامات صحیح ثابت ہوئے تھے جن کی العاضد نے نشاندہی کی تھی۔

سلطان ایوبی نے ان تمام افراد کے نام علی بن سفیان کو دے کر حکم دیا کہ ان سب کے ساتھ اپنے جاسوس اور سراغرساں لگا دو لیکن کسی کو مکمل شہادت اور ثبوت کے بغیر گرفتار نہ کرنا۔ ایسے طریقے اختیار کرو کہ وہ عین موقعہ پر پکڑے جائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کے ساتھ بے انصافی ہو جائے۔ یہ احکام دے کر اس نے تجہیز و تکفین کے انتظامات کرائے۔ اسی شام العاضد عام قبرستان میں دفن کر دیا گیا جہاں تھوڑے ہی عرصے بعد قبر کا نام و نشان مٹ گیا۔ سلطان ایوبی نے محل کی تلاشی لی۔ وہاں سے اس قدر سونا، جواہرات اور بیش قیمت تحائف نکلے کہ سلطان ایوبی حیران رہ گیا۔ اس نے حرم کی تمام عورتیں اور جوان لڑکیوں کو علی بن سفیان کے حوالے کر دیا اور حکم دیا کہ معلوم کرو کون کہاں کی رہنے والی ہے۔ ان میں سے جو اپنے گھروں کو جانا چاہتی ہیں انہیں اپنی نگرانی میں گھروں تک پہنچا دو اور ان میں جو غیر مسلم اور فرنگی ہیں ان کے متعلق پوری طرح تحقیق کر کے معلوم کرو کہ وہ کہاں سے آئی تھیں اور ان میں مشتبہ کون کون سی ہے۔ مشتبہ کو آزاد نہ کیا جائے بلکہ اس سے معلومات حاصل کی جائیں۔

سلطان ایوبی نے محل سے برآمد ہونے والا مال و دولت ان تعلیمی اداروں، مدرسوں اور ہسپتالوں میں تقسیم کر دیا جو اس نے مصر میں کھولے تھے۔

☆

العاضد نے مرنے سے پہلے اپنے محافظ دستے کے سالار رجب کے متعلق بتایا تھا کہ وہ سوڈان میں روپوش ہے جہاں وہ سلطان ایوبی کے خلاف فوج تیار کر رہا ہے اور وہ صلیبیوں سے بھی مدد لے گا۔ علی بن سفیان نے چھ ایسے جانباز منتخب کیے جو لڑاکا جاسوس تھے۔ ان کا کمانڈر رجب کو پہچانتا تھا۔ انہیں تاجروں کے بھیس میں سوڈان روانہ کر دیا گیا۔ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ممکن ہو سکے تو اسے زندہ پکڑ لائیں ورنہ وہیں قتل کر دیں۔

جس وقت یہ پارٹی سوڈان کو روانہ ہوئی اس وقت رجب سوڈان میں نہیں بلکہ فلسطین کے ایک مشہور اور مضبوط قلعے شوبک میں تھا۔ فلسطین پر صلیبیوں کا قبضہ تھا۔ انہوں نے اس خطے کو اڈہ بنا لیا تھا۔ مسلمانوں پر انہوں نے عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ مسلمان وہاں سے کنبہ در کنبہ بھاگ رہے تھے۔ وہاں کسی مسلمان کی عزت محفوظ نہیں تھی۔ صلیبی ڈاکوؤں کی صورت بھی اختیار کرتے جا رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کے قافلوں کو لوٹ کر فلسطین میں آجاتے تھے۔ لڑکیوں کو بھی اغوا کر لاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سلطان ایوبی سب سے پہلے فلسطین کو تہ تیغ کرنا چاہتا تھا تاکہ مسلمانوں کے جان و مال اور آبرو کو محفوظ کیا جا سکے۔ اس سے بھی بڑی وجہ یہ تھی کہ قبلہ اوّل پر بھی صلیبی قابض تھے، مگر مسلمان امراء کا یہ عالم تھا کہ وہ صلیبیوں کے ساتھ دوستی کرتے پھرتے تھے۔ رجب بھی ایک مسلمان فوجی سربراہ تھا۔ وہ سلطان کے خلاف مدد حاصل کرنے کے لیے صلیبیوں کے پاس پہنچ گیا تھا۔

اس کے اعزاز میں قلعے میں رقص کی محفل گرم کی گئی تھی۔ رجب نے یہ دیکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی کہ برہنہ ناچنے والیوں میں زیادہ تعداد مسلمان لڑکیوں کی تھی جنہیں صلیبیوں نے کسی نہ کسی طرح اغوا کر لیا اور رقص کی تربیت دی تھی۔ اپنی قوم کی بیٹیوں کو وہ کافروں کے قبضے میں ناچتا دیکھتا رہا اور ان کے ہاتھوں شراب پیتا رہا تھا۔ اس کے ساتھ دو مسلمان کمانڈر بھی تھے۔ رات بھر وہ شراب اور رقص میں بدمست رہے اور صبح صلیبیوں کے ساتھ بات چیت کے لیے بیٹھے۔ اس اجلاس میں صلیبیوں کے مشہور بادشاہ گائی لوزینان اور کرنامۂ موجود تھے۔ ان کے علاوہ چند صلیبی

فوج کے کمانڈر بھی تھے۔ رات کو رجب انہیں بتا چکا تھا کہ سلطان ایوبی نے سوڈانیوں کے حبشی قبیلے کے معبد کو مسمار کرکے ان کے پروہت کو ہلاک کروا دیا ہے۔ اس پر سوڈانیوں نے حملہ کیا جسے صلاح الدین نے پسپا کیا اور اس نے خلیفہ العاضد کی خلافت ختم کرکے خلافتِ عباسیہ کا اعلان کر دیا ہے مگر مصر میں کوئی خلیفہ نہیں رہے گا۔ رجب نے انہیں بتایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سلطان ایوبی مصر کا خود مختار حکمران بننا چاہتا ہے۔ رجب نے صلیبیوں کو اس اجلاس میں بتایا کہ وہ ان سے جنگی اور مالی مدد لینے آیا ہے اور وہ سوڈان جا کر فوج تیار کرے گا۔ مصر میں بدنظمی اور ابتری پھیلانے کے لیے بھی اس نے صلیبیوں سے مدد مانگی۔

"فوری طور پر دو پہلو سامنے آتے ہیں جن پر ہمیں توجہ مرکوز کرنی چاہیے"۔۔۔ کونارڈ نے کہا۔۔۔ "جس حبشی قبیلے کے مذہب میں صلاح الدین نے ظالمانہ دخل اندازی کی ہے اسے انتقام کے لیے بھڑکایا جائے۔ اس کے ساتھ سارے سوڈان میں جتنے بھی عقیدے اور مذہب ہیں ان کے پیروکاروں کو صلاح الدین کے خلاف یہ کہہ کر مسلح کیا جائے کہ یہ مسلمان بادشاہ لوگوں کی عبادت گاہیں اور ان کے دیوتاؤں کے بُت توڑتا پھر رہا ہے۔ پیشتر اس کے کہ وہ کسی اور عقیدے پر حملہ آور ہو اسے مصر میں ہی ختم کر دیا جائے۔ اس طرح لوگوں کے مذہبی جذبات مشتعل کرکے انہیں مصر پر حملے کے لیے آسانی سے تیار کیا جا سکتا ہے"۔

"ہم مصر کے مسلمانوں تک کو صلاح الدین کے خلاف کھڑا کر سکتے ہیں"۔۔۔ ایک صلیبی کمانڈر نے کہا۔۔۔ "اگر محترم رجب بُرا نہ مانیں تو میں انہی کے نمائندے کی بات کو دہراؤں۔ مسلمان میں مذہبی جنون پیدا کرکے مسلمان کو مسلمان کے ہاتھوں مروا دینا کوئی مشکل نہیں۔ جس طرح ہمارے مذہب میں بعض پادریوں نے اپنے آپ کو گرجوں کا حاکم بنا کر اپنا وجود انسان اور خدا کے درمیان کھڑا کر دیا ہے، بالکل اسی طرح اسلام میں بھی بعض اماموں نے مسجدوں پر قبضہ کرکے اپنے آپ کو خدا کا ایجنٹ بنا لیا ہے۔ ہمارے پاس دولت ہے جس کے زور پر ہم مسلمان مولوی تیار کرکے مصر کی مسجدوں میں بٹھا سکتے ہیں۔ ہمارے پاس ایسے عیسائی بھی موجود ہیں جو اسلام اور قرآن سے بڑی اچھی طرح واقف ہیں۔ انہیں ہم مسلمان اماموں کے روپ میں استعمال کریں گے۔ صلاح الدین کے خلاف کسی مسجد میں کوئی بات کہنے کی ضرورت نہیں۔ ان مولویوں کی

زبان سے ہم مسلمانوں میں ایسی توہم پرستی پیدا کریں گے کہ ان کے دلوں میں صلاح الدین کی وہ عظمت مٹ جائے گی جو اس نے پیدا کر رکھی ہے"۔

"یہ مہم فوراً شروع کر دینی چاہیے"۔۔۔ رجب نے کہا۔۔۔ "سلطان ایوبی نے مصر میں مدرسے کھول دیئے ہیں جہاں بچوں اور نوجوانوں کو مذہب کے صحیح رخ سے روشناس کیا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے وہاں کوئی ایسا مدرسہ نہیں تھا۔ لوگ مسجدوں میں خطبے سنتے تھے جن میں خلیفہ کی مدح سرائی زیادہ ہوتی تھی۔ صلاح الدین نے خطبوں سے خلیفہ کا ذکر ختم کرا دیا ہے۔ اگر لوگوں میں علم کی روشنی اور ذہنی بیداری پیدا ہو گئی تو ہمارا کام مشکل ہو جائے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ حکومت کے استحکام کے لیے لوگوں کو ذہنی طور پر پسماندہ اور جسمانی طور پر محتاج رکھنا لازمی ہے"۔

"محترم رجب!"۔۔۔ ایک صلیبی کمانڈر مسکرا کر بولا۔۔۔ "آپ کو اپنے ملک کے متعلق بھی علم نہیں کہ وہاں درپردہ کیا ہو رہا ہے۔ ہم نے یہ مہم اسی روز شروع کر دی تھی جس روز صلاح الدین نے ہمیں بحیرۂ روم میں شکست دی تھی۔ ہم کھلی تخریب کاری کے قائل نہیں۔ ہم ذہنوں میں تخریب کاری کیا کرتے ہیں۔ ذرا غور کریں محترم! دو سال پہلے قاہرہ میں کتنے قحبہ خانے تھے اور اب کتنے ہیں؟ کیا ان میں بے پناہ اضافہ نہیں ہو گیا؟ کیا دولتمند مسلمان گھرانوں میں لڑکوں اور لڑکیوں میں قابلِ اعتراض معاشقے شروع نہیں ہو گئے؟ ہم نے وہاں جو عیسائی لڑکیاں بھیجی تھیں وہ مسلمان لڑکیوں کے روپ میں مسلمان مردوں کے درمیان رقابت پیدا کرکے خون خرابے کرا چکی ہیں۔ قاہرہ میں ہم نے نہایت دلکش تجارتی راستے کر دی ہے جو مسجدوں میں ہمارے بھیجے ہوئے آدمی امام ہیں۔ وہ نہایت خوبی سے اسلام کی شکل و صورت بگاڑ رہے ہیں۔ وہ جہاد کے معنی بگاڑ رہے ہیں۔ ہم نے وہاں عالموں اور فاضلوں کے بھیس میں بھی کچھ آدمی بھیج رکھے ہیں جو مسلمانوں کو جنگ و جدل کے خلاف تیار کر رہے ہیں۔ وہ دوست اور دشمن کا تصور بھی بدل رہے ہیں۔ مجھے ذاتی طور پر یہ توقع ہے کہ مسلمان چند برسوں تک اس ذہنی کیفیت میں داخل ہو جائیں گے جہاں وہ اپنے آپ کو بڑے فخر سے مسلمان کہیں گے مگر ان کے ذہنوں پر ان کے تہذیب و تمدن پر صلیب کا اثر ہوگا"۔

"صلاح الدین کا جاسوسی کا نظام بہت ہوشیار ہے"۔۔۔ رجب نے کہا۔۔۔ "اگر اس کے شعبۂ جاسوسی اور سراغرسانی کے سربراہ علی بن سفیان کو قتل کر دیا جائے تو صلاح الدین اندھا اور بہرہ ہو جائے"۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ خود کچھ بھی نہیں کر سکتے"۔ کونارڈ نے کہا۔ "آپ ایک حکم کو تسلیم بھی نہیں کر سکتے۔ اگر آپ متقل کے محاذ سے اتنے کمزور ہیں تو آپ ہمارے آدمیوں کو بھی پکڑوا کر مروا دیں گے اور ہماری دولت بھی برباد کریں گے"۔

"یہ کام میں خود کروں گا"۔ رجب نے کہا۔ "میں نے فدائیوں سے بات کر لی ہے۔ وہ تو سلطان ایوبی کے قتل کے لیے بھی تیار ہیں"۔

☆

"آپ سوڈان کی طرف سے مصر کی سرحد پر بدامنی پیدا کرتے رہیں"۔ کونارڈ نے کہا۔ "مصر کے اندر بھی ذہنی اور دیگر اقسام کی تخریب کاری کرتے رہیں گے۔ ادھر عرب میں کئی ایک مسلمان امراء ہمارے قبضے میں آ گئے ہیں۔ ان میں سے بعض کو ہم نے اس قدر بے بس کر دیا ہے کہ ان سے ہم جزیہ وصول کرتے ہیں۔ ہم چھوٹے چھوٹے حملے کر کے ان کی تھوڑی تھوڑی زمین پر قبضہ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ آپ سوڈان کی طرف سے یہی چال چلیں۔ مسلمانوں میں صرف دو شخص رہ گئے ہیں۔ نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی۔ ان کے ختم ہوتے ہی اسلامی دنیا کا سورج غروب ہو جائے گا۔ بشرطیکہ آپ لوگ ثابت قدم رہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مصر آپ کا ہوگا"۔

اس قسم کی بنیادی گفت و شنید کے بعد بہت دیر تک ان میں طریقۂ کار اور حکمت عملی پر بحث ہوتی رہی۔ آخر کار رجب کو تین بڑی ہی دلکش اور بے حد چالاک لڑکیاں دینے کے لیے پیش کر دیئے گئے۔ اسے قاہرہ کے دو آدمیوں کے پتے دیئے گئے۔ ان میں سے کسی ایک تک ان لڑکیوں کو خفیہ طریقے سے پہنچانا تھا۔ ان دو آدمیوں میں سے ایک سلطان ایوبی کے جنگی شعبے کا ایک حاکم فیض الفاطمی تھا۔ رجب کو یہ نہیں بتایا گیا کہ لڑکیوں کو کس طرح استعمال کیا جائے گا۔ اسے اتنا ہی بتایا گیا کہ فیض الفاطمی کے ساتھ ان کا رابطہ ہے۔ وہ لڑکیوں کا استعمال جانتا ہے اور لڑکیوں کو بھی معلوم ہے کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ یہ تینوں عرب اور مصر کی زبان روانی سے بول سکتی تھیں۔

اسی شام تینوں لڑکیاں اور دس محافظ رجب کے ساتھ کر کے اسے روانہ کر دیا گیا۔

اسے سب سے پہلے سوڈان کے اسی پہاڑی علاقے میں جانا تھا جہاں لڑکی کی قربانی دی جاتی تھی۔ وہ جہاں سلطان ایوبی کے جانبازوں نے اتم سنگھ کو حبشیوں سے چھڑا کر پروہت کو ہلاک کیا اور فرعونوں کے قتل کی فاتحین تباہ کی تھیں۔ رجب نے سوڈانیوں کی شکست و ریخت کی خوفناک سے معذولی کے بعد بھاگ کر اسی جگہ پناہ لی اور اسی جگہ کو اپنا اڈہ بنا لیا تھا۔ اس نے اپنے گرد حبشیوں کا دو قبیلہ جمع کر لیا تھا جس کے پروہت کو سلطان [illegible] نے ہلاک کرایا تھا۔ یہ لوگ ابھی تک اس جگہ کو دیوتاؤں کا مسکن سمجھتے تھے۔ عام لوگ اس کے اندر نہیں جاتے تھے۔ اندر صرف چار بڑے حبشی جاتے تھے۔ ان میں ایک مسن قبیلے کا مذہبی پیشوا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو مرے ہوئے پروہت کا جانشین بنا لیا تھا۔ اس نے تین آدمی اپنے محافظوں کے طور پر منتخب کر لیے تھے جو اس کے ساتھ غار کے اندر جاتے تھے۔ رجب نے اسی پجاری سے رابطہ کیا۔ اس نے ٹیلے کے نیچے اور ڈھلوان پر اپنے کوا اپنا گھر بنا لیا تھا۔ فرار ہو کر وہ وہاں گیا اور پھر وہیں مقیم کسی صحبت کے ساتھ فلسطین چلا گیا تھا۔

☆

حبشیوں کا یہ قبیلہ بڑا جنگجو کہلاتا تھا۔ خوفزدہ تھا۔ ایک تو ان کے دیوتا کی زبان پوری نہ ہوئی، دوسرے ان کا پروہت مارا گیا، تیسرے ان کے دیوتا کا بت اور مسلمان ہی تباہ کر دیا گیا اور چوتھی مصیبت یہ نازل ہوئی کہ قبیلے کے سینکڑوں جوان دیوتا کی توہین کا انتقام لینے گئے تو انہیں شکست ہوئی اور زیادہ تر مارے گئے۔ اس قبیلے کے گھر میں ماتم ہو رہا تھا۔ ان میں سے بعض لوگ یہ بھی سوچنے لگے تھے کہ جس نے ان کے دیوتا کا بت توڑا ہے وہ کوئی بہت بڑا دیوتا ہوگا۔ مرے ہوئے پروہت کے جانشین نے جب اپنے قبیلے کو یہ حال دیکھا تو اس نے پہلے تو یہ کہا کہ دیوتا کے مگرمچھ بھوکے ہیں ان کے پیٹ بھرو۔ حبشیوں نے کئی ایک بکریاں مگرمچھوں کے لیے بھیج دیں۔ ایک نے تو انسان پروہت کے حوالے کر دیا۔ یہ جانور کئی دنوں تک مگرمچھوں کی جھیل میں پھینکے جاتے رہے مگر قبیلے کا خوف کم نہ ہوا۔

ایک رات نئے پروہت نے قبیلے کو پہاڑی جگہ سے باہر جمع کیا اور بتایا کہ اس نے دیوتاؤں تک رسائی حاصل کی ہے۔ دیوتاؤں نے یہ اشارہ دیا ہے کہ چونکہ انسان کی قربانی نہیں ہوئی اس لیے قبیلے پر یہ مصیبت نازل ہوئی ہے۔ دیوتاؤں سے ملنے والے اب بیک وقت دو لڑکیوں کی قربانی دی جائے تو مصیبت ٹل سکتی ہے ورنہ دیوتا سارے قبیلے کو چین نہیں لینے دیں گے۔ پروہت نے یہ بھی کہا کہ لڑکیاں اغوا کی ہوں اور سوڈان کی بھی نہ ہوں، ان کا سفید فام ہونا ضروری ہے..... اتنا سننا تھا کہ قبیلے کے بہت سے دلیر اور نڈر آدمی اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ وہ مصر سے دو فرنگی یا مسلمان لڑکیاں اٹھا لائیں گے۔

اُدھر سے رجب نسلیین سے تین صلیبی لڑکیاں دس محافظوں کے ساتھ لا رہا تھا۔ اس کا سفر بہت لمبا تھا اور یہ سفر خطرناک بھی تھا۔ وہ سلطان ایوبی کی فوج کا جگوڑا اور باغی سالار تھا۔ اسے معلوم تھا کہ سرحد کے ساتھ ساتھ سلطان ایوبی نے گشتی پہرے کا انتظام کر رکھا ہے، اس لیے وہ اپنے قافلے کو دُور کا چکر کاٹ کر لا رہا تھا۔ اُس کے قافلے میں تین اونٹ تھے جن پر پانی، خوراک اور صلیبیوں کا دیا ہوا بہت سارا سامان لدا ہُوا تھا۔ باقی سب گھوڑوں پر سوار تھے۔ کئی دنوں کی مسافت کے بعد وہ دیرِ آبوس کے پہاڑی مسکن میں پہنچ گئے۔ اس سے ایک ہی روز پہلے قبیلے کے پروہت نے کہا تھا کہ دو سفید فام اور سوڈان کے باہر کی لڑکیوں کی قربانی دینی ہے۔ رجب سب سے پہلے پروہت سے ملا۔ پروہت نے اس کے ساتھ تین سفید فام اور بہت ہی حسین لڑکیاں دیکھیں تو اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ یہ لڑکیاں قربانی کے لیے موزوں تھیں۔ اس نے رجب سے لڑکیوں کے متعلق پوچھا تو رجب نے اسے بتایا کہ انہیں وہ خاص مقصد کے لیے اپنے ساتھ لایا ہے۔

رجب لڑکیوں کو پہاڑیوں کے اندر ایک ایسی جگہ لے گیا جو سرسبز اور خوشنما تھی اور تین اطراف سے پہاڑیوں میں گھری ہوئی تھی۔ وہاں رجب نے خیمے گاڑ دیئے تھے۔ لڑکیوں کو چوری چھپے موقع ملا دیکھ کر تاہرہ میں اُن دو آدمیوں کے حوالے کرنا تھا جن کے آتے پتے اسے صلیبیوں نے دیئے تھے۔ لڑکیوں کے آرام و آسائش کا پورا انتظام تھا۔ رجب نے وہاں شراب کا بھی انتظام کر رکھا تھا۔ رات اس نے سفر سے کامیاب لوٹنے کی خوشی میں جشن منایا۔ صلیبی محافظوں کو بھی شراب پلائی۔ لڑکیوں نے بھی پی۔

آدھی رات کے بعد جب محافظ اور اس کے اپنے چند ایک ساتھی جو پہلے ہی وہاں موجود تھے سو گئے تو رجب ایک لڑکی کو بازو سے پکڑ کر اپنے خیمے میں لے جانے لگا۔ لڑکی اس کی نیت بھانپ گئی۔ اس نے اسے کہا ”میں طوائف نہیں ہوں۔ میں یہاں صلیب کا فرض پورا کرنے آئی ہوں۔ میں آپ کے ساتھ شراب پی سکتی ہوں مگر بدی قبول نہیں کروں گی۔“

رجب نے اسے ہنستے ہوئے اپنے خیمے کی طرف گھسیٹا تو لڑکی نے اپنا بازو چھڑا لیا۔ رجب نے دست درازی کی تو لڑکی دوڑ کر اپنی ساتھی لڑکیوں کے پاس چلی گئی۔ وہ دونوں بھی باہر آ گئیں۔ انہوں نے رجب کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ انہیں غلط نہ سمجھے۔

رجب کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا ”میں جانتا ہوں تم کتنی پاک باز ہو۔ بے حیائی تمہارا پیشہ ہے۔“

”اس پیشے کا استعمال ہم وہاں کرتی ہیں جہاں اپنے فرض کے لیے ضروری ہوتا ہے۔“ لڑکی نے کہا ”ہم عیاشی کی خاطر عیاشی نہیں کیا کرتیں۔“

رجب ان کی کوئی بات سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔ آخر لڑکیوں نے اسے کہا ”ہمارے ساتھ دس محافظ ہیں۔ وہ ہماری حفاظت کے لیے ساتھ آئے ہیں۔ انہیں بھی ساتھ لے چلنا ہے۔ اگر تم نے ان کی ضرورت محسوس کی تو ہم انہیں یہاں روک سکتی ہیں یا خود یہاں سے جا سکتی ہیں۔“

رجب چپ ہو گیا مگر اس کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ لڑکیوں کو بخشے گا نہیں۔ وہ رات گزر گئی۔ دوسرے دن رجب نے نسلیین سے ساتھ لائے ہوئے محافظوں کو رخصت کر دیا ... دن گزر گیا۔ شام کے وقت رجب لڑکیوں کے ساتھ بیٹھا ادھر اُدھر کی باتیں کر رہا تھا کہ پروہت اپنے چار حبشیوں کے ساتھ آ گیا۔ اس نے سوڈانی زبان میں رجب سے کہا ”ہمارے دیوتا تم سے ناراض ہیں۔ انہوں نے دو فرنگی یا مسلمان لڑکیوں کی قربانی مانگی ہے۔ یہ لڑکیاں قربانی کے لیے موزوں ہیں۔ ان میں سے دو لڑکیاں ہمارے حوالے کر دو۔“

رجب چکرا گیا۔ اس نے جواب دیا ”یہ لڑکیاں قربانی کے لیے نہیں ہیں۔ ان سے ہمیں بہت کام لینا ہے اور انہی کے ہاتھوں ہمیں تمہارے دیوتاؤں کے دشمن کو مروانا ہے۔“

”تم جھوٹ بولتے ہو۔“ پروہت نے کہا ”تم ان لڑکیوں کو یہاں تفریح کے لیے لائے ہو۔ ہم ان میں سے دو لڑکیوں کو قربان کریں گے۔“

رجب نے بہت دلیلیں دیں مگر پروہت نے کسی ایک بھی دلیل کو قبول نہ کیا۔ اس کے دماغ پر دیوتا سوار تھے۔ اس نے اُٹھ کر دو لڑکیوں کے سروں پر باری باری ہاتھ رکھے اور کہا ”یہ دونوں دیوتا کے لیے ہیں۔ انگوک کی نجات ان دو لڑکیوں کے ہاتھ میں ہے۔“ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ رک کر رجب سے کہا ”لڑکیوں کو ساتھ لے کر جانے کی کوشش نہ کرنا۔ تم جانتے ہو کہ ہم تمہیں فوراً ڈھونڈ لیں گے۔“

لڑکیاں سوڈان کی زبان نہیں سمجھتی تھیں۔ حبشی پروہت نے ان کے سروں پر ہاتھ رکھا۔ رجب کو پریشان دیکھا تو انہوں نے رجب سے پوچھا کہ یہ حبشی کیا کہہ رہا تھا۔ رجب نے انہیں صاف صاف بتا دیا کہ وہ انہیں قربانی کے لیے مانگتا ہے۔ لڑکیوں

کے پوچھنے پر اُس نے بتایا کہ وہ تمہارے سربکٹ کر خشک ہونے کے لیے رکھ دیں گے۔ اور جسم جھیل میں پھینک دیں گے جہاں مگرمچھوں کو کھلا جائیں گے۔ لڑکیوں کے رنگ فق ہو گئے۔ انہوں نے رجب سے پوچھا کہ اس نے انہیں بچانے کے لیے کیا سوچا ہے۔ رجب نے جواب دیا "میں نے اسے سمجھانے کے لیے ساری دلیلیں دے ڈالی ہیں مگر اُس نے ایک بھی نہیں سنی۔ میں ان لوگوں کے رحم وکرم پر ہوں۔ میں تو انہیں اپنے ساتھ لانا چاہتا ہوں۔ یہ میری فوج میں شامل ہونے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن اپنے عقیدے کے اتنے پکے ہیں کہ پہلے دیوتاؤں کو خوش کریں گے، پھر میری بات سنیں گے"۔

رجب کی باتوں اور انداز سے لڑکیوں کو شک ہو گیا کہ وہ انہیں بچا نہیں سکے گا۔ یا انہیں خوش کرنے کے لیے بچانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ انہوں نے گزشتہ رات رجب کی نیت کی ایک جھلک دیکھ بھی لی تھی۔ اس سے وہ اُس سے مایوس ہو گئی تھیں۔ رجب نے انہیں کسی طور پر بھی تسلی نہ دی کہ وہ انہیں بچا لے گا۔ لڑکیاں نتیجے میں پہنچ گئیں۔ انہوں نے صورتِ حال پر غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچیں کہ وہ یہاں رجب کی عیاشی کا ذریعہ بننے یا حبشیوں کے دیوتا کی بھینٹ چڑھنے کے لیے نہیں آئیں۔ وہ بے مقصد موت نہیں مرنا چاہتی تھیں۔ انہوں نے وہاں سے فرار کا ارادہ کیا۔ فرار ہو کر قسطنین تک خیریت سے پہنچنا آسان کام نہ تھا مگر کوئی چارہ کار بھی نہ تھا۔ یہ لڑکیاں صرف خوبصورت اور دلکش ہی نہیں تھیں۔ گھوڑ سواری اور سپاہ گری کی بھی انہیں تربیت دی گئی تھی تاکہ ضرورت پڑے تو اپنا بچاؤ خود کر سکیں۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ یہاں سے بھاگ کر قسطنین چلی جائیں گی۔

وہ رات خیریت سے گزر گئی۔ دوسرے دن لڑکیوں نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ رات کو گھوڑے کہاں بندھے ہوتے ہیں اور وہاں سے نکلنے کا راستہ کون سا ہے۔ حبشی پروہت دن کے وقت بھی آیا اور رجب کے ساتھ باتیں کر کے چلا گیا۔ لڑکیوں نے اس سے پوچھا کہ وہ کیا کہہ گیا ہے۔ رجب نے انہیں بتایا کہ وہ کل رات تمہیں یہاں سے لے جائیں گے۔ وہ مجھے دھمکی دے گیا ہے کہ میں نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو وہ مجھے قتل کر کے مگرمچھوں کی جھیل میں پھینک دیں گے۔ لڑکیوں نے اسے یہ نہیں بتایا کہ وہ فرار کا فیصلہ کر چکی ہیں کیونکہ انہیں رجب کی نیت پر شک ہو گیا تھا۔ وہ نیم عریاں لباس پہنے ہوئے لڑکیاں تھیں۔ انہوں نے رجب کے ساتھ ایسی باتیں کیں اور

ایسی باتیں اس کے منہ سے کہلوائیں جن سے پتہ چلتا تھا جیسے وہ انہیں بچانے کی بجائے حبشیوں کو خوش کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ اُسے وہیں جما رہنے دیں اور اسے سلطان ایوبی کے خلاف فوج تیار کرنے میں مدد دیں۔ لڑکیوں کو یہ شک بھی ہوا کہ رجب انہیں ایسی قیمت کے عوض بچانے کی کوشش کرے گا جو وہ اُسے نہیں دینا چاہتی تھیں۔

سارا دن اسی شش و پنج میں گزر گیا۔ رجب کو شک نہ ہوا کہ لڑکیاں بھاگ جائیں گی۔ اسے اُس وقت بھی شک نہ ہوا جب لڑکیوں نے اسے کہا کہ ایسے جہنم نما صحرا میں ایسا سرسبز خطہ قدرت کا معجزہ ہے، آؤ ذرا اس کی سیر کر آئیں۔ رجب انہیں گھمانے پھرانے لگا۔ آگے وہ بھیانک جھیل آ گئی جس کے کنارے پر پانچ چھ مگرمچھ بیٹھے تھے۔ جھیل کا پانی غلیظ اور بدبودار تھا۔ ایک لڑکی نے کہا کہ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے پہاڑی کے اندر چشمہ ہے۔ سب نے جب پہاڑی کے اندر دیکھا تو ایک لڑکی کی چیخ نکل گئی۔ پانی پہاڑی کے اندر ایک وسیع غار بنا کر جمع کیا گیا تھا۔ رجب نے کہا "یہ ہیں وہ مگرمچھ جو یہاں کے مجرموں کو اور قربان کی ہوئی لڑکیوں کے جسموں کو کھاتے ہیں"۔ ایسا ہولناک منظر دیکھ کر لڑکیوں کے دلوں میں فرار کا ارادہ اور زیادہ پختہ ہو گیا۔ انہوں نے سیر کے بہانے فرار کا راستہ اچھی طرح دیکھ لیا اور ایسی نرم زمین دیکھ لی جس پر گھوڑوں کے قدموں کی آواز پیدا نہ ہو۔ ان کی سیر کی خواہش کے پیچھے یہی مقصد تھا۔

اُدھر حبشی پروہت قریبی بستی میں بیٹھا قبیلے کو یہ خوشخبری سنا رہا تھا کہ قربانی کے لیے لڑکیاں مل گئی ہیں اور قربانی آج سے چوتھی رات دی جائے گی جو پورے چاند کی رات ہو گی۔ اس نے کہا کہ قربانی دیوتاؤں کے مسکن اور معبد کے کھنڈروں پر دی جائے گی اس کے بعد ہم یہ معبد خود تعمیر کریں گے اور جب یہ معبد تعمیر ہو جائے گا تو ہم اُس قوم سے انتقام لیں گے جنہوں نے ہمارے دیوتا کی توہین کی ہے۔

☆

نصف شب کا عمل تھا۔ رجب اور اس کے ساتھیوں کو لڑکیوں نے اپنے خصوصی فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے اتنی شراب پلا دی تھی کہ ان کی بیہوشی کا خطرہ ہی ختم ہو گیا تھا۔ وہ بے ہوش پڑے تھے۔ لڑکیوں نے سفر کے لیے سامان باندھ لیا۔ تین گھوڑوں پر زینیں کسیں، سوار ہوئیں اور اس نرم زمین پر گھوڑوں کو ڈال دیا جو انہوں نے دن

کے وقت دیکھی تھی۔ اس خطے کے ایک حصے میں چار حبشی موجود تھے لیکن وہ سوئے ہوئے تھے اور دُور تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ یہاں سے کوئی بھاگنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اگر بھاگے گا تو صحرا اُسے راستے میں ہی ختم کر دے گا، مگر لڑکیاں اس سرسبز خوشنما اور ہولناک قید خانے سے نکل گئیں۔ وہ اسی راستے سے نخلستان جانا چاہتی تھیں جس راستے سے رجب انہیں لایا تھا۔ وہ تھیں تو غیر معمولی طور پر ذہین اور انہیں عسکری تربیت بھی دی گئی تھی مگر انہیں یہ علم نہیں تھا کہ صحرا میں اس قدر فریب چھپے ہوئے ہیں جو دانش مندوں کو بھی عقل کا اندھا کر دیا کرتے ہیں۔ اتنے طویل صحرائی سفر پر لوگ قافلوں کی صورت میں نکلا کرتے تھے اور ان کے پاس صحرا کی ہر آفت کا مقابلہ کرنے کا انتظام ہوتا تھا۔

رات کے وقت تو صحرا سرد تھا۔ تینوں لڑکیوں نے اُس جگہ سے کچھ دُور تک گھوڑوں کو آہستہ آہستہ چلایا، پھر ایڑ لگا دی۔ گھوڑے سرپٹ دوڑنے لگے۔ بہت دُور جا کر انہوں نے گھوڑوں کی رفتار کم کر دی۔ باقی رات گھوڑے اسی رفتار پر چلتے رہے۔ صبح طلوع ہوئی اللہ جب سورج اوپر آیا تو لڑکیوں کے اردگرد ریت کے گول گول ٹیلے تھے اور ان سے آگے ریتلی مٹی کی اونچی اونچی پہاڑیاں کھڑی تھیں۔ کوئی راستہ نہ تھا۔ انہوں نے سورج سے اپنی سمت کا اندازہ کیا اور ٹیلوں کی بھول بھلیوں میں داخل ہو گئیں۔ گھوڑے پیاسے تھے۔ ہر گھوڑے پر پانی کا ایک ایک چھوٹا مشکیزہ تھا جو ایک دن کے لیے بھی کافی نہیں تھا۔ گھوڑوں کو کہاں سے پانی پلایا جاتا۔ لڑکیاں کسی نخلستان کی تلاش میں چلتی چلی گئیں۔ سورج اوپر اٹھتا گیا اور صحرا کو دوزخ بناتا گیا۔ نخلستان کا کہیں نشان اور تصور بھی نظر نہیں آتا تھا۔

رجب اور اس کے ساتھی سورج طلوع ہونے کے بعد بھی نہ جاگے۔ وہ تو بیہوشی کی نیند سوئے ہوئے تھے۔ پروہت اپنے تین حبشیوں کے ساتھ آیا۔ اس نے سب سے پہلے لڑکیوں کے خیمے میں دیکھا۔ خیمہ خالی تھا۔ اس نے رجب کو جگایا اور کہا ”دونوں لڑکیاں میرے حوالے کرو۔“ رجب ہڑبڑا کر اٹھا اور پروہت کو قائل کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ وہ ان لڑکیوں کو ہلاک نہ کرے۔ اُس نے اُسے تفصیل سے بتایا کہ ان لڑکیوں سے کیا کام لینا ہے مگر پروہت نے اس کی ایک بھی بات نہ مانی۔ رجب نے اپنے ساتھیوں کو جگانا چاہا تو حبشیوں نے اُسے پکڑ لیا۔ پروہت نے پوچھا ”لڑکیاں کہاں ہیں؟“

رجب نے دبی سے لڑکیوں کو پکارا تو اسے کوئی جواب نہ ملا۔ خیمے میں جا کر دیکھا۔ انہیں اِدھر اُدھر دیکھا۔ وہ کہیں نظر نہ آئیں۔ اچانک نظر زمین پر پڑی۔ تین زینیں غائب تھیں۔ گھوڑے دیکھے تو تین گھوڑے غائب تھے۔ رجب نے پروہت سے کہا ”وہ تمہارے ڈر سے بھاگ گئی ہیں۔ تم نے بڑے کام کی لڑکیوں کو بھگا دیا ہے۔“

”انہیں تم نے بھگایا ہے۔“ پروہت نے کہا اور اپنے تین حبشیوں سے رجب کے متعلق کہا ”اُسے لے جا کر باندھ دو۔ اس نے اُلوک کے دیوتا کو پھر ناراض کر دیا ہے۔ اچھے سواروں کو بلاؤ اور لڑکیوں کا پیچھا کرو۔ وہ دُور نہیں جا سکتیں۔“

رجب کے احتجاج اور منت سماجت کو نظر انداز کرتے ہوئے حبشی اسے اپنے ساتھ لے گئے اور ایک درخت کے ساتھ اُسے اس طرح باندھ دیا کہ اس کے ہاتھ پیٹھ پیچھے بندھے ہوئے تھے۔ اس کے سوئے ہوئے ساتھیوں کے ہتھیار اٹھا لیے گئے، پھر انہیں جگا کر دھمکی دی گئی کہ وہ یہاں سے ہلے تو قتل ہو جائیں گے.... تھوڑی دیر بعد چھ گھوڑ سوار اور شتر سوار آ گئے۔ انہیں لڑکیوں کے تعاقب میں روانہ کر دیا گیا۔ ریت پر تین گھوڑوں کے قدموں کے نشان صاف تھے۔ اسی سمت کو یہ حبشی سوار انتہائی تیزی سے روانہ ہو گئے۔ لڑکیوں کو پکڑنا آسان نہیں تھا کیونکہ فرار اور تعاقب میں آٹھ دس گھنٹوں کا فرق تھا۔ حبشی سواروں کو یہ سہولت حاصل تھی کہ وہ صحرا کے بھیدی تھے اور مرد تھے۔ سختیاں جھیل سکتے تھے۔ آگے جا کر انہیں یہ مشکل پیش آئی کہ ہوا چل رہی تھی جس نے ریت اڑا اڑا کر گھوڑوں کے کھُرے غائب کر دیئے تھے۔ پھر بھی وہ اندازے پر چلتے گئے۔

تین چار گھنٹوں کے تعاقب کے بعد انہیں ایک طرف سے آسمان پر افق کے کچھ اوپر تک مٹیالی سرخی دکھائی دی جو اوپر اٹھتی اور آگے بڑھتی آ رہی تھی۔ سواروں نے گھبرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا، گھوڑوں اور اونٹوں کو پیچھے کی طرف موڑ کر سرپٹ دوڑا دیا۔ یہ صحرا کی وہ آندھی آ رہی تھی جو بڑے بڑے ٹیلوں کو ریت کے ذروں میں بدل کر اڑا لے جاتی ہے۔ کوئی انسان یا جانور کہیں رک کر کھڑا رہے یا بیٹھ جائے تو ریت اس کے جسم کے ساتھ رک رک کر اسے زندہ دفن کر دیتی ہے اور اس پر ٹیلا کھڑا ہو جاتا ہے۔ وہاں آندھی سے بچنے کے لیے کوئی مضبوط ٹیلا نہیں تھا۔ وہ بھاگ کر پہاڑی خطے تک پہنچنا چاہتے تھے جو بہت ہی دُور تھا.... وہاں تک آندھی پہنچ گئی تھی۔ اُس خطے کے درخت دوہرے ہو ہو کر چیخ رہے تھے۔ جھیل کے مگرمچھ پہاڑی کے

آبی فام میں جا چھپے تھے۔ پیروبت ایک جگہ زین پر گھٹنے ٹیکے ہوئے ہاتھ ہوا میں بلند کرتا اور زور زور سے زمین پر مارتا تھا۔ ہر بار بلند آواز سے کہتا تھا ـــــ "انوک کے دیوتا! اپنے قہر کو سمیٹ لے۔ ہم درماندہ خوبصورت لڑکیاں تیرے قدموں میں پیش کر رہے ہیں۔" وہ اس آندھی کو دیوتا کا قہر سمجھ رہا تھا۔ صحرا اور آندھی کا چولی دامن کا ساتھ تھا۔ لیکن سرخ، وہ ایسی تیز و تند آندھی کبھی کبھی چلا کرتی تھی۔ لڑکیوں کو بھی آندھی سے لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ان کے لیے کوئی آڑ اور اوٹ نہیں تھی۔ وہ حبشیوں کے خوف سے تو بہت دور نکل گئی تھیں مگر صحرا کے ایسے خطرے میں آگئیں جو ان کے لیے جان لیوا ثابت ہو سکتا تھا۔ ان کے لیے دوسری مصیبت یہ آئی کہ ریت کی برچھاڑوں اور آندھی کے طمانچوں سے گھبرا کر تینوں گھوڑے منہ زور اور بے لگام ہو کر دوڑ پڑے۔ وہ چوں کہ اکٹھے بڑھے تھے، اس لیے اکٹھے ہی دوڑتے جا رہے تھے۔ اس سے یہ فائدہ تو ہوا کہ ریت میں دب جانے کا خطرہ نہ رہا مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ بے لگام گھوڑے کہاں جا رکیں گے اور وہ جگہ اصل راستے سے کتنی دور ہوگی۔ لڑکیوں میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ گھوڑوں کو قابو کر لیتیں اور گھوڑوں میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ زیادہ دوڑ سکتے۔ وہ پیاسے تھے اور آندھی رات سے مسلسل چل رہے تھے۔

تھکن اور پیاس گھوڑوں کو بے حال کرنے لگی۔ ایک گھوڑا منہ سے جھاگ اگلنے لگا۔ اس کی سوار لڑکی ایسی گری کہ گھوڑا اٹھا اور جب پھر گرا تو لڑکی اس کے نیچے آ گئی۔ اسے مرنا ہی تھا۔ کچھ اور آگے گئے تو ایک گھوڑے کا تنگ ڈھیلا ہو گیا۔ زین ایک طرف لڑھک گئی۔ اس کی سوار اسی پہلو پر گری مگر بایاں پاؤں رکاب میں پھنس گیا۔ لڑکی زمین پر گھسیٹی جانے لگی۔ تیسری لڑکی اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتی تھی۔ اس کا اپنا گھوڑا بے قابو تھا۔ وہ اپنی ساتھی کی چیخیں سنتی رہی۔ پھر چیخیں خاموش ہو گئیں اور وہ لڑکی کی لاش کو گھوڑے کے ساتھ زمین پر جاتا دیکھتی رہی۔ اس پر دہشت طاری ہو گئی۔ وہ کتنی ہی دیر کیوں نہ تھی، آخر لڑکی تھی۔ زور زور سے رونے لگی۔ ڈھیلی زین والا گھوڑا یکلخت رک گیا۔ تیسری لڑکی اپنا گھوڑا روک نہ سکی۔ اس نے پیچھے دیکھا۔ آندھی میں اسے کچھ نظر نہ آیا کہ اس گھوڑے کا کیا حشر ہوا۔ لڑکی تو یقیناً مر چکی تھی۔

تیسری لڑکی اکیلی رہ گئی۔ اس نے رکابوں سے پاؤں ذرا نیچے کر لیے۔ اس کی دہشت زدگی کا یہ عالم تھا کہ اس نے گھوڑے کی لگام چھوڑ کر ہاتھ آسمان کی

طرف اٹھا کر جوڑ دیے اور گلا پھاڑ کر خدا کو پکارنے لگی ـــ "میرے حلیم خدا! آسمانوں کے خدا! میرے گناہ معاف کر دے۔ میں گناہگار ہوں۔ میرا بال بال گناہ میں لتھڑا ہوا ہے۔ گناہ کرنے آئی تھی۔ میں نے گناہوں میں پرورش پائی ہے۔ میرے خدا! میں اس وقت بہت چھوٹی تھی جب مجھے بڑوں نے گناہوں کے راستے پر ڈالا تھا۔ انہوں نے مجھے گناہوں کے سبق دینے شروع کیا اور کہا کہ جاؤ مردوں کو اپنے حسن اور اپنے جسم سے گمراہ کرو۔ ان کے ہاتھوں انسانوں کو قتل کراؤ۔ جھوٹ بولو۔ فریب دو اور بدکار بن جاؤ۔ انہوں نے بتایا تھا کہ یہ صلیب کا فرض ہے۔ تم پورا کرو گی تو جنت میں جاؤ گی" ـــ وہ پاگلوں کی طرح چلا رہی تھی اور اس کے گھوڑے کی رفتار گھٹتی جا رہی تھی۔ زار و قطار روتے ہوئے اس نے خدا سے کہا "تیرا جو مذہب سچا ہے، مجھے اسی کا معجزہ دکھا۔"

اس کے عقیدے متزلزل ہو گئے تھے۔ گناہوں کے احساس نے اس کے دماغ پر قابو پا لیا تھا۔ موت کے خوف نے اسے فراموش کرا دیا تھا کہ اس کا مذہب کیا ہے۔ اسے اپنا ماضی گناہوں میں ڈوبا ہوا نظر آ رہا تھا اور اس کے دل میں یہ احساس بیدار ہوتا جا رہا تھا کہ وہ مردوں کے استعمال کی چیز ہے اور اسے دوسروں اور فریب کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے اور اب سزا صرف اس اکیلی کو مل رہی ہے۔

اسے غشی کی لہر آئی اور گزر گئی۔ اس نے دھاڑ ماری اور سر کو جھٹک کر بلند آواز سے کہا ـــ "میری مدد کر میرے خدا! میں ابھی مرنا نہیں چاہتی" ـــ اور اس کے ساتھ ہی اسے یاد آ گیا کہ وہ یتیم بچی ہے۔ موت کے سامنے انسان ماضی کی طرف بھاگتا ہے جو انسانی فطرت کا قدرتی ردِعمل ہے۔ اس جوان لڑکی نے بھی ماضی میں پناہ لینے کی کوشش کی مگر وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ ماں نہیں تھی، باپ نہیں تھا، کوئی بہن بھائی نہیں تھا۔ اسے یہی کچھ یاد آیا کہ صلیبیوں نے اسے پالا اور اس راہ پر ڈالا ہے جہاں وہ ایک بڑا ہی حسین دھوکہ بن گئی تھی۔ اسے اپنے آپ سے نفرت ہونے لگی۔ وہ اب بخشش چاہتی تھی، نجات چاہتی تھی۔ اسے غشی آنے لگی۔ گھوڑے کی رفتار اتنی سست ہو گئی تھی کہ وہ بمشکل چل رہا تھا اور اس کے ساتھ آندھی بھی تھمنے لگی۔ لڑکی ہوش کھو بیٹھی تھی۔

سلطان ایوبی نے سرحد کے ساتھ ساتھ گشتی پہرے کا انتظام کر رکھا تھا۔ ان میں سے تین دستوں کا ہیڈ کوارٹر سوڈان اور مصر کی سرحد سے چار پانچ میل اندر کی طرف تھا۔ ہیڈ کوارٹر کے خیمے ایسی جگہ نصب کیے گئے تھے جہاں آندھیوں سے بچنے کی اوٹ تھی مگر اس آندھی نے اُن کے خیمے اکھاڑ پھینکے تھے۔ گھوڑوں اور اونٹوں کو سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔ آندھی رُکی تو سپاہی خیمے وغیرہ سنبھالنے میں مصروف ہو گئے۔ ان تین دستوں کا کمانڈر ایک ترک احمد کمال تھا۔ وہ ایک خوبرو اور گورے رنگ کا تنومند آدمی تھا۔ وہ بھی آندھی رُکتے ہی باہر آ گیا اور ساز و سامان اور جانوروں کا جائزہ لے رہا تھا۔ فضا گرد سے صاف ہو گئی تھی۔ ایک سپاہی نے ایک طرف اشارہ کر کے اُسے کہا ۔۔۔ "کمانڈر! وہ گھوڑا اور سوار ہمارا تو نہیں؟" ۔۔۔

"ہم نے ابھی لڑکیوں کو فوج میں شامل نہیں کیا۔" احمد کمال نے جواب دیا ۔۔۔ وہ لڑکی معلوم ہوتی ہے۔ بال بکھرے ہوئے صاف نظر آ رہے ہیں۔"

وہ اُسی سپاہی کو ساتھ لے کر دوڑا پڑا۔ ایک گھوڑا سر نیچے کیے نہایت ہی آہستہ آہستہ آ رہا تھا۔ اسے چارے کی بُو آئی تو ہیڈ کوارٹر کے گھوڑوں کی طرف چل پڑا۔ گھوڑے پر ایک لڑکی اس طرح سوار تھی کہ اُس کے بازو گھوڑے کی گردن کے اِدھر اُدھر تھے اور لڑکی آگے کو اس طرح جھکی ہوئی تھی کہ اس کا سر گھوڑے کی گردن سے ذرا پیچھے تھا۔ لڑکی کے بال بکھر کر آگے آ گئے تھے۔ احمد کمال کے پہنچنے تک گھوڑا وہاں بندھے ہوئے گھوڑوں کے پاس جا کر ان کا چارہ کھانے لگا تھا۔ احمد کمال نے لڑکی کے پاؤں رکابوں سے نکالے اور اسے گھوڑے سے اتار کر بانہوں پر اٹھا لیا۔ سپاہی سے کہا ۔۔۔ "زندہ ہے۔ فرنگی معلوم ہوتی ہے۔ اس کے گھوڑے کو پانی پلاؤ۔" ۔۔۔ وہ لڑکی کو اپنے خیمے میں لے گیا۔ لڑکی کے بال ریت سے اَٹے ہوئے تھے۔ احمد کمال نے اُس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے پھر منہ میں پانی ۔۔۔ تھوڑے ٹپکانے لگا۔

لڑکی نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ چارے احمد کمال کو حیرت سے دیکھتی رہی اور اچانک اٹھ کر بیٹھ گئی۔ احمد کمال کا رنگ گورا دیکھ کر اس نے انگریزی میں پوچھا۔

"میں فلسطین میں ہوں؟" ۔۔۔ احمد کمال نے سر ہلا کر اُسے سمجھانا چاہا کہ میں یہ زبان نہیں سمجھتا۔ لڑکی نے عربی زبان میں پوچھا ۔۔۔ "تم کون ہو؟ میں کہاں ہوں؟"

"میں اسلامی فوج کا معمولی سا کمانڈر ہوں۔" احمد کمال نے جواب دیا ۔۔۔ "اور

تم مصر میں ہو۔"

لڑکی کی آنکھیں اُبل پڑیں اور وہ اس قدر گھبرائی جیسے پھر بے ہوش ہو جائے گی۔ احمد کمال نے کہا ۔۔۔ "گھبراؤ نہیں۔ سنبھالو اپنے آپ کو۔" ۔۔۔ اس نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور کہا "میں جان گیا ہوں کہ تم فرنگی ہو۔ میری مہمان ہو۔ ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔" ۔۔۔ اس نے ایک سپاہی کو بلایا اور لڑکی کے لیے پانی اور کھانا منگوایا۔

لڑکی نے لپک کر پانی کا پیالہ اٹھا لیا اور منہ سے لگا کر بے صبری سے پینے لگی۔ احمد کمال نے پیالہ اس کے ہونٹوں سے ہٹا کر کہا ۔۔۔ "آہستہ۔ پہلے کھانا کھا لو۔ پانی بعد میں پینا۔" ۔۔۔ لڑکی نے گوشت کا ایک ٹکڑا اٹھا لیا۔ پھر وہ کھانا کھاتی رہی اور پانی پیتی رہی۔ اس کے چہرے پر رونق واپس آ گئی۔

احمد کمال نے ایک خیمہ الگ تیار رکھا تھا جو اس کا غسل خانہ تھا۔ وہاں پانی کی کمی نہیں تھی۔ خیمہ گاہ ایک نخلستان کے قریب تھی۔ احمد کمال نے کھانے کے بعد لڑکی کو غسل والے خیمے میں داخل کر کے پردے باندھ دیئے۔ لڑکی نے غسل تو کر لیا لیکن وہ بہت ہی خوف زدہ تھی کیونکہ وہ اپنے دشمن کی پناہ میں آ گئی تھی جہاں اسے اچھے سلوک کی توقع نہیں تھی۔ اس کے ذہن میں بچپن سے یہ ڈالا جاتا رہا تھا کہ مسلمان وحشی ہوتے ہیں اور عورت کے لیے تو وہ درندے ہیں۔ اس خوف کے ساتھ ساتھ اس پر جنگجوؤں کا، مگرمچھوں کا اور صحرائی آندھی کا خوف طاری تھا۔ اپنے ساتھ کی دونوں لڑکیوں کی موت اور وہ بھی ایسی بھیانک موت۔ اس کے رونگٹے کھڑے کر رہی تھی۔ اس نے غسل کرتے ہوئے بڑی شدت سے محسوس کیا تھا کہ وہ اپنے ناپاک وجود کو دھونے کی کوشش کر رہی ہے جسے دنیا کا پانی پاک نہیں کر سکتا۔ اس نے کسمپرسی کی حالت میں تنگ آ کر اپنے آپ کو صورتِ حال کے حوالے کر دیا۔

احمد کمال نے یہ دیکھ لیا تھا کہ ایسے حسن اور ایسے دلگداز جسم والی لڑکی معمولی لڑکی نہیں۔ معرکے اس حصے میں ایسی فرنگی لڑکی کیسے آ سکتی تھی؟ اس نے لڑکی سے پوچھا تو لڑکی نے جواب دیا کہ وہ قافلے سے بچھڑ گئی ہے۔ آندھی میں گھوڑا بے لگام ہو گیا تھا۔ احمد کمال ایسے جواب سے مطمئن نہیں ہو سکتا تھا۔ اُس نے تین چار اور سوال کیے تو لڑکی کے ہونٹ کانپنے لگے۔ احمد کمال نے کہا ۔۔۔ "اگر تم یہ کہتی کہ تم اغوا کی ہوئی لڑکی ہو اور آندھی نے تمہیں چھڑا دیا ہے تو شاید میں

مان جاتا۔ تمہیں جھوٹ بولنا نہیں آتا۔"

اتنے میں اس سپاہی نے جو احمد کمال کے ساتھ تھا۔ خیمے کا پردہ اٹھایا اور ایک تھیلا اور ایک مشکیزہ احمد کمال کو دے کر کہا کہ یہ اس لڑکی کے گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ احمد کمال تھیلا کھولنے لگا تو لڑکی نے گھبرا کر تھیلے پر ہاتھ رکھ لیا۔ اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ احمد کمال نے تھیلا اسے دے کر کہا۔ "لو خود کھول کر دکھا دو۔"

لڑکی کی زبان جیسے گنگ ہو گئی تھی۔ اس نے بچوں کے انداز سے تھیلا پیٹھ پیچھے کر لیا۔ احمد کمال نے کہا۔ "یہ تو ہو نہیں سکتا کہ میں تمہیں گھر دوں کہ جاؤ چلی جاؤ۔ مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تمہیں روکوں، لیکن ایک ایسی لڑکی کو جو آبادیوں سے دور اکیلی گھوڑے پر بے ہوشی کی حالت میں بھٹکتی ہوئی پائی گئی ہے اسے میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ میرا انسانی فرض ہے۔ مجھے اپنا ٹھکانہ بتا دو۔ میں تمہیں اپنے سپاہیوں کے ساتھ حفاظت سے پہنچا دوں گا۔ اگر نہیں بتاؤ گی تو تمہیں مشتبہ لڑکی سمجھ کر قاہرہ اپنی حکومت کے پاس بھیج دوں گا۔ تم مصری نہیں ہو۔ تم سوڈانی نہیں ہو۔"

لڑکی کے آنسو بہنے لگے۔ وہ جس مصیبت سے گزر کر آئی تھی اس کی دہشت اور ہولناکی اس پر پہلے ہی غالب تھی۔ اس نے تھیلا احمد کمال کے آگے پھینک دیا۔ احمد نے تھیلا کھولا تو اس میں سے کچھ کھجوریں، دو چار چھوٹی موٹی عام سی چیزیں نکلیں اور ایک تھیلی نکلی۔ یہ کھولی تو اس میں سے سونے کے بہت سے سکے اور ان میں سونے کی باریک سی زنجیر کے ساتھ چھوٹی سی سیاہ لکڑی کی صلیب نکلی۔ احمد کمال اس سے یہی سمجھ سکا کہ لڑکی عیسائی ہے۔ اسے غالباً معلوم نہیں تھا کہ جو عیسائی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے صلیبی لشکر میں شامل ہوتا ہے وہ ایک صلیب پر حلف اٹھاتا ہے اور چھوٹی سی ایک صلیب ہر وقت اپنے پاس رکھتا ہے۔ احمد کمال نے اسے کہا کہ اس تھیلے میں میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔

"اگر میں یہ سارا سونا تمہیں دے دوں تو میری مدد کرو گے؟" لڑکی نے پوچھا۔

"کیسی مدد؟"

"مجھے فلسطین پہنچا دو۔" لڑکی نے جواب دیا۔ "اور مجھ سے کوئی سوال نہ پوچھو۔"

"میں فلسطین تک بھی پہنچا دوں گا لیکن سوال ضرور پوچھوں گا۔"

"اگر مجھ سے کچھ بھی نہ پوچھو تو اس کا الگ انعام دوں گی۔"

"وہ کیا ہوگا؟"

"گھوڑا تمہیں دے دوں گی۔" لڑکی نے جواب دیا۔ "اور تین دنوں کے لیے مجھے اپنی لونڈی سمجھ لو۔"

احمد کمال نے اس سے پہلے ہاتھ میں کبھی اتنا سونا نہیں اٹھایا تھا اور اس نے ایسا حیران کن حسن اور جسم بھی نہیں دیکھا تھا۔ اس نے اپنے سامنے پڑے ہوئے سونے کے چمکتے ہوئے ٹکڑوں کو دیکھا پھر لڑکی کے ریشم جیسے بالوں کو دیکھا جو سونے کے تاروں کی طرح چمک رہے تھے، پھر اس کی آنکھوں کو دیکھا جن میں وہ للسانی چمک تھی جو بادشاہوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا کرتی ہے۔ وہ تنومند مرد تھا کمانڈر تھا۔ ان دشمنوں کا حاکم تھا جو سرحد پر پہرہ دے رہے تھے۔ اسے روکنے، پوچھنے اور پکڑنے والا کوئی نہ تھا مگر اس نے سکے تھیلی میں ڈالے، صلیب بھی تھیلی میں رکھی، اور تھیلی لڑکی کی گود میں رکھ دی۔

"کیوں؟" لڑکی نے پوچھا۔ "یہ قیمت تھوڑی ہے؟"

"بہت تھوڑی۔" احمد کمال نے کہا۔ "ایمان کی قیمت خدا کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔" لڑکی نے کچھ کہنا چاہا لیکن احمد کمال نے اسے بولنے نہ دیا اور کہا۔ "میں اپنا فرض اور اپنا ایمان فروخت نہیں کر سکتا۔ سارا مصر میرے اعتماد پر آرام کی نیند سوتا ہے۔ تین مہینے گزرے سوڈانیوں نے قاہرہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اگر میں وہاں نہ ہوتا اور اگر میں ان کے ہاتھ اپنا ایمان فروخت کر دیتا تو یہ لشکر قاہرہ میں داخل ہو کر تباہی برپا کر دیتا۔ تم مجھے اس لشکر سے زیادہ خطرناک نظر آتی ہو۔ کیا تم جاسوس نہیں ہو؟"

"نہیں!"

"تم یہی بتا دو کہ تمہیں آدھی نے کسی غلام کے پنجے سے بچایا ہے یا تم آدھی سے بچ کر نکلی ہو؟" لڑکی نے بے معنی سا جواب دیا تو احمد کمال نے کہا۔ "مجھے تمہارے متعلق یہ جاننے کی ضرورت نہیں کہ کون ہو اور کہاں سے آئی ہو۔ میں کل تمہیں قاہرہ کے لیے روانہ کر دوں گا۔ وہاں ہمارا جاسوسی اور سراغرسانی کا ایک محکمہ ہے۔ وہ جانے اور تم جانو۔ میرا فرض پورا ہو جائے گا۔"

"اگر اجازت دو تو میں اس وقت ذرا آرام کر لوں۔" لڑکی نے کہا۔ "کل جب قاہرہ کے لیے مجھے روانہ کرو گے تو شاید تمہارے سوالوں کا جواب دے دوں۔"

لڑکی رات بھر کی جاگی ہوئی اور دن کے ایسے خوفناک سفر کی تھکی ہوئی تھی۔ بیٹی

اور سو گئی۔ احمد کمال نے دیکھا کہ وہ نیند میں بڑبڑاتی تھی۔ بے چینی میں سر ادھر ادھر مارتی تھی اور ایسے پتہ چلتا تھا جیسے خواب میں رو رہی ہو۔ احمد کمال نے اپنے ساتھیوں کو بتا دیا کہ ایک مشرک فرنگی لڑکی پکڑی گئی ہے جسے کل قاہرہ بھیجا جائے گا۔ اس کے ساتھی احمد کمال کے کردار سے واقف تھے۔ کوئی بھی ایسا نہ تھا جو نہیں کر سکتا تھا کہ اس نے لڑکی کو بڑی محبت سے اپنے خیمے میں رکھا ہے۔ اس نے لڑکی کا گھوڑا دیکھا تو وہ حیران ہوا کیونکہ گھوڑا اعلیٰ نسل کا تھا اور جب اس نے زین دیکھی تو اس کے شکوک رفع ہو گئے۔ زین کے نیچے مصر کی فوج کا نشان تھا۔ یہ گھوڑا احمد کمال کی اپنی فوج کا تھا۔

حبشیوں نے آندھی کی وجہ سے تعاقب ترک کر دیا تھا۔ وہ واپس زندہ پہنچ گئے تھے۔ روایت نے فیصلہ دے دیا تھا کہ لڑکیاں آندھیاں میں ماری گئی ہوں گی۔ لہٰذا تعاقب میں کسی کو بھیجنا بیکار ہے۔ وقت بھی بہت گزر گیا تھا۔ لیکن رحیب پر آفت نازل ہو رہی تھی۔ اس سے حبشی بار بار یہی ایک سوال پوچھتے تھے "لڑکیاں کہاں ہیں؟" — اور وہ نہیں کہا کہا کر کہتا تھا کہ مجھے معلوم نہیں۔ حبشیوں نے اسے اذیتیں دینی شروع کر دیں۔ تلوار کی نوک سے اس کے جسم میں زخم کرتے اور اپنا سوال دہراتے تھے۔ حبشیوں نے اس کے ساتھیوں کو بھی درختوں کے ساتھ باندھ دیا اور ان کے ساتھ بھی یہی ظالمانہ سلوک کرنے لگے۔ رحیب کو خدا اپنی قوم اور اپنے ملک سے غداری کی سزا دے رہا تھا۔ رات کو بھی اسے نہ کھولا گیا۔ اس کا جسم چھلنی ہو گیا تھا۔

احمد کمال کے خیمے میں لڑکی سوئی ہوئی تھی۔ سورج غروب ہونے سے پہلے جاگی تھی۔ احمد کمال نے اسے کھانا کھلایا تھا۔ اس کے بعد وہ پھر سو گئی تھی۔ اس سے دو تین قدم دور احمد کمال سویا ہوا تھا۔ رات گزرتی جا رہی تھی۔ خیمے میں دیا جل رہا تھا۔ اچانک لڑکی کی چیخ نکل گئی۔ احمد کمال کی آنکھ کھل گئی۔ لڑکی بیٹھ گئی تھی۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا۔ چہرے پر گھبراہٹ تھی۔ احمد کمال اس کے قریب ہو گیا۔ لڑکی تیزی سے سرک کر اس کے ساتھ لگ گئی اور روتے ہوئے بولی — "ان سے بچاؤ۔ وہ مجھے مگرمچھوں کے آگے پھینک رہے ہیں۔ وہ میرا سر کاٹنے لگے ہیں"

"کون؟"

"وہ بھدے حبشی" لڑکی نے ڈرے ہوئے لہجے میں کہا "وہ یہاں آئے تھے"

احمد کمال کو حبشیوں کی قربانی کا علم تھا۔ اسے شک ہوا کہ اسے شاید قربان کرنے

کے لیے لے جایا جا رہا تھا۔ اس نے لڑکی سے پوچھا تو لڑکی نے بازو احمد کمال کے گلے میں ڈال دیئے۔ کہنے لگی "مت پوچھو۔ میں خواب دیکھ رہی تھی" — احمد کمال سمجھ رہا تھا کہ وہ تو بہت ہی ڈری ہوئی ہے۔ اس نے اسے تسلیاں دیں اور یقین دلایا کہ یہاں اسے اٹھانے کے لیے کوئی نہیں آئے گا۔ لڑکی نے کہا "میں سو نہیں سکوں گی۔ تم میرے ساتھ باتیں نہیں کر سکتے؟ میں اکیلی جاگ نہیں سکوں گی۔ میں پاگل ہو جاؤں گی"

احمد کمال نے کہا "میں تمہارے ساتھ جاگتا رہوں گا" — اس نے لڑکی کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا "جب تک میرے پاس ہو تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں" اس نے اس پر عمل بھی کر کے دکھا دیا۔ لڑکی کے ساتھ اس نے حبشیوں کے متعلق یا اس کے متعلق کوئی بات نہ کی نہ پوچھی۔ اسے نرمی اور محبت کی باتیں سناتا رہا۔ لڑکی اس کے ساتھ لگی بیٹھی تھی۔ احمد کمال کا لب و لہجہ شگفتہ تھا۔ اس نے لڑکی کا خوف دور کر دیا اور لڑکی سو گئی۔

لڑکی کی آنکھ کھلی تو صبح طلوع ہو رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ احمد کمال نماز پڑھ رہا تھا۔ وہ اسے دیکھتی رہی۔ احمد کمال نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور آنکھیں بند کر لیں۔ لڑکی اس کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھی رہی۔ احمد کمال فارغ ہوا تو لڑکی نے پوچھا "تم نے خدا سے کیا مانگا تھا؟"

"بدی کے مقابلے کی ہمت!" احمد کمال نے جواب دیا۔

"تم نے خدا سے کبھی سونا اور خوبصورت بیوی نہیں مانگی؟"

"یہ دونوں چیزیں خدا نے بغیر مانگے مجھے دے دی تھیں" — احمد کمال نے کہا — "لیکن ان پر میرا کوئی حق نہیں۔ یہ شاید خدا نے میرا امتحان لینا چاہا تھا"

"تمہیں یقین ہے کہ خدا نے تمہیں بدی کا مقابلہ کرنے کی ہمت دی ہے؟"

"تم نے دیکھا نہیں؟" احمد کمال نے جواب دیا "تمام سونا اور تمام حسن مجھے اپنی راہ سے ہٹا نہیں سکے۔ یہ میری کوشش اور اللہ کی دین ہے"

"کیا خدا گناہ معاف کر دیا کرتا ہے؟" لڑکی نے پوچھا۔

"ہاں! ہمارا خدا گناہ معاف کر دیا کرتا ہے" احمد کمال نے جواب دیا "شرط یہ ہے کہ گناہ بار بار نہ کیا جائے"

لڑکی نے سر جھکا لیا۔ احمد کمال نے جب اس کی سسکیاں سنیں تو اس کا چہرہ اوپر

اٹھایا۔ وہ رو رہی تھی۔ لڑکی نے احمد کمال کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُسے کئی بار چوما۔ احمد کمال نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ لڑکی نے کہا ــ "آج ہم بہن بھائی ہو جائیں گے۔ تم مجھے قاہرہ بھیج دو گے۔ میں اب آزاد نہیں ہو سکوں گی۔ میرا دل بھر کر رہا ہے کہ تمہیں بتا دوں کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آئی ہوں۔ پھر تمہیں بتاؤں گی کہ میں اب کیا ہوں۔"

"ہماری روانگی کا وقت ہو گیا ہے۔" احمد کمال نے کہا ــ "میں خود تمہارے ساتھ چلوں گا۔ میں اتنی نازک اور اتنی خطرناک ذمہ داری کسی اور کو نہیں سونپ سکتا۔"

"یہ نہیں سنو گے کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آئی ہوں؟"

"اٹھو!" احمد کمال نے کہا ــ "یہ سننا میرا کام نہیں" ــ وہ خیمے سے باہر نکل گیا۔

☆

کچھ دیر بعد قاہرہ کی سمت چھ گھوڑے جا رہے تھے۔ ایک پر احمد کمال تھا۔ اس کے پیچھے دوسرے گھوڑے پر لڑکی تھی۔ اس کے پیچھے پہلو بہ پہلو چار گھوڑے محافظوں کے تھے اور ان کے پیچھے ایک اونٹ تھا جس پر سفر کا سامان، پانی اور خوراک وغیرہ لدا ہوا تھا۔ قاہرہ تک کم و بیش چھتیس گھنٹوں کا سفر تھا۔ لڑکی نے دو مرتبہ اپنا گھوڑا اس کے پہلو میں کر لیا اور دونوں مرتبہ احمد کمال نے اسے کہا کہ وہ اپنا گھوڑا اس کے اور محافظوں کے درمیان رکھے۔ اس کے سوا اس نے لڑکی کے ساتھ کوئی بات نہ کی۔

سورج غروب ہونے کے بعد احمد کمال نے قافلے کو روک لیا اور پڑاؤ کا حکم دیا۔

رات لڑکی کو احمد کمال نے اپنے خیمے میں سلایا۔ اس نے دیا جلتا رکھا۔ وہ گہری نیند سویا ہوا تھا۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ کسی نے اس کے ماتھے پر ہاتھ پھیرا تھا۔ اس نے لڑکی کو اپنے پاس بیٹھے دیکھا۔ لڑکی کا ہاتھ اس کے ماتھے پر تھا۔ احمد کمال تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے دیکھا کہ لڑکی کے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس نے احمد کمال کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور اُسے چوم کر بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگی۔ احمد کمال اسے دیکھتا رہا۔ لڑکی نے آنسو پونچھ کر کہا ــ "میں تمہاری دشمن ہوں۔ تمہارے ملک میں جاسوسی کے لیے اور تمہارے بڑے بڑے حاکموں کو آپس میں لڑانے کے لیے اور صلاح الدین ایوبی کے قتل کا انتظام کرنے کے لیے فلسطین سے آئی ہوں۔ لیکن اب میرے دل سے دشمنی نکل گئی ہے۔"

"کیوں؟" احمد کمال نے کہا ــ "تم بزدل لڑکی ہو۔ اپنی قوم سے غداری کر رہی ہو۔ سُولی پر کھڑے ہو کر بھی کہو کہ میں صلیب پر قربان ہو رہی ہوں۔"

"اس کی وجہ سُن لو۔" اس نے کہا ــ "تم پہلے مرد ہو جس نے میرے حسن اور میری جوانی کو قابلِ نفرت چیز سمجھ کر ٹھکرایا ہے۔ ورنہ کیا اپنے کیا بیگانے۔ مجھے کھا نہ سکتے رہے۔ میں نے بھی اسی کو زندگی کا مقصد سمجھا کہ مردوں کے ساتھ کھیلو، دھوکے دو اور عیش کرو۔ میری تربیت ہی اسی مقصد کے تحت ہوئی تھی۔ جسے تم لوگ بے حیائی کہتے ہو وہ میرے لیے ایک فن ہے، ایک ہتھیار ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ مذہب کیا ہے اور خدا کے احکام کیا ہیں۔ صرف صلیب ہے جس کے متعلق مجھے بچپن میں ذہن نشین کرایا گیا تھا کہ یہ خدا کی دی ہوئی نشانی ہے اور یہ عیسائیت کی عظمت کی علامت ہے اور یہ کہ ساری دنیا پر حکمرانی کا حق صرف صلیب کے پجاریوں کو حاصل ہے اور یہ کہ مسلمان صلیب کے دشمن ہیں۔ انہیں اگر زندہ رہنا ہے تو صلیبیوں کے قدموں میں رہ کر زندہ رہیں .... میں انہی چند ایک باتوں کو مذہب کے بنیادی اصول سمجھتی رہی۔ مجھے مسلمانوں کی جڑیں کاٹنے کی تربیت دی گئی تو اسے بھی مذہبی فریضہ کہا گیا....

"کیا تم اپنے ایک سالار رجب کو جانتے ہو؟" لڑکی نے پوچھا۔

"وہ خلیفہ کے محافظ دستوں کا سالار ہے۔" احمد کمال نے کہا۔ "وہ بھی سوڈانیوں کے حملے کی سازش میں شامل تھا۔"

"اب کہاں ہے؟"

"معلوم نہیں۔" احمد کمال نے کہا ــ "مجھے صرف یہ حکم ملا ہے کہ رجب فوج سے بھگوڑا ہو گیا ہے۔ جہاں کہیں نظر آئے اُسے پکڑ لو اور بھاگے تو تیر مار کر اسے ختم کر دو۔"

"میں بتاؤں وہ کہاں ہے؟" لڑکی نے کہا ــ "وہ سوڈان میں حبشیوں کے پاس ہے۔ وہاں ایک خوشنما جگہ ہے۔ وہاں حبشی لڑکیوں کو دیوتا کے آگے قربان کرتے ہیں۔ رجب وہاں ہے۔ میں جانتی ہوں وہ فوج کا بھگوڑا ہے۔ ہم تین لڑکیاں اس کے ساتھ فلسطین سے آئی تھیں۔"

"باقی دو کہاں ہیں؟"

لڑکی نے آہ بھری اور کہا ــ "وہ مر گئی ہیں۔ انہی کی موت نے مجھے بدل ڈالا ہے۔"

لڑکی نے احمد کمال کو ایک لمبی کہانی کی طرح سنایا کہ وہ کس طرح فلسطین سے رجب کے ساتھ آئی تھیں۔ کس طرح حبشیوں نے ان میں سے دو لڑکیوں کو دیوتا کے نام پر قربان کرنا چاہا، رجب انہیں بچا نہ سکا، کس طرح وہ وہاں سے بھاگیں اور راستے میں دو لڑکیاں کس طرح آندھی میں ماری گئیں۔ اس نے کہا ــ "میں اپنے آپ کو شہزادی سمجھتی

تھی۔ میں نے بادشاہوں کے دلوں پر حکمرانی کی ہے۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ خدا بھی ہے اور موت بھی ہے۔ مجھے گناہوں میں ڈبویا گیا اور میں ڈوبتی چلی گئی۔ عجیب لذت تھی اس ڈوبنے میں، مگر مجھے وہ مگرمچھ دکھائے گئے جن کے آگے ذبح کی ہوئی لڑکیوں کے جسم پھینکے جاتے ہیں۔ مگرمچھ پانی کے کنارے سوئے ہوئے تھے۔ اُن کے بھدے اور مکروہ جسم دیکھ کر میں کانپ گئی۔ وہ میرے اس جسم کو جس نے بادشاہوں کے سر جھکائے تھے، ان مگرمچھوں کی خوراک بنانا چاہتے تھے۔ میں نے وہ بدصورت، سیاہ کالے حبشی دیکھے جو میرا سر میرے جسم سے الگ کرنے کے لیے آگئے تھے۔ موت کے پروں کی آواز مجھے سنائی دینے لگی تھی۔ میری رگ رگ بیدار ہوگئی۔ میرے اندر سے مجھے آواز سنائی دی۔ اپنے حسن اور اتنے دل نشین جسم کا انجام دیکھ — ہم جان کی بازی لگا کر اپنے گھر سے نکلی تھیں۔ ہمیں یہ کہہ کر رجب کے ساتھ فلسطین سے بھیجا گیا تھا کہ یہ شخص ہماری حفاظت کرے گا لیکن اس شخص نے میرے ساتھ دست درازی کی....

"ہم وہاں سے بھاگیں۔ آندھی میں گھوڑے بے قابو ہو کر بھاگ اٹھے۔ ہمارے لیے صحرا میں کوئی پناہ نہیں تھی۔ ہم آندھی اور گھوڑوں کے رحم و کرم پر تھیں۔ پہلے ایک لڑکی گری۔ میں نے اُسے گھوڑے کے نیچے آتے دیکھا۔ پھر دوسری لڑکی گھوڑے سے گری تو پاؤں رکاب میں پھنس جانے کی وجہ سے گھوڑے نے اسے دو میل سے زیادہ فاصلے تک گھسیٹا۔ اس کی چیخیں میرا جگر چاک کر رہی تھیں۔ میں اب بھی اس کی چیخیں سن سکتی ہوں۔ جب تک زندہ رہوں گی، یہ چیخیں سنتی رہوں گی۔ پھر وہ لڑکی لاش بن گئی۔ میرا گھوڑا ساتھ ساتھ دوڑا آرہا تھا مگر میرے قابو میں نہیں تھا۔ وہ لڑکی بھی اپنے گھوڑے کے ساتھ پیچھے رہ گئی۔ میں اب اکیلی تھی۔ مجھے خدا نے ان دو لڑکیوں کو مار کر بتا دیا تھا کہ میرا انجام کیا ہوگا۔ وہ مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت اور شوخ تھیں۔ ان میں حسن کا غرور بھی تھا۔ انہوں نے بھی بادشاہوں کو انگلیوں پر نچایا تھا مگر ایسی بھیانک موت میں کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ اب وہ ریت کی گمنام قبروں میں دفن ہوگئی ہیں۔ میں اکیلی رہ گئی۔ آندھی کے زناٹے موت کے قہقہے بن گئے۔ مجھے اپنے سر کے اوپر، آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں چڑیلیں، بدروحیں، بھوت اور موت کے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔ میں بدصورت اور بدبخت لڑکی نہیں ہوں۔ دماغ روشن ہے۔ میں نے جان لیا کہ خدا مجھے گناہوں کی سزا دے رہا ہے۔ ایسی ہیبت ناک موت اور ایسی ہولناک آندھی۔ وہ تم نے بھی دیکھی ہے۔ مجھے خدا یاد

آگیا۔ میں نے خدا کو بلند آواز سے پکارا۔ رو رو کر گناہوں سے توبہ کی اور معافی مانگی۔ پھر میں بے ہوش ہوگئی....

"اور جب ہوش میں آئی تو میں تمہارے خیمے میں تھی۔ تمہاری گوری رنگت دیکھ کر میں خوش ہوئی کہ تم یورپی ہو اور میں فلسطین میں ہوں۔ اسی دھوکے میں میں نے اپنی زبان میں پوچھا تھا کہ کیا میں فلسطین میں ہوں۔ جب مجھے پتہ چلا کہ میں مسلمانوں کے قبضے میں ہوں تو میرا دل بیٹھ گیا۔ میں آندھی سے بچ کر اپنے دشمن کے قبضے میں آگئی تھی۔ مسلمانوں کے متعلق مجھے بتایا گیا تھا کہ عورتوں کے ساتھ درندوں جیسا سلوک کرتے ہیں لیکن تم نے میرے ساتھ وہ سلوک کیا جس کی مجھے توقع نہیں تھی۔ تم نے سونا ٹھکرا دیا اور تم نے مجھے بھی ٹھکرا دیا۔ میں اس قدر خوف زدہ تھی کہ میں کہتی تھی کہ خواہ کوئی مل جائے۔ مجھے پناہ دے دے اور مجھے سینے سے لگا لے۔ تمہارے متعلق مجھے ابھی تک یقین نہیں آیا تھا کہ تمہارا کردار پاک ہے۔ مجھے یہ توقع تھی کہ رات کو تم مجھے پریشان کرو گے۔ میں خواب میں بھی مگرمچھوں، حبشیوں اور آندھی کی دہشت دیکھتی رہی۔ میں ڈر کر اٹھی تو تم نے مجھے سینے سے لگا لیا اور بچوں کی طرح مجھے کہانیاں سنا کر میرا خوف دور کر دیا اور جب رات گزر گئی تو میں نے جاگتے ہی تمہیں خدا کے آگے سجدے میں دیکھا۔ تم نے جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور آنکھیں بند کر لی تھیں اس وقت تمہارے چہرے پر مسرت، سکون اور نور تھا۔ میں اس شک میں پڑ گئی کہ تم انسان نہیں فرشتہ ہو، کوئی انسان سونے اور مجھ جیسی لڑکی سے منہ نہیں موڑ سکتا....

"میں نے تمہارے چہرے پر جو سکون اور مسرت دیکھی تھی اس نے میرے آنسو نکال دیئے۔ میں تم سے پوچھنا چاہتی تھی کہ یہ سکون تمہیں کس نے دیا ہے۔ میں تمہارے وجود سے اتنی متاثر ہوئی کہ میں نے تمہیں دھوکے میں رکھنا بہت بڑا گناہ سمجھا۔ میں تمہیں یہ کہنا چاہتی تھی کہ میں تمہیں اپنے متعلق ہر ایک بات بتا دوں گی۔ اس کے عوض مجھے یہ کردار اور یہ سکون دے دو اور میرے دل سے وہ دہشت اتار دو جو مجھے بڑی ہی تلخ اذیت دے رہی ہے مگر تم نے میری بات نہ سنی۔ تمہیں فرض عزیز تھا۔" اس نے احمد کمال کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور کہا۔ "تم شاید اسے بھی دھوکہ سمجھو، لیکن میرے دل کی بات سن لو۔ میں تم سے جدا نہیں ہو سکوں گی۔ میں نے کل تمہیں گناہ کی دعوت دیتے ہوئے کہا تھا کہ مجھے اپنی لونڈی سمجھو۔ مگر اب میں ساری عمر

کے لیے تمہارے قدموں میں بیٹھی رہوں گی۔ مجھے اپنی لونڈی بنالو اور اس کے عوض مجھے وہ سکون دے دو جو میں نے نماز کے وقت تمہارے چہرے پر دیکھا تھا۔"

"میں تمہیں بالکل نہیں کہوں گا کہ تم مجھے دھوکہ دے رہی ہو۔" احمد کمال نے کہا۔ "میری مجبوری یہ ہے کہ میں اپنی قوم کو اور اپنی فوج کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ تم میرے پاس امانت ہو، میں خیانت نہیں کرسکتا۔ میں نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا وہ میرا فرض تھا۔ یہ فرض اس وقت ختم ہوگا جب میں تمہیں متعلقہ محکمے کے حوالے کردوں گا اور وہ مجھے حکم دے گا کہ احمد کمال تم واپس چلے جاؤ۔"

وہ اُسے دھوکہ نہیں دے رہی تھی۔ اس نے روتے ہوئے کہا — "تمہارے حاکم جب مجھے سزائے موت دیں گے تو تم میرا ہاتھ پکڑے رکھنا۔ اب یہی ایک خواہش ہے۔ میں تمہیں ایسی بات نہیں کہوں گی کہ مجھے فلسطین پہنچا دو۔ میں تمہارے فرض کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنوں گی۔ مجھے صرف اتنا کہہ دو کہ میں نے تمہارا پیار قبول کرلیا ہے۔ میں تمہیں یہ بھی نہیں کہوں گی کہ مجھے اپنی بیوی بنالو کیونکہ میں ایک ناپاک لڑکی ہوں۔ مجھے تربیت دینے والوں نے پتھر بنا دیا تھا۔ میں یہ بھی سمجھتی تھی کہ میرے اندر انسانی جذبات نہیں رہے لیکن خدا نے مجھے بڑے ہی پُرپیچ طریقے سے سمجھا دیا کہ انسان پتھر نہیں بن سکتا اور وہ ایک نہ ایک دن مجبور ہوکر کسی سے پوچھتا ہے کہ سیدھا راستہ کون سا ہے۔"

رات گزرتی جارہی تھی اور وہ دونوں باتیں کررہے تھے۔ احمد کمال نے اس سے پوچھا — "تم جیسی لڑکیوں کو ہمارے ملک میں بھیج کر اُن سے کیا کام لیا جاتا ہے؟"

"بہت سے کام کرائے جاتے ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔ "بعض کو مسلمان امراء کے حرموں میں مسلمان کے روپ میں داخل کردیا جاتا ہے جہاں وہ تربیت کے مطابق امراء اور وزراء پر غالب آجاتی ہیں۔ اُن سے صلیبیوں کی پسند کے افراد کو عہدے دلاتی ہیں۔ جو حاکم صلیبیوں کے خلاف ہو اس کے خلاف کارروائیاں کراتی ہیں۔ مسلمان لڑکیاں اتنی چالاک نہیں ہوتیں۔ انہیں اپنی خوبصورتی پر ناز ہوتا ہے۔ وہ حرموں کے لیے منتخب تو ہوجاتی ہیں لیکن ایک عیسائی یا یہودی لڑکی انہیں بیکار کرکے اپنا غلام بنا لیتی ہے۔ اس وقت تک اسلامی حکومت کے امیروں اور وزیروں اور قلعہ داروں کی آدھی تعداد کے فیصلے میری قوم کے حق میں ہوتے ہیں .... لڑکیوں کا ایک گروہ اور بھی ہے۔ یہ لڑکیاں [illegible]

نام سے مسلمانوں کی بیویاں بن جاتی ہیں۔ ان کا کام یہ ہے کہ اچھے درجے کے مسلمان گھرانوں کی لڑکیوں کے دماغ اور کردار خراب کرتی ہیں۔ ان کے لڑکوں کو بدی کے راستے پر ڈالتی اور شریف گھرانوں کی لڑکیوں اور لڑکوں کے معاشقے کراتی ہیں۔ مجھ جیسی صلیبی لڑکیاں چوری چھپے تمہارے ایسے حاکموں کے پاس آتی ہیں جو ہمارے ہاتھ میں کھیل رہے ہوتے ہیں۔ ان حاکموں کو سونے کے سکوں کی صورت میں معاوضہ ملتا رہتا ہے۔ وہ مجھ جیسی لڑکیوں کو حفاظت میں ایسے طریقے سے رکھتے ہیں، جن سے ان پر ذرا سا شک بھی نہیں ہوتا۔ یہ لڑکیاں اعلیٰ درجے کے حاکموں کے درمیان رقابت اور غلط فہمیاں پیدا کرتی اور صلاح الدین ایوبی اور نورالدین زنگی کے خلاف ناپسندیدگی پیدا کرتی ہیں۔ مجھے دو لڑکیوں کے ساتھ اسی کام کے لیے رجب کے حوالے کیا گیا تھا۔"

وہ اسے صلیبیوں کی درپردہ کارروائیوں اور مسلمانوں کی ایمان فروشی کی تفصیل سناتی رہی۔ احمد کمال سنتا رہا۔

☆

دوسرے دن سورج غروب ہونے سے بہت پہلے یہ قافلہ قاہرہ پہنچ گیا۔ احمد کمال علی بن سفیان کے پاس گیا اور اسے لڑکی کے متعلق تمام تر رپورٹ دے کر لڑکی اس کے حوالے کردی۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ رجب حبشیوں کے پاس ہے اور اس نے اس جگہ کو اڈہ بنا رکھا ہے جہاں حبشی لڑکی کی قربانی دیا کرتے تھے۔ احمد کمال نے یہ بھی کہا کہ اگر اسے حکم دیا جائے تو وہ رجب کو زندہ یا مردہ وہاں سے لاسکتا ہے۔ علی بن سفیان نے ایسا حکم نہ دیا کیونکہ اس مقصد کے لیے اس کے پاس تربیت یافتہ فوجی تھے۔ احمد کمال نے وہ طریقہ بتا دیا جس سے رجب تک پہنچا جاسکتا تھا۔ اس نے یہ طریقہ لڑکی کی سنائی ہوئی باتوں کے مطابق سوچا تھا۔ علی بن سفیان پہلے ہی ایک پارٹی سوڈان بھیج چکا تھا۔ اس نے لڑکی سے تفتیش کرنے سے پہلے چار نہایت ذہین کمانڈر بلائے اور انہیں احمد کمال کے حوالے کرکے حکم دیا کہ اس کے مطابق وہ سوڈان فوراً چلے جائیں اور رجب کو لانے کی کوشش کریں۔ اس نے احمد کمال کو واپسی سے پہلے آرام کے لیے بھیج دیا اور لڑکی کو اپنے پاس بلایا۔

لڑکی سے اس نے پہلا سوال کیا تو لڑکی نے جواب دیا۔" احمد کمال میرے سامنے بیٹھا رہے گا تو جو پوچھو گے بتا دوں گی ورنہ زبان نہیں کھولوں گی خواہ جلاّد کے حوالے کر دو۔"

علی بن سفیان نے احمد کمال کو بلا کر اس کے سامنے بٹھا دیا۔ لڑکی نے سکرا کر بولنا شروع کر دیا۔ اس نے کچھ بھی نہ چھپایا اور آخر میں کہا۔" مجھے سزا دینی ہے تو میری ایک آخری خواہش پوری کر دو۔ میں احمد کمال کے ہاتھ سے مرنا چاہتی ہوں۔"

اس نے تفصیل سے سنا دیا کہ وہ احمد کمال کی مُرید کیوں بن گئی ہے۔

علی بن سفیان نے لڑکی کو قید میں ڈالنے کی بجائے احمد کمال کی تحویل میں رہنے دیا اور سلطان ایوبی کے پاس چلا گیا۔ اسے لڑکی کا سارا بیان سنایا۔ اس نے کہا۔" آپ کا معتمد فیض الفاطمی ہمارا دشمن ہے۔ لڑکیوں کو اس کے پاس آنا تھا۔" سلطان ایوبی کا فوری ردِعمل یہ تھا۔" وہ جھوٹ بکتی ہے۔ تمہیں گمراہ کر رہی ہے۔ فیض الفاطمی ایسا حاکم نہیں۔"

"امیرِ محترم! آپ بھول گئے ہیں کہ وہ فاطمی ہے؟" علی بن سفیان نے کہا۔

"آپ شاید یہ بھی بھول گئے ہیں کہ فاطمی اور فدائیوں کا گہرا رشتہ ہے۔ یہ لوگ آپ کے وفادار ہو ہی نہیں سکتے۔"

سلطان ایوبی گہری سوچ میں کھو گیا۔ وہ غالباً سوچ رہا تھا کہ کس پر بھروسہ کرے۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا۔" علی! میں تمہیں یہ اجازت نہیں دوں گا کہ فیض الفاطمی کو گرفتار کر لو۔ کوئی ایسی ترکیب کرو کہ وہ جرم کرتا پکڑا جائے۔ میں اسے موقعہ پر پکڑنا چاہتا ہوں اور یہ موقعہ پیدا کرنا تمہارا کام ہے۔ وہ جنگ جیسے اہم شعبے کا حاکم ہے۔ سلطنت کے جنگی راز اس کے پاس ہیں۔ مجھے بہت جلدی یہ ثبوت چاہیے کہ وہ ایسے گھناؤنے جرم کا مجرم ہے یا نہیں۔"

علی بن سفیان سراغرسانی کا ماہر تھا۔ خدا نے اسے دماغ ہی ایسا دیا تھا۔ اس نے ایک ترکیب سوچ لی اور سلطان ایوبی سے کہا۔" لڑکی جن مراحل سے گزر کر آئی ہے ان کی دہشت نے اس کا دماغ ماؤف کر دیا ہے اور وہ احمد کمال کے لیے جذباتی ہو گئی ہے کیونکہ اس شخص نے اسے دہشت سے بچایا اور ایسا سلوک کیا ہے کہ لڑکی اس کے بغیر بات ہی نہیں کرتی۔ مجھے امید ہے کہ میں اسی لڑکی کو استعمال کر سکوں گا۔"

"کوشش کر دیکھو۔" سلطان ایوبی نے کہا۔" لیکن یاد رکھو، میں واضح ثبوت اور شہادت کے بغیر تمہیں اجازت نہیں دوں گا کہ فیض الفاطمی کو گرفتار کرو۔ مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ وہ بھی دشمن کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔"

علی بن سفیان لڑکی کے پاس گیا اور اسے اپنا مدعا بتایا۔ لڑکی نے کہا۔" احمد کمال کہے تو میں آگ میں بھی کود جاؤں گی۔" احمد کمال نے اسے کہا۔" جیسے یہ کہتے ہیں ویسے کر دو۔ ان کی بات سمجھ لو۔"

"اس کا مجھے کیا انعام ملے گا؟" لڑکی نے پوچھا۔

"تمہیں پوری حفاظت سے فلسطین کے قلعہ شوبک میں پہنچا دیا جائے گا۔" علی بن سفیان نے کہا۔" اور یہاں تمہیں پوری عزت سے رکھا جائے گا۔"

"نہیں!" لڑکی نے کہا۔" یہ انعام بہت تھوڑا ہے۔ مجھے منہ مانگا انعام دو۔ میں اسلام قبول کروں گی اور احمد کمال میرے ساتھ شادی کرے۔"

احمد کمال نے صاف انکار کر دیا۔ علی بن سفیان اسے باہر لے گیا۔ احمد کمال نے کہا کہ یہ بے شک اسلام قبول کرے لیکن میں اسے پھر بھی اسلام کا دشمن سمجھوں گا۔ علی بن سفیان نے اسے کہا۔" ملک اور قوم کی سلامتی کی خاطر تمہیں یہ قربانی دینی ہو گی۔" احمد کمال مان گیا۔ اس نے اندر جا کر لڑکی سے کہا۔" میں چونکہ تمہیں ابھی تک بے اعتبار لڑکی سمجھ رہا ہوں اس لیے شادی سے انکار کیا ہے۔ اگر تم ثابت کر دو کہ تمہارے دل میں میرے مذہب کے لیے قربانی کا جذبہ ہے تو میں تمام عمر تمہارا غلام رہوں گا۔"

لڑکی نے علی بن سفیان سے کہا۔" کہو مجھے کیا کرنا ہے۔ میں بھی دیکھ لوں گی کہ مسلمان اپنے وعدے کے کتنے پکّے ہوتے ہیں۔ میری ایک شرط یہ بھی ہے کہ احمد کمال میرے ساتھ رہے گا۔"

علی بن سفیان نے اس کی یہ شرط بھی مان لی اور اپنے ایک اہل کار کو بلا کر احمد کمال اور لڑکی کے لیے رہائش کے انتظام کا حکم دے دیا۔ اس نے دروازہ بند کر لیا اور لڑکی کو احمد کمال کی موجودگی میں بتانے لگا کہ اُسے کیا کرنا ہے۔

☆

تیسرے دن علی بن سفیان کے بھیجے ہوئے آدمی حبشیوں کی اُس مقدس جگہ پہنچ گئے جہاں سے لڑکیاں بھاگی تھیں اور جہاں رجب حبشیوں کا قیدی تھا۔ یہ چھ

آدمی تھے اور سب اونٹوں پر سوار تھے۔ انہوں نے جیسں نہیں بدلا تھا۔ وہ مصری فوج کے لباس میں تھے۔ ان کے پاس برچھیاں، تیر و کمان اور تلواریں تھیں۔ انہیں احمد کمال نے لڑکیوں کی روئیداد سنادی تھی۔ اس کے مطابق علی بن سفیان نے انہیں طریقہ کار سمجھا دیا تھا۔ وہ پہاڑی خطّے کے اندر گئے جسے پہاڑیوں نے قلعہ بنا رکھا تھا۔ ایک برچھی نہ جانے کہاں سے آئی اور ان کے سامنے زمین میں گڑ گئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ رک جاؤ، تم گھیرے میں ہو۔ وہ رک گئے۔ حبشی پروہت سامنے آیا۔ اس کے ساتھ تین حبشی تھے جن کے پاس برچھیاں تھیں۔ حبشی نے انہیں خبردار کیا کہ وہ اس کے چھپے ہوئے تیر اندازوں کی زد میں ہیں۔ اگر انہوں نے کوئی غلط حرکت کی تو ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا۔

سب نے اپنے ہتھیار حبشیوں کے آگے پھینک دیئے اور اونٹوں سے اُتر آئے۔ ان کے قائد نے حبشی پروہت سے ہاتھ ملا کر کہا ــــ "ہم تمہارے دوست ہیں۔ محبت لے کے آئے ہیں، تمہاری محبّت لے کے جائیں گے .... کیا تم نے تینوں لڑکیوں کی قربانی دے دی ہے؟"

"ہم نے کسی لڑکی کی قربانی نہیں دی" ــــ پروہت نے غصّے سے جواب دیا۔

"تم کیوں پوچھتے ہو؟"

ہم مصری فوج کے باغی ہیں" ــــ جماعت کے قائد نے جواب دیا ــــ "ہم تمہاری اس فوج کے سپاہی ہیں جو مسلمانوں سے تمہارے دیوتا کی توہین کا انتقام لے گی۔ ہمیں تمہارے آدمیوں نے بتایا تھا کہ انہیں شکست اس لیے ہوئی ہے کہ لڑکی کی قربانی نہیں دی جا سکی۔ ہم رجب کے ساتھ تھے۔ ہم نے اسے کہا کہ ہم تین فرنگی لڑکیاں اغوا کر کے لے آئیں گے اور ایک کی بجائے تین لڑکیاں قربان کریں گے اور دیوتا کے مگرمچھوں کو کھلائیں گے۔ ہم بڑی دُور سے تین لڑکیاں ورغلا کر اور بہت سے لالچ دے کر لے آئے اور رجب کے حوالے کر دی تھیں۔ وہ انہیں یہاں لے آیا تھا۔ ہم یہ دیکھنے آئے ہیں کہ لڑکیوں کی قربانی دی جا چکی ہے یا نہیں"

حبشی پروہت دھوکے میں آ گیا۔ اس نے کہا ــــ "رجب نے ہمارے ساتھ کمینگی کی ہے۔ وہ لڑکیاں لے آیا تھا مگر اس کی نیت خراب ہو گئی تھی۔ اس نے لڑکیوں کو یہاں سے بھگا دیا لیکن ہم نے اسے نہیں بھاگنے دیا۔ اسے پوری سزا دی ہے۔ لڑکیاں ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہیں۔ گیا تم دو لڑکیوں کا بندوبست کر سکتے

ہو؟ دیوتاؤں کا قہر سخت ہوتا جا رہا ہے"

"ہم ضرور بندوبست کریں گے" ــــ قائد نے کہا ــــ "تھوڑے دنوں تک ہم دو لڑکیاں لے آئیں گے۔ ہمیں رجب کے پاس لے چلو۔ ہم اس سے پوچھیں گے کہ لڑکیاں کہاں ہیں؟"

حبشی پروہت سب کو اپنے ساتھ لے گیا۔ ایک جگہ مٹی کا ایک چوڑا اور گول برتن رکھا تھا جو ایسے ہی ایک برتن سے ڈھکا ہوا تھا۔ پروہت نے اوپر والا برتن اُٹھا کر نیچے والے برتن میں ہاتھ ڈالا۔ جب اُس نے ہاتھ باہر نکالا تو اس کے ہاتھ میں رجب کا سر تھا۔ چہرے کا ہر ایک نقش بالکل صحیح اور سلامت تھا۔ آنکھیں آدھی کھلی ہوئی تھیں۔ منہ بند تھا۔ یہ سر اور چہرہ گردن سے کاٹ کر جسم سے الگ کر دیا گیا تھا۔ اسے پانی ٹپک رہا تھا۔ یہ کوئی دوائی تھی جس میں حبشیوں نے سر ڈالا ہوا تھا تاکہ خراب نہ ہو۔ پروہت نے کہا ــــ "اس کا جسم مگرمچھوں کو کھلا دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھیوں کو ہم نے زندہ جھیل میں پھینک دیا تھا۔ مگرمچھ بھوکے تھے"

"اگر ہمیں یہ سر دے دو تو ہم اپنے تمام ساتھیوں کو دکھائیں گے" ایک نے کہا ــــ "اور انہیں بتائیں گے کہ جو انگوک کے دیوتا کی توہین کرے گا اس کا یہ انجام ہوگا"

"تم اس شرط پر لے جا سکتے ہو کہ کل سورج غروب ہونے سے پہلے واپس لے آؤ گے" ــــ پروہت نے کہا ــــ "یہ انگوک کے دیوتا کی ملکیت ہے۔ اگر واپس نہیں لاؤ گے تو تمہارا سر جسم سے جدا ہو جائے گا"

☆

تیسرے روز رجب کا سر سلطان صلاح الدین ایوبی کے قدموں میں پڑا تھا اور سلطان ایوبی گہری سوچ میں کھویا ہوا تھا۔

اسی رات کا واقعہ ہے ــــ احمد کمال اور لڑکی اس مکان کے برآمدے میں سوئے ہوتے تھے جو انہیں رہائش کے لیے دیا گیا تھا۔ اس مکان میں رہتے ہوئے انہیں چھ روز گزر گئے تھے۔ اس دوران لڑکی احمد کمال سے کہتی رہی تھی کہ وہ فوراً مسلمان ہونے کو تیار ہے اور احمد کمال اس کے ساتھ شادی کرے، لیکن احمد کمال یہی ایک جواب دیتا تھا ــــ "پہلے فرض پورا کریں گے" ــــ لڑکی نے دو تین بار اس خدشے کا بھی اظہار کیا تھا کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہوگا۔ احمد کمال اسے ابھی ایک

ہاتھ دور ہی رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس دوران لڑکی کے دل سے دہشت اتر گئی تھی اور اب وہ ہوشمندی سے سوچنے کے قابل ہوگئی تھی۔

اس رات وہ اور احمد کمال برآمدے میں سوئے ہوئے تھے۔ باہر ایک سپاہی پہرے پر کھڑا تھا۔ آدھی رات سے کچھ دیر پہلے پہرہ دار مکان کے ارد گرد گھومنے کے لیے آہستہ آہستہ چلا تو کسی نے پیچھے سے اس کی گردن بازو میں جکڑ لی۔ فوراً بعد اس کے منہ پر کپڑا باندھ دیا گیا۔ ہاتھ اور پاؤں بھی رسیوں میں جکڑے گئے۔ وہ چار آدمی تھے۔ مکان کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ ایک آدمی دیوار سے پیٹھ لگا کر کھڑا ہوگیا دوسرا اس کے کندھوں پر چڑھ کر دیوار پھلانگ گیا۔ اندر سے اس نے دروازہ کھول دیا۔ باقی تین آدمی بھی اندر چلے گئے۔ ایک جو سب سے زیادہ قوی ہیکل تھا، اس نے لڑکی کے منہ پر کپڑا باندھ دیا۔ لڑکی کے جاگنے تک اس نے لڑکی کو دبوچ لیا اور اٹھا کر کندھے پر ڈال لیا۔ تین آدمیوں نے احمد کمال کو رسیوں سے جکڑ کر اور منہ پر کپڑا باندھ کر پلنگ پر ہی پڑا رہنے دیا۔ اسے مزاحمت کی مہلت ہی نہ ملی۔ باہر جا کر انہوں نے لڑکی پر کمبل ڈال دیا تاکہ کوئی دیکھ لے تو اسے پتہ نہ چل سکے کہ اس آدمی کے کندھوں پر لڑکی ہے۔

شہر سے چار پانچ میل دور فرعونوں کے وقتوں کی ایک بہت ہی وسیع و عریض اور جول جلیوں جیسی عمارت کے کھنڈر تھے۔ ان کے متعلق لوگ بہت سی ڈراؤنی باتیں کیا کرتے تھے کہ عمارت کے اندر ایک بلند چٹان ہے۔ اس چٹان کو کاٹ کر بہت سے کمرے اور ان کمروں کے نیچے بھی کمرے بنے ہوئے تھے۔ ان کے اندر وہی جا کر واپس آ سکتا تھا جو ان سے واقف تھا۔ بہت مدت سے کسی نے ان کھنڈروں کے اندر جانے کی جرأت نہیں کی تھی۔ مشہور ہوگیا تھا کہ اندر جنوں بھوتوں کا بسیرا ہے۔ اندر سانپوں کا بسیرا تو ضرور ہی تھا۔ سانپوں کے ڈر سے لوگ اس کھنڈر کے قریب سے بھی نہیں گزرتا تھا۔ بڑی خوفناک کہانیاں سنی سنائی جاتی تھیں۔ اس کے باوجود یہ چار آدمی جو لڑکی کو اغوا کر کے لے گئے تھے، ان کھنڈروں میں داخل ہوگئے اور داخل بھی اس طرح ہوئے جیسے یہی ان کا گھر تھا۔

وہ غار نما کمروں، غلام گردشوں اور اندھیری گلیوں میں سے بغیر رکے گذرتے گئے۔ آگے مشعلوں کی روشنی تھی۔ ان کے قدموں کی آہٹوں سے چمگادڑ اڑتے اور چیخ چیخ اتے تھے۔ چھپکلیاں اور رینگنے والی کئی چیزیں ادھر ادھر بھاگتی پھر رہی تھیں۔

اندر مکڑیوں کے جالے اور کائی بھی تھی ..... وہ چٹان میں بنے ہوئے ایک کمرے میں داخل ہوگئے۔ وہاں ایک آدمی مشعل لیے کھڑا تھا جو ان کے آگے آگے چل پڑا۔ آگے سیڑھیاں تھیں جو نیچے اترتی تھیں۔ وہ سب نیچے اتر گئے اور ایک طرف مڑ کر ایک وسیع کمرے میں داخل ہوگئے۔ وہاں فرش پر بستر بچھا تھا۔ اس کے ساتھ بڑی خوشنما دری تھی۔ کمرہ سجا ہوا تھا۔ لڑکی کو بستر پر ڈال کر اس کے منہ سے کپڑا کھول دیا گیا — لڑکی غصے سے بولی — "میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا گیا ہے؟ میں مرجاؤں گی کسی کو اپنے قریب نہیں آنے دوں گی۔"

"اگر تمہیں وہاں سے اٹھوا نہ لیا جاتا تو کل صبح تمہیں جلاد کے حوالے کر دیا جاتا۔" ایک آدمی نے کہا — "میرا نام فیض الفاطمی ہے۔ تمہیں میرے پاس آنا تھا۔ باقی دو کہاں ہیں؟ تم اکیلی کیسے پکڑی گئی ہو؟ رجب کہاں ہے؟"

لڑکی مطمئن ہوگئی اور بولی — "میں خدا کا شکر بجالاتی ہوں جس نے مجھے بڑی بڑی خوفناک مصیبتوں سے بچا لیا۔ میں منزل پر پہنچ گئی ہوں" — اس نے فیض الفاطمی کو رجب، حبشیوں، آندسی، دو لڑکیوں کی موت اور احمد کمال کے ہتھے چڑھ جانے کی ساری روئیداد سنا دی۔ فیض الفاطمی نے اسے تسلی دی اور ان چاروں آدمیوں کو جو لڑکی کو اٹھا لائے تھے، سونے کے چھ چھ ٹکڑے دیئے اور کہا — "تم اب اپنی اپنی جگہ سنبھال لو۔ میں تھوڑی دیر بعد چلا جاؤں گا۔ یہ لڑکی تین چار روز یہیں رہے گی۔ میں رات کو آیا کروں گا۔ باہر جب اس کی تلاش ختم ہوجائے گی تو اسے لے جاؤں گا۔"

چاروں آدمی چلے گئے اور کھنڈر کے چاروں طرف ایسی جگہوں پر بیٹھ گئے جہاں سے باہر نظر رکھی جا سکتی تھی۔ فیض الفاطمی کے ساتھ ایک ہی آدمی رہ گیا جو مصری فوج کا کمانڈر تھا۔ اندر فیض الفاطمی اپنی کامیابی پر بہت خوش تھا اور دو لڑکیوں کی موت کا اسے غم بھی تھا۔ اسے رجب کے انجام کا ابھی علم نہیں تھا۔ اس نے کہا — "رجب کو وہاں سے نکالنا ضروری ہے۔ اس نے علی بن سفیان اور صلاح الدین ایوبی کے قتل کا کچھ انتظام کیا تھا جس کا مجھے ابھی علم نہیں کہ کیا تھا۔ اس نے غالباً فدائیوں سے معاملہ طے کیا ہے۔ یہ دونوں قتل اب بہت ضروری ہوگئے ہیں۔ اب ہمیں کوئی نیا منصوبہ بنانا ہے۔ میں دوسرے ساتھیوں سے بات کر کے تمہیں کل بتاؤں گا۔ ابھی آرام کرو۔ مجھے واپس جانا ہے۔"

"صلاح الدین ایوبی کو آپ پر اعتماد ہے؟" — لڑکی نے پوچھا۔

"اتنا زیادہ کہ اپنی ذاتی باتوں میں بھی مجھ سے مشورہ لیتا ہے۔" فیض الفاطمی نے جواب دیا۔

"مجھے پتہ چلا ہے کہ اعلیٰ حکام میں صلاح الدین ایوبی کے وفاداروں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔" لڑکی نے کہا ۔"اور فوج بھی اس کی وفادار ہے۔"

"یہ صحیح ہے۔" کمانڈر جو وہاں موجود تھا بولا ۔"اس کا سراغرسانی کا محکمہ بہت ہوشیار ہے جہاں کوئی سر اٹھاتا ہے۔ اس کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ اعلیٰ حکام میں دو ادھر ہیں جو صلاح الدین ایوبی کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ ان کے نام آپ کو محترم فیض الفاطمی بتا سکیں گے۔"

فیض الفاطمی نے دونوں نام بتا دیئے اور مسکرا کر لڑکی سے کہا ۔"تمہیں اعلیٰ سطح پر ہی کام کرنا ہے۔ صرف دو حکام کے درمیان چپقلش پیدا کرنی ہے اور دو کو زہر دینا ہے جو تم آسانی سے دے سکو گی مگر اب مشکل یہ پیدا ہو گئی ہے کہ تمہیں کسی محفل میں نہیں لے جا سکیں گے۔ تم پردہ نشین مسلمان لڑکی کے بھیس میں کام کرو گی: ورنہ پکڑی جاؤ گی۔ ہو سکتا ہے میں تمہیں واپس فلسطین بھیج دوں اور کسی اور لڑکی کو بلا لوں جسے یہاں کوئی پہچان نہ سکے۔ میرا گروہ بہت ذہین اور سرگرم ہے۔ یہ سالاروں سے نیچے کمانداروں کی سطح کا گروہ ہے۔ یہ چار آدمی جو تمہیں اتنی دلیری سے اٹھا لائے ہیں، اسی گروہ کے افراد ہیں۔ ہم نے ایوبی کی فوج میں بے اطمینانی پھیلانی شروع کر دی ہے۔ قوم اور فوج کو ایک دوسری سے متنفر کرنا ضروری ہے۔ اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ شامی اور ترک فوجی مصری عوام میں اپنے اچھے سلوک، کردار اور لڑنے کے جذبے کی بدولت بہت مقبول ہیں اور عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ سوڈانیوں کو شکست دے کر انہوں نے شہریوں کے دلوں میں عزت کا اضافہ کر لیا ہے۔ ہمیں فوج کی اس عزت کو مجروح کرنا ہے۔ سالاروں اور دیگر فوجی حکام کو رسوا کرنا ہے۔ اس کے بغیر ہم صلیبیوں اور سوڈانیوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ باہر کا حملہ ناکام رہے گا۔ فوج اسے کامیاب نہیں ہونے دے گی۔ قوم فوج کا ساتھ دے گی۔ اگر اس وقت ایک طرف سے صلیبی اور دوسری طرف سے سوڈانی حملہ کر دیں تو قوم اور فوج مل کر قاہرہ کو ایسا قلعہ بنا دے گی جسے فتح کرنا ناممکن ہوگا۔ قاہرہ کو فتح کرنے کے لیے ہمیں زمین ہموار کرنی ہوگی۔ لوگوں کے ذہنوں میں وہم اور وسوسے اور نوجوانوں کے کردار میں جنس پرستی اور آوارگی پیدا کرنی ہوگی۔"

"مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ کام دو سال سے ہو رہا ہے۔" لڑکی نے کہا۔

"خاصی کامیابی بھی ہوئی ہے۔" فیض الفاطمی نے کہا ۔"بدکاری میں اضافہ ہو گیا ہے مگر صلاح الدین ایوبی نے ایک تو نئے مدرسے کھول دیئے ہیں، دوسرے مسجدوں میں خطبے سے خلیفہ کا نام نکال کر کوئی اور ہی رنگ پیدا کر دیا ہے اور لڑکوں کو عسکری تعلیم دینی شروع کر دی ہے۔"

☆

بات یہیں تک پہنچی تھی کہ ان چار آدمیوں میں سے ایک آیا اور فیض الفاطمی سے کہا ۔"ابھی باہر نہ جانا۔ کچھ گڑبڑ ہے۔"

فیض الفاطمی گھبرایا۔ اس آدمی کے ساتھ باہر چلا گیا۔ ایک اونچی جگہ چھپ کر دیکھا۔ آدھی رات کے پورے چاند نے باہر کے ماحول کو روشن کر رکھا تھا۔ اس نے کہا ۔"تم لوگوں نے بے احتیاطی کی ہے۔ یہ تو فوجی معلوم ہوتے ہیں۔ گھوڑے بھی ہیں۔ تم چاروں طرف سے دیکھو، میں کدھر سے نکل سکتا ہوں۔"

"میں دیکھ چکا ہوں۔" اس آدمی نے جواب دیا ۔"یوں نظر آتا ہے جیسے ہم مکمل گھیرے میں ہیں۔ آپ وہیں چلے جائیں۔ مشعلیں بجھا دیں۔ وہاں سے نکلنے کی غلطی نہ کریں۔ وہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔"

فیض الفاطمی کھنڈروں میں غائب ہو گیا اور یہ آدمی جو پہرہ دے رہا تھا بلند جگہ سے اتر کر اندر کو جانے کی بجائے دیواروں کے ساتھ ساتھ چھپتا باہر نکل گیا۔ باہر کا یہ عالم تھا کہ پچاس کے قریب پیادہ فوجی تھے اور بیس پچیس گھوڑوں پر سوار تھے۔ انہوں نے سارے کھنڈر کو گھیرے میں لے لیا تھا۔ یہ پہرہ دار ان تک گیا اور ایک فوجی سے پوچھا — "علی بن سفیان کہاں ہیں؟" اسے بتایا گیا تو وہ دوڑتا ہوا گیا۔ اس دستے کی کمان علی بن سفیان خود کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ احمد کمال تھا۔ پہرہ دار نے انہیں کہا ۔"اندر کوئی ایسا خطرہ نہیں۔ آپ کے ساتھ دو آدمی بھی کافی ہیں۔ میرے ساتھ آئیں۔" یہ پہرہ دار ان چار آدمیوں میں سے تھا جنہوں نے لڑکی کو اغوا کیا تھا۔

علی بن سفیان نے دو مشعلیں روشن کرائیں۔ احمد کمال اور چار عسکریوں کو ساتھ لیا۔ دو کے ہاتھوں میں مشعلیں دیں۔ سب نے تلواریں نکال لیں اور اس آدمی کے ساتھ کھنڈر میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ کوئی آدمی کسی طرف سے

آیا اور دوڑتا ہوا اندر کی طرف چلا گیا ہے۔ علی بن سفیان کے راہنما نے کہا۔ "یہ ان کا آدمی ہے۔ وہ اندر والوں کو خبردار کرنے چلا گیا ہے۔ آپ تیز چلیں"۔ وہ سب دوڑ پڑے۔ اگر یہ لوگ راہنما کے بغیر ہوتے تو ان بھول بھلیوں میں بھٹک جاتے یا ڈر کر وہاں سے بھاگ آتے۔ راہنما کے ساتھ وہ بڑی اچھی رفتار سے جا رہے تھے۔ کسی طرف سے ایک اور آدمی دوڑتا آیا۔ اس کی انہیں یہ آواز سنائی دی ۔۔۔"میں ادھر جا رہا ہوں۔ تیز چلو"۔۔۔ یہ راہنما کا ساتھی تھا۔

وہ اس چٹانی کمرے میں پہنچ گئے جس سے سیڑھیاں نیچے اترتی تھیں۔ نیچے سے آنہیں آوازیں سنائی دیں۔ "ہمارے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ یہ دونوں ان کے آدمی ہیں"۔ پھر تلواریں ٹکرانے کی آوازیں سنائی دیں اور یہ آواز بھی آئی "اسے بھی ختم کر دو۔ یہ گواہی نہ دے سکے"۔

علی بن سفیان اور احمد کمال مشعل برداروں کے پیچھے دوڑتے پھلانگتے نیچے اترے۔ اس کمرے میں پہنچے تو وہاں خون بہہ رہا تھا۔ لڑکی پیٹ پر دونوں ہاتھ رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔ فیض الفاطمی کے ساتھ جو کماندار تھا وہ اور ایک اور آدمی فیض الفاطمی اور ایک پہرہ دار سے لڑ رہے تھے۔ علی بن سفیان نے فیض الفاطمی کو للکارا۔

فیض الفاطمی نے جب اپنے خلاف بہت سی تلواریں دیکھیں تو اس نے تلوار پھینک دی۔ احمد کمال نے دوڑ کر لڑکی کو سنبھالا۔ اس کا پیٹ چاک ہو چکا تھا۔ احمد کمال نے فرش پر بچھے ہوئے بستر سے چادر اٹھا کر لڑکی کے پیٹ پر کس کر باندھ دی اور علی بن سفیان سے کہا ۔۔۔"مجھے اجازت ہو تو اسے باہر لے جاؤں"۔۔۔ علی بن سفیان نے اسے اجازت دے دی۔ احمد کمال نے لڑکی کو بازوؤں پر اٹھا لیا۔ وہ سخت تکلیف میں تھی۔ پھر بھی اس نے مسکرا کر احمد کمال سے کہا۔ "میں نے فرض پورا کر دیا ہے۔ تمہارے مجرم پکڑوا دیئے ہیں"۔

فیض الفاطمی اور لڑکی کو اغوا کرنے والے چار میں سے دو آدمیوں کو گرفتار کر لیا گیا باقی دو آدمی اور ایک کماندار جو فیض الفاطمی کے ساتھ تھے، علی بن سفیان کے آدمی تھے۔ یہ ایک ڈرامہ تھا جو فیض الفاطمی کو موقعہ پر گرفتار کرنے کے لیے کھیلا گیا تھا۔ لڑکی نے پورا پورا تعاون کیا لیکن زخمی ہو گئی۔ یہ ڈرامہ اس طرح تیار کیا گیا تھا کہ لڑکی سے وہ خفیہ الفاظ معلوم کیے گئے جو اس کے گروہ کو ایک دوسرے کو پہچاننے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ لڑکی نے یہ بھی بتا دیا کہ اسے

فیض الفاطمی کے پاس جانا تھا۔ علی بن سفیان نے اپنے تین ذہین جاسوس استعمال کیے جن میں ایک کماندار کے عہدے کا تھا۔ انہیں خفیہ الفاظ بتائے اور کہا کہ وہ فیض الفاطمی تک رسائی حاصل کریں اور اسے بتائیں کہ تین میں سے ایک لڑکی یہاں آ گئی ہے لیکن وہ فلاں مکان میں قید ہے جہاں سے اسے نکالا جا سکتا ہے۔ انہیں یہ بھی بتایا گیا کہ وہ فیض الفاطمی کو رجب کا جھوٹا پیغام دیں کہ اس لڑکی کو بچاؤ اور اپنی کارروائیاں تیز کر دو۔

ان جاسوسوں نے تین دنوں کے اندر فیض الفاطمی تک رسائی حاصل کر لی اور اس پر ثابت کر دیا کہ وہ اس کے زمین دوز گروہ کے افراد ہیں۔ فیض الفاطمی کو یہ خطرہ بھی تھا کہ لڑکی چونکہ قید میں ہے اس لیے اذیت کے زیر اثر بتا دے گی کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہے۔ فیض الفاطمی کے لیے اپنا تحفظ ضروری تھا۔ لہٰذا اس نے لڑکی کے اغوا کا منصوبہ بنایا۔ اس میں اس نے کماندار کو اپنے ساتھ رکھا۔ دو آدمی علی بن سفیان کے بھیجے ہوئے اور دو اپنے ملازم ان کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ لڑکی کو اٹھا لائیں گے اور کھنڈر میں پہنچا دیں گے۔ اس کھنڈر کو انہوں نے کچھ عرصے سے اپنا خفیہ اڈہ بنا رکھا تھا۔ منصوبہ بن گیا تو علی بن سفیان تک پہنچ گیا۔ پانچ چھ دنوں میں احمد کمال اور لڑکی کو بتایا گیا کہ وہ برآمدے میں سوئیں گے اور رات کو لڑکی اغوا ہو گی جس کے خلاف وہ مزاحمت نہیں کریں گے۔ مکان کے باہر ہر وقت ایک سپاہی پہرے پر رہتا تھا۔ اس رات جو آدمی پہرے پر تھا وہ سپاہی نہیں بلکہ علی بن سفیان کے محکمے کا جاسوس تھا۔ اسے معلوم تھا کہ رات کو اس پر حملہ ہو گا اور حملہ کس طرح کا ہو گا۔ حملہ کرنے والا علی بن سفیان کا آدمی تھا۔ اگر فیض الفاطمی کا آدمی ہوتا تو وہ اسے خنجر مار کر ہلاک کر دیتا۔

اس رات فیض الفاطمی اور کماندار کھنڈر میں چلے گئے۔ مقررہ وقت پر پہرے دار پر حملہ ہوا۔ دیوار پھلانگی گئی۔ اس وقت احمد کمال جاگ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ لڑکی کو اٹھا لیا گیا ہے لیکن وہ آنکھیں بند کر کے لیٹا رہا۔ اس نے تڑپنا اس وقت شروع کیا جب وہ رسیوں میں بندھ چکا تھا۔ لڑکی کو کھنڈر میں پہنچا دیا گیا۔ یہ ڈرامہ اس لیے کھیلا گیا تھا کہ فیض الفاطمی نے اغوا کا منصوبہ بنایا اور اس میں اپنے دو آدمی شامل کر دیئے تھے۔ ان پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ یہ حقیقی اغوا ہے اور اس میں کوئی دھوکہ فریب نہیں۔ آخر دم تک شک نہ ہوا۔ اغوا کے بعد علی بن سفیان نے پہرہ دار اور احمد کمال

کی رسیاں کھولیں۔ پیادہ سپاہی اور سوار تیار تھے۔ تھوڑے سے وقفے کے بعد وہ کھنڈر کی طرف روانہ ہو گئے اور کھنڈر کو گھیرے میں لے لیا۔

انہیں سب سے پہلے علی بن سفیان کے ہی ایک آدمی نے دیکھا جس نے فیض الفاطمی کو جاکر اطلاع دی۔ اسے باہر لاکر گھیرا دکھایا اور یہ مشورہ دیا کہ وہ اس کمرے میں چھپ جائے۔ اُسے اُدھر بھیج کر یہ آدمی باہر نکل گیا اور علی بن سفیان اور احمد کمال کو اندر لے گیا۔ یہ اس آدمی کی دانشمندی تھی کہ اس نے فیض الفاطمی کو اسی کمرے میں چھپنے پر قائل کر لیا تھا۔ اگر وہ کھنڈر کے بھول بھلیوں جیسے کمروں، برآمدوں، گلیوں اور تہہ خانوں میں نکل جاتا تو اسے پکڑنا آسان نہ ہوتا۔ کھنڈر بہت وسیع اور پیچیدہ تھے۔ باہر تو چاندنی تھی لیکن اندر تاریکی تھی جس میں تعاقب کیا جاتا تو اپنے آدمیوں کے مارے جانے کا بھی خطرہ تھا۔ بالکل آخری وقت فیض الفاطمی کو پتہ چلا کہ کمانڈر اور دو آدمی اس کے ساتھی نہیں بلکہ اسے دھوکے میں یہاں لائے ہیں۔ لڑکی سے یہ غلطی ہوئی کہ اس کے منہ سے کچھ ایسے الفاظ نکل گئے جس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ بھی اس دھوکے میں شریک ہے۔ فیض الفاطمی کے دو ساتھی اس کے پاس پہنچ گئے۔ دھوکہ بے نقاب ہو گیا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ فیض الفاطمی نے لڑکی کے پیٹ میں نوک کی طرف سے تلوار ماری اور اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ اس نے لڑکی کو غالباً اس لیے بھی قتل کرنا ضروری سمجھا تھا کہ وہ اس کے خلاف گواہی دینے کے لیے بھی زندہ نہ رہے۔

فیض الفاطمی اور اس کے ساتھیوں کو قید میں ڈال دیا گیا۔ علی بن سفیان نے تینوں کو الگ الگ قید میں رکھا اور تینوں کو رجب کا سر دکھا کر کہا ــــ "اپنے دوست کا انجام دیکھ لو۔ اگر تمہیں یہ توقع ہے کہ تمہیں فوراً سزا دے دی جائے گی تو یہ خیال دماغوں سے نکال دو۔ جب تک اپنے پورے گروہ کو سامنے نہیں لاؤ گے تمہیں چھ شکنجے میں باندھے رکھوں گا۔ جینے بھی نہیں دوں گا مرنے بھی نہیں دوں گا۔"

لڑکی کی حالت اچھی نہیں تھی۔ طبیبوں اور جراحوں نے اسے بچانے کی پوری کوشش کر ڈالی مگر کٹی ہوئی انتڑیوں کا کوئی علاج نہ ہو سکا۔ وہ پھر بھی مطمئن تھی جیسے اسے پیٹ کے مہلک زخم کی پروا ہی نہیں تھی۔ اس کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ احمد کمال کو میرے پاس بیٹھا رہنے دو۔ سلطان ایوبی بھی اس کی عیادت کے لیے آیا۔ احمد کمال امیر مصر اور اپنی فوج کے سالار اعلیٰ کو دیکھ کر تعظیم کے لیے اٹھا تو لڑکی نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ احمد کمال سلطان ایوبی کی موجودگی میں بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ آخر

سلطان نے اسے لڑکی کے پاس بیٹھنے کی اجازت دے دی۔ سلطان ایوبی نے لڑکی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور شفقت سے صحت یابی کی دعا کی۔

تیسری رات احمد کمال لڑکی کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا۔ لڑکی نے انوکھے سے لہجے میں پوچھا۔ "احمد! تم نے میرے ساتھ شادی کر لی ہے نا؟ .... میں نے اپنا وعدہ پورا کیا، تم نے اپنا وعدہ پورا کر رہا ہے۔ خدا نے میرے گناہ بخش دیئے ہیں۔" ــــ اس کی زبان لڑکھڑانے لگی۔ اس نے احمد کمال کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑ لیا مگر گرفت فوراً ڈھیلی پڑ گئی۔ احمد کمال نے کلمہ شریف پڑھا اور لڑکی کو خدا کے سپرد کر دیا۔ دوسرے دن سلطان ایوبی کے حکم کے مطابق لڑکی کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

فیض الفاطمی نے اور اس کے ساتھیوں نے صرف دو دن اذیتیں سہیں اور اپنے گروہ کی نشاندہی کر دی۔ ان لوگوں کو بھی پکڑا گیا۔ مراکشی وقائع نگار اسد الاسدی نے سلطان ایوبی کے وقت کے ایک کاتب کے حوالے سے لکھا ہے کہ سلطان ایوبی نے جب فیض الفاطمی کی سزائے موت پر دستخط کیے تو سلطان زار و قطار رونے لگا تھا۔

جب زہر کو زہر نے کاٹا

یہ واقعہ ۱۱۷۱ء کا ہے۔

قاہرہ میں ایک مسجد تھی جو اتنی بڑی نہیں تھی کہ لوگ وہاں جمعہ کی نماز پڑھتے اور اتنی چھوٹی بھی نہیں تھی کہ نمازیوں کی کمی ہوتی۔ یہ قاہرہ کے اُس علاقے میں تھی جو شہر کا نئی مضافات یا شہر کے باہر کا علاقہ تھا جہاں درمیانہ اور اس سے کم درجے کے لوگ رہتے تھے۔ مذہب کا احترام انہی لوگوں کے دلوں میں رہ گیا تھا مگر ان کی بدنصیبی یہ تھی کہ تعلیم سے بے بہرہ تھے۔ جذباتی استدلال اور دلکش الفاظ سے فوراً متاثر ہوتے اور انہیں قبول کر لیتے تھے۔ صلاح الدین ایوبی نے مصر میں آکر جو نئی فوج تیار کی تھی اس میں ان کنبوں کے افراد زیادہ بھرتی ہوئے تھے جس کی دو وجوہات تھیں۔ ایک تو یہ ذریعہ معاش تھا۔ سلطان ایوبی نے فوج کی تنخواہ میں کشش پیدا کی تھی اور متعدد سہولتیں بھی تھیں۔ دوسری وجہ یہ کہ یہ لوگ جہاد کو فرض سمجھتے تھے۔ وہ اسلام کے نام پر جان اور مال قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔ اس دور میں اس جذبے کی شدید ضرورت تھی۔ سرکاری طور پر انہیں بتایا گیا تھا کہ صلیبی دنیا عالم اسلام کا نام و نشان مٹا دینے کے لیے اپنے تمام تر ذرائع اور ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہے۔

چھ سات مہینوں سے یہ گمنام سی مسجد مشہور ہو گئی تھی۔ یہ شہرت نئے پیش امام کی بدولت تھی جو عشاء کی نماز کے بعد درس دیا کرتا تھا۔ پہلا پیش امام صرف تین روز ایسی بیماری سے بیمار رہ کر مر گیا تھا جسے کوئی حکیم اور سیانا سمجھ ہی نہیں سکا۔ وہ پیٹ کے درد اور آنتوں کی سوزش کی شکایت کرتا تھا۔ اسی روگ سے مر گیا۔ وہ عام سا ایک مولوی تھا جو صرف نماز باجماعت پڑھاتا تھا۔ اس کی وفات کے اگلے ہی روز سرخ و سفید چہرے اور بھوری داڑھی والا ایک مولوی آیا جس نے امامت کے فرائض اپنے ذمے لینے کی پیشکش کی۔ لوگوں نے اُسے قبول کر لیا۔ وہ کہیں جھونپڑے میں رہتا تھا۔ اس کی

دو بیویاں تھیں۔ اس نے لوگوں کو بتایا کہ وہ علم کا شیدائی اور مذہب کے سمندر کا غوطہ خور ہے۔ وہ تاجر و مدارات کا اور لوگوں سے نذرانے وصول کرنے کا قائل نہیں تھا۔ اس کی ضرورت صرف یہ تھی کہ اسے کشادہ اور اچھا مکان مل جائے جہاں وہ دو بیویوں کے ساتھ عزت سے اور پردے میں رہ سکے۔

لوگوں نے مسجد کے قریب ہی اسے ایک مکان خالی کرا دیا جس کے کئی ایک کمرے تھے۔ لوگوں نے دیکھا کہ وہ دونوں بیویوں کے ساتھ اس مکان میں آیا۔ بیویاں سیاہ برقعوں میں ملبوس تھیں۔ ان کے ہاتھ بھی نظر نہیں آتے تھے۔ پاپوش تک چھپے ہوئے تھے۔ اسے لوگوں نے ضروری سامان وغیرہ دے کر آباد کر دیا۔ لوگ ایک تو اس کی ظاہری شخصیت سے متاثر ہوئے لیکن جس جادو نے انہیں اس کا گرویدہ کیا وہ اس کی آواز کا جادو تھا۔ اس مسجد میں اس نے پہلی اذان دی تو جہاں جہاں تک اس کی آواز پہنچی سناٹا سا طاری ہو گیا۔ ایک مقدس ترنم زمین و آسمان پر وجد طاری کر رہا تھا۔ یہ ایک طلسم تھا جو اُن لوگوں کو بھی مسجد میں لے گیا جو گھروں میں نماز پڑھتے یا پڑھتے ہی نہیں تھے۔ اسی رات اس نے عشاء کی نماز کے بعد نمازیوں کو پہلا درس دیا اور انہیں کہا کہ وہ ہر رات درس دیا کرے گا۔ چھ سات مہینوں میں اُس نے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ بعض لوگ تو اس کے مرید بن گئے۔ اس مسجد میں جمعہ کی نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔ اس پیش امام نے جو دراصل عالم تھا، وہاں جمعہ کی نماز بھی شروع کر دی۔

چھ سات مہینوں بعد اس مسجد اور اس عالم پیش امام کی شہرت دُور دُور تک پہنچ گئی۔ شہر کے بھی کچھ لوگ اس کے درس میں جانے لگے۔ وہ اسلام کے جن بنیادی اصولوں پر زیادہ زور دیتا تھا وہ تھے عبادت اور محبت۔ وہ لڑائی جھگڑے اور جنگ و جدل کے خلاف سبق دیتا تھا۔ اس نے لوگوں کے ذہنوں میں یہ عقیدہ پختہ کر دیا تھا کہ انسان اپنی تقدیر خود نہیں بنا سکتا۔ جو کچھ ہے وہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ انسان کمزور سا ایک کیڑا ہے۔ اس عالم کا اندازِ بیان بڑا ہی پُراثر ہوتا تھا۔ وہ قرآن ہاتھ میں لے کر ہر بات قرآن کی کسی نہ کسی آیت سے واضح کرتا تھا۔ صلاح الدین ایوبی کی وہ بے حد تعریف کیا کرتا اور اکثر کہا کرتا تھا کہ یہ مصر کی خوش بختی ہے کہ اس ملک کی امارت اسلام کے ایسے شیدائی کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے جہاد کا فلسفہ اور مفہوم بھی پیش کیا تھا جو لوگوں کے لیے نیا تھا لیکن انہوں نے بلا حیل و حجت اسے تسلیم کر لیا۔

ایک رات عشا کی نماز کے بعد وہ اپنا درس شروع کرنے لگا تو ایک آدمی نے اٹھ کر عرض کی ــــ "عالمِ عالی مقام! خدا آپ کے علم کی روشنی جنات تک اور اس مخلوق تک بھی پہنچائے جو ہمیں نظر نہیں آتی۔ میں اپنے آٹھ دوستوں کے ساتھ بہت دور سے آیا ہوں۔ ہم آپ کے علم کی شہرت سُن کر آئے ہیں۔ اگر گستاخی نہ ہو اور عالم عالی مقام کی خفگی کا باعث نہ بنے تو ہمیں جہاد کے متعلق کچھ بتائیں۔ ہم شک میں ہیں۔ لوگوں نے بتایا ہے کہ ہمیں جہاد کا مطلب غلط بتایا جاتا رہا ہے۔"

سات آٹھ آوازیں سنائی دیں ــــ "ہم نے یہ درس نہیں سنا تھا۔"

ایک نے کہا ــــ "یہ وقت کی آواز ہے جو ہمارے کانوں میں بگاڑ کر ڈالی گئی ہے۔ ہم صحیح بات سننا چاہتے ہیں۔"

عالم نے کہا ــــ "یہ قرآن کی آواز ہے جسے کوئی نہیں بگاڑ سکتا۔ میرا فرض ہے کہ صحیح آواز کو ایک ہزار بار دہراؤں تاکہ یہ ہر ایک کان میں پہنچ جائے۔۔۔۔ جہاد کا مطلب یہ نہیں کہ دوسروں کی زمین پر قبضہ کرنے کے لئے ان کی گردنیں کاٹو۔ جہاد کا مطلب قتل و غارت نہیں، خون خرابہ نہیں۔" اس نے قرآن سے ایک آیت پڑھی اور اس کی تفسیر یوں بیان کی: "یہ علم میرا نہیں، یہ فرمانِ خداوندی ہے کہ تم بدی اور گناہ کے خلاف لڑنے کو تو اسے جہاد کہتے ہیں جو ہم سب پر فرض کر دیا گیا ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پیار کے زور سے پھیلا ہے؛ جہاد کی شکل بعد میں اگر بگڑی ہے اور یہ انہوں نے بگاڑی ہے جو بادشاہی کے دلدادہ ہیں۔ عیسائی بھی دوسروں کے ملکوں کو اپنی سلطنت بنانے کے لیے جنگ و جدل کو مقدس جنگ کہتے ہیں اور مسلمان بھی اسی ارادے سے قتل و غارت کو جہاد کہتے ہیں۔ یہ صرف حکومتیں اور بادشاہیاں قائم کرنے کے ڈھنگ ہیں۔ لوگوں کو مذہب کے نام پر بھڑکا کر لڑایا جاتا ہے اور اس طرح بادشاہیوں کی بنیادیں مضبوط کی جاتی ہیں۔"

"تو کیا امیرِ مصر صلاح الدین ایوبی ہمیں گمراہ کر کے لڑا رہا ہے؟" اُس آدمی نے پوچھا جس نے جہاد کا صحیح مطلب سمجھنا چاہا تھا۔

"نہیں!" عالم نے جواب دیا۔ "صلاح الدین ایوبی پر اللہ کی رحمت ہو۔ اُسے بڑوں نے جو بتایا ہے وہ سچے مسلمان کی حیثیت سے پوری نیک نیتی سے اُس پر عمل کر رہا ہے۔ اس کے دل میں عیسائیوں کی نفرت ڈالی گئی ہے۔ وہ اس کے مطابق عمل کر رہا ہے۔ ذرا غور کرو کہ عیسائی اور مسلمان میں کیا فرق ہے۔ دونوں کا نبی مشترک

ہے۔ آگے آکر ذرا اختلاف پیدا ہوگیا ہے۔ حضرت عیسیٰ محبت اور امن کا پیغام لائے تھے۔ ہمارے رسول صلعم بھی محبت کا پیغام دے گئے ہیں۔ پھر تلوار اور زرہ بکتر کہاں سے آگئی؟ یہ اُن لوگوں کی لائی ہوئی چیزیں ہیں جو خدا کی اتنی پیاری زمین پر جس پر صرف اُسی کی ذاتِ باری کی حکمرانی ہے، وہ اپنی حکومت قائم کرتے اور خدا کے بندوں کو اپنا غلام بناتے ہیں۔۔۔ میں امیرِ مصر کے دربار میں حاضری دوں گا اور اس کی خدمتِ اقدس میں جہاد کا صحیح نقطۂ نظر واضح کروں گا۔ امیرِ مصر صلاح الدین ایوبی نے صحیح جہاد شروع کر رکھا ہے جو جہالت اور بے علمی کے خلاف ہے۔ اس نے خطبے سے خلیفہ کا نام نکال کر بہت بڑا جہاد کیا ہے۔ اس نے مدرسے کھول کر بھی جہاد کیا ہے لیکن مدرسوں میں یہ خرابی ہے کہ جہاں مذہب اور معاشرت کی تعلیم دی جاتی ہے، وہاں عسکری تربیت بھی دی جاتی ہے۔ بچوں کو خدا کے نام پر غارت گری کے سبق دیئے جاتے ہیں۔ انہیں تیغ زنی اور تیر اندازی بھی سکھائی جاتی ہے۔ جب تم اپنے بچوں کے ہاتھوں میں تلوار اور تیر کمان دو گے تو انہیں یہ بھی بتاؤ گے کہ ان سے وہ کسے ہلاک کریں۔ ظاہر ہے کہ تم انہیں کچھ انسان دکھاؤ گے اور کہو گے کہ وہ تمہارے دشمن ہیں انہیں ہلاک کرو۔"

عالم کی آواز میں ایسا تاثر تھا اور اس کے دلائل میں اتنی کشش تھی کہ سننے والے مسحور ہوتے جا رہے تھے۔ اس نے کہا — "اپنے بچوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ گے کیونکہ اپنے بچوں کو غلط راستے پر ڈالنے والے تم تھے۔ تمہیں جنت میں اپنے بادشاہ اور فوجوں کے سالار نہیں لے جائیں گے، پیش امام اور وہ عالم دین لے جائیں گے جن کے ہاتھ میں مذہب اور علم کی قندیل تھی۔ تم دنیا میں ان کے پیچھے چلو گے تو وہ روزِ قیامت بھی تمہیں اپنے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔ روزِ قیامت جس کے ہاتھ انسان کے خون سے لال ہوں گے اُسے ساری عمر کے اچھے اعمال اور ساری عمر کی نمازوں کے باوجود دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ ایک نقطہ اور سمجھ لو۔ تم زکوٰۃ بیت المال کو دیتے ہو۔ بیت المال حاکمِ وقت کا ہوتا ہے۔ زکوٰۃ غریبوں اور ناداروں کا حق ہے۔ حاکمِ وقت غریب اور نادار نہیں ہوتا۔ تمہاری زکوٰۃ جو بیت المال میں جاتی ہے اس سے گھوڑے اور ہتھیار خریدے جاتے ہیں جو انسانوں کو ہلاک کرنے کے کام آتے ہیں۔ لہٰذا جو فرض ادا کر کے تم جنت میں جا سکتے ہو وہ فرض ادا کر کے بھی تم دوزخ

میں ٹھکانا بناتے ہو۔ لہٰذا زکوٰۃ بیت المال میں نہ دو۔"

عالم نے موضوع بدلا اور کہا — "بہت سی باتیں عام ذہن کے انسانوں کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ انہیں بتانا بھی کوئی نہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارے اندر ایک حیوانی جذبہ ہے؟ کیا تم عورت کی ضرورت محسوس نہیں کرتے؟ کیا یہی جذبہ نہیں جو تمہیں بدکاری کے اڈوں پر لے جاتا ہے؟ .... یہ جذبہ خدا نے خود پیدا کیا ہے۔ یہ کسی انسان کا پیدا کردہ نہیں۔ تم اس کی تسکین کر سکتے ہو۔ اسی لیے خدا نے تمہیں حکم دیا ہے کہ بیک وقت گھر میں چار بیویاں رکھو۔ اگر تم غریب ہو اور ایک بیوی بھی نہیں لا سکتے تو کسی عورت کو اُجرت دے کر اُس حیوانی جذبے کی تسکین کر سکتے ہو جو تم میں خدا نے پیدا کیا ہے اور انسان اسی جذبے کی پیداوار ہے، مگر بدی سے بچو۔ ایک ایک دو دو، تین تین، چار چار بیویاں گھر میں رکھو۔ ان بیویوں کو اور اپنی بیٹیوں کو گھروں میں چھپا کر رکھو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ جوان لڑکیوں کو بھی عسکری تربیت دی جا رہی ہے اور انہیں بھی گھوڑ سواری اور شتر سواری سکھائی جا رہی ہے۔ زنانہ مدرسوں میں انہیں زخمیوں کی مرہم پٹی اور انہیں سنبھالنے کے طریقے سکھائے جا رہے ہیں تاکہ وہ میدانِ جنگ کے زخمیوں کو سنبھالیں اور اگر ضرورت پڑے تو لڑیں بھی۔۔۔۔ یہ ایک بدعت ہے۔ اپنی لڑکیوں کو اس بدعت سے بچاؤ۔ یہ باتیں اپنے ان دوستوں اور پڑوسیوں کو بھی سناؤ جو مسجد میں نہیں آتے۔ خدا کے احکام اور کارناموں میں، مت دخل دو۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔"

✪

عالم نے درس ختم کیا تو سامعین جن کی تعداد اتنی ہوگئی تھی کہ بہت سے لوگ پیچھے کھڑے تھے، مسجد میں بیٹھنے کو جگہ نہ تھی، اٹھ کر عالم سے ہاتھ ملانے اور جانے لگے۔ بعض نے اس کے ہاتھ چومے۔ جھک کر مصافحہ تو ہر کسی نے کیا۔ ایک ایک کر کے سب لوگ چلے گئے۔ صرف دو آدمی عالم کے سامنے بیٹھے رہے۔ ان میں سے ایک وہ آدمی تھا جس نے کہا تھا کہ مجھے جہاد کے متعلق بتایئے۔ اس آدمی نے لمبا چغہ پہن رکھا تھا۔ سر پر چھوٹی سی پگڑی اور اس پر چوڑا پھولدار رومال پڑا ہوا تھا۔ اس کی داڑھی لمبی اور سیاہ اور مونچھیں گھنی تھیں۔ لباس سے وہ درمیانہ درجے کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس ایک آنکھ پر ہرے رنگ کا پٹی نما کپڑا تھا جو دو دھاگوں سے اس کے سر کے ساتھ بندھا تھا۔ اس کپڑے نے اس کی ایک آنکھ ڈھانپ رکھی تھی۔

عالم کے پوچھنے پر اس نے بتایا تھا کہ اس کی یہ آنکھ خراب ہے۔ دوسرے آدمی کا لباس بھی معمولی سا تھا۔ اس کی بھی داڑھی لمبی اور گھنی تھی۔ مسجد میں عالم کے پاس یہی دو آدمی رہ گئے تھے۔ ان کے ساتھ چھ اور آدمی تھے جو جہاد کا درس لینے آئے تھے۔ وہ مسجد کے دروازے کے باہر کھڑے تھے۔ شاید اپنے ساتھیوں کے انتظار میں تھے۔

"کیوں، تمہارا شک ابھی رفع نہیں ہوا؟" عالم نے مسکرا کر ان دونوں سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے شک رفع ہو گیا ہے۔" آنکھ کی ہری پٹی والے نے جواب دیا۔

"ہم شاید آپ ہی کی تلاش میں ہیں۔ ہم نے آدھا مصر چھان مارا ہے۔ ہمیں مسجد کا محلِ وقوع اور نشانیاں غلط بتائی گئی تھیں۔"

"کیا آدھے مصر میں تمہیں مجھ سے بہتر کوئی عالم نہیں ملا؟"

"تلاش جو صرف آپ کی تھی۔" اس آدمی نے جواب دیا — "کیا ہم صحیح جگہ آ گئے ہیں؟ آپ کا درس بتاتا ہے کہ ہم آپ ہی کی تلاش میں تھے۔"

عالم نے باہر کی طرف دیکھا اور بے توجہی کے انداز سے بولا — "معلوم نہیں موسم کیسا رہے گا!"

"بارش آئے گی۔" ہری پٹی والے نے کہا۔

"آسمان بالکل صاف ہے۔" عالم نے کہا۔

"ہم گھٹائیں لائیں گے۔" ہری پٹی والے نے کہا اور قہقہہ لگایا۔

عالم مسکرایا اور رازداری سے پوچھا۔ "کہاں سے آئے ہو؟"

"ایک مہینے سے ہم سکندریہ میں تھے۔" اس آدمی نے جواب دیا۔ "اس سے پہلے شوبک میں تھے۔"

"مسلمان ہو؟"

"فدائی۔" ہری پٹی والے نے کہا — "ابھی مسلمان ہی سمجھو" — اور وہ اپنے ساتھی کے ساتھ بڑی زور سے ہنسا۔

"میں آپ کو اس فن کا استاد مانتا ہوں۔" دوسرے نے عالم سے کہا — "مجھے بالکل یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ آپ ہیں۔ آپ ناکام نہیں ہو سکتے۔"

"اور کامیابی آسان بھی نہیں۔" عالم نے کہا۔ "صلاح الدین ایوبی کو شاید تم نہیں جانتے۔ بے شک میں نے ان تمام لوگوں کے دلوں میں جہاد اور جنس کے متعلق

اسلامی نظریات کے خلاف شکوک پیدا کر دیئے ہیں لیکن صلاح الدین نے جو بیج بوئے ہیں وہ شاید ہماری کوششوں کو آسانی سے کامیاب نہ ہونے دیں۔" اس نے پوچھا۔ "تم نے مجھے یہ کیوں کہا تھا کہ میں جہاد پر درس دوں؟"

"شوبک میں ہمیں بتایا گیا تھا کہ آپ کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے" — ہری پٹی والے نے جواب دیا۔ "یہ تمام الفاظ جو آپ نے درس میں بولے ہیں ہمیں وہاں بتائے گئے تھے۔ ہمیں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ آپ جہاد کے بعد جنسی جذبے کا ذکر ضرور کریں گے۔ آپ نے اپنا سبق بڑی محنت سے یاد کیا ہے۔"

"میرا نام کیا ہے؟" عالم نے پوچھا۔

"کیا آپ ہمارا امتحان لینا چاہتے ہیں؟" — اس آدمی نے جواب دیا۔ "کیا آپ کو ہم پر شک ہے؟ ہمیں ایک دوسرے کے نام نہیں صرف نشانیاں بتائی جاتی ہیں۔"

"تم کس کام سے آئے ہو؟" عالم نے پوچھا

"فدائی کس کام سے آیا کرتے ہیں؟" ہری پٹی والے نے پوچھا۔

"تمہیں میرے پاس کیوں بھیجا گیا ہے؟" عالم نے پوچھا۔

"ایک اونٹنی کے لیے۔" اس آدمی نے جواب دیا۔ "آپ کے پاس دو ہیں۔ ہمیں آپ کے پاس نہ بھیجا جاتا مگر آپ کو اطلاع مل گئی ہو گی کہ صلاح الدین ایوبی کے ایک نائب سالار رجب سوڈانی کے ساتھ شوبک سے تین اونٹنیاں روانہ کی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک ہمارے مقصد کے لیے تھی مگر معلوم نہیں کیا ہوا کہ تینوں ماری گئی ہیں۔ رجب کی کنوپڑی اور ایک سب سے زیادہ خوبصورت اونٹنی صلاح الدین ایوبی کے پاس پہنچ گئی تھی۔ وہ بھی ختم ہو گئی۔"

"ہاں!" عالم نے آہ بھر کر کہا۔ "ہمیں بہت بڑا نقصان ہوا۔ صلاح الدین کا ایک بڑا ہی کارآمد سالار جو ہمارے قبضے میں تھا، عقیدت کی نذر ہو گیا۔۔۔۔ اندر چلو۔۔۔۔ یہ جگہ محفوظ نہیں۔"

وہ دونوں عالم کے ساتھ اٹھے اور باہر نکل آئے۔ باہر جو چھ آدمی کھڑے تھے وہ اندھیرے میں بکھر گئے

✪

وہ اب عالم کے گھر میں داخل ہوئے۔ صاف ستھرا گھر تھا۔ کئی کمرے تھے۔ وہ تین کمروں میں سے گزر کر وہ ایسے کمرے میں چلے گئے جو زمین پر ہی تھا لیکن زیرِ زمین

معلوم ہوتا تھا۔ اس کے سامنے کوڑا کباڑ بکھرا ہوا تھا۔ دروازے کے باہر تالا لگا ہوا تھا۔ صاف پتہ چلتا تھا کہ یہ دروازہ برسوں سے نہیں کھولا گیا اور کھولا بھی نہیں جائیگا۔ ایک پہلو میں کھڑکی تھی۔ اُسے ہاتھ لگایا تو کھل گئی۔ عالم اندر گیا۔ اس کے پیچھے یہ دونوں آدمی اندر چلے گئے۔ اندر سے کمرہ خوب سجا ہوا تھا۔ دیوار کے ساتھ سنہری صلیب لٹک رہی تھی۔ اس کے ایک طرف حضرت عیسیٰؑ کی دستی تصویر اور دوسری طرف مریم کی تصویر تھی۔ عالم نے کہا — "یہ میرا گرجا ہے اور پناہ گاہ بھی۔"

"خطرے کی صورت میں آپ کے پاس کیا انتظام ہے؟" آنکھ کی ہری پٹی والے نے پوچھا اور مشورہ دیا — "آپ کو صلیب اور یہ تصویریں اس طرح سامنے نہیں رکھنی چاہئے۔"

"یہاں تک کسی کے آنے کا خطرہ نہیں۔" عالم نے جواب دیا اور ہنس کر کہا — "مسلمان بڑی سیدھی اور جذباتی قوم ہے۔ یہ قوم جذباتی الفاظ اور سنسنی خیز دلائل پر مرتی ہے۔ جنس انسان کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ میں ان لوگوں میں یہ کمزوری ابھار رہا ہوں۔ انہیں یہ سبق دے رہا ہوں کہ چار شادیاں فرض ہیں۔ آہستہ آہستہ انہیں بدکاری کی طرف راغب کر رہا ہوں۔ مذہب کے نام پر تم مسلمان سے بدی بھی کرا سکتے ہو نیکی بھی۔ ہاتھ میں قرآن رکھ کر بات کرو تو یہ لوگ احمقانہ باتوں کے بھی قائل ہو جاتے ہیں اور حجت کو بھی سچ مان لیتے ہیں۔ میرا تجربہ کامیاب ہے۔ میں یہاں اپنے جیسا ایک گروہ پیدا کر لوں گا جو مسجد میں بیٹھ کر اور قرآن مجید ہاتھ میں لے کر ان لوگوں کے جذبۂ جہاد کو اور کریدا کر قتل کر دے گا۔ عورت کے متعلق میں ان لوگوں کے نظریات بدل رہا ہوں۔ صلاح الدین نے عورتوں کو بھی عسکری تربیت دینی شروع کر دی ہے۔ میں انہیں بتا رہا ہوں کہ عورت کو گھر میں قید رکھو۔ میں اس قوم کی نصف آبادی کو بیکار کر دوں گا۔"

"فوج کے خلاف نفرت پیدا کرنا ضروری ہے۔" ہری پٹی والے کے ساتھی نے کہا — "صلاح الدین ایوبی نے یہی کمال کر دکھایا ہے کہ قوم اور فوج کو ایک کر دیا ہے۔ وہ اس وقت اعلان کر دے کہ یروشلم فتح کرنا ہے تو مصر کی ساری آبادی اس کے ساتھ چل پڑے گی۔"

"لیکن وہ ایسا اعلان کرے گا نہیں۔" عالم نے کہا — "وہ دانشمند ہے۔ وہ جذباتی لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ وہ صرف ایک تربیت یافتہ سپاہی کو ایک سو غیر تربیت یافتہ

جوشیلے آدمیوں پر ترجیح دیتا ہے۔ وہ کھوکھلے نعروں سے قوم کو بھڑکانا نہیں۔ حقیقت کی بات کرتا ہے۔ یہ ہمارا کام ہے کہ اس کی قوم کو حقیقت اور تربیت سے دور رکھیں اور اسے جذباتی بنا دیں۔ اس قوم میں شعور کی بجائے جوش رہ جائے۔ وہ جوش جس میں حقیقت پسندی اور دانشمندی نہ ہو، دشمن کے پہلے تیر سے ہی ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ خواہ تیر قریب سے گزر جائے۔ ہم ان میں صرف جوش رہنے دیں گے۔ تم نے سنا ہے کہ میں اپنے درس میں صلاح الدین ایوبی کی بہت تعریفیں کر رہا تھا؟"

"یہ باتیں تو ہم بعد میں کریں گے۔" اس آدمی نے کہا — "دونوں آدمیوں کا حلیہ بتائیں اور یہ بتائیں کہ ہمیں یہاں کس وقت اور کس طرح پناہ مل سکتی ہے اور یہاں اپنا کوئی اور آدمی رہتا ہے یا نہیں؟"

"نہیں!" — عالم نے جواب دیا — "یہاں اور کوئی نہیں رہتا۔"

ان کے درمیان کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا۔ وہ خفیہ الفاظ میں ایک دوسرے کو پہچان چکے تھے۔ عالم کمرے سے نکل گیا۔ واپس آیا تو اس کے ساتھ دو بڑی ہی خوبصورت اور جوان لڑکیاں تھیں۔ یہی وہ دو لڑکیاں تھیں جن کے متعلق اس نے لوگوں کو بتایا تھا کہ اس کی بیویاں ہیں۔ انہیں وہ سر سے پاؤں تک برقعے میں چھپا کر لایا تھا۔ مگر ان دو آدمیوں کے سامنے وہ بے پردہ آئیں۔ عالم نے ان کا تعارف دونوں آدمیوں سے کرایا اور الماری میں سے شراب کی بوتل نکالی۔ ایک لڑکی گلاس لے آئی۔ شراب گلاسوں میں ڈالی گئی۔ ان دونوں آدمیوں نے شراب کو ہاتھ نہ لگایا۔

"پہلے کام کی باتیں کر لیں۔" ہری پٹی والے نے کہا۔

"ہمیں دو آدمیوں کو قتل کرنا ہے۔" دوسرے نے کہا — "صلاح الدین ایوبی کو اور علی بن سفیان کو۔ ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہم نے دونوں کو نہیں دیکھا۔ ہمیں دونوں آدمی دکھا دیں۔ کیا آپ نے انہیں دیکھا ہے؟"

"اتنا دیکھا ہے کہ دونوں کو اندھیرے میں بھی پہچان سکتا ہوں۔" عالم نے کہا — "میں نے جو مہم شروع کر رکھی ہے اس کے لیے ضروری تھا کہ دونوں کو اچھی طرح پہچان لوں۔ علی بن سفیان اتنا ذہین اور گھاگ ہے کہ اپنے کسی جاسوس کو یہاں بھیجنے کی بجائے خود یہاں آ سکتا ہے۔ اگر وہ بھیس بدل کر میرے سامنے آئے تو بھی اسے پہچان لوں گا۔"

"اور صلاح الدین ایوبی کے متعلق کیا خیال ہے؟" — ہری پٹی والے نے پوچھا۔

"اسے بھی خوب پہچانتا ہوں۔" عالم نے جواب دیا۔

ہری پٹی والے نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی کنپٹیوں پر رکھے۔ داڑھی کو پکڑا اور ہاتھوں کو نیچے کو جھٹکا دیا۔ اس کی لمبی داڑھی اور گھنی مونچھیں اس کے چہرے سے الگ ہوگئیں۔ نیچے چھوٹی سی داڑھی رہ گئی جو نہایت اچھی طرح تراشی ہوئی تھی۔ مونچھیں بھی تراشیدہ تھیں۔ لمبی داڑھی اور گھنی مونچھیں مصنوعی تھیں جو اس نے ہاتھ میں لے رکھی تھیں۔

اس نے آنکھ سے ہری پٹی بھی نوچ کر پرے پھینک دی۔ عالم جہاں تھا وہیں بت بن گیا۔ اس کی آنکھیں پھٹ گئیں اور اس کا منہ کھل گیا۔ دونوں لڑکیاں حیران و ششدر کبھی اس آدمی کو دیکھتیں جس نے اپنا بہروپ اتار دیا تھا، کبھی عالم کو دیکھتیں جس کا رنگ فق کی طرح ہوگیا تھا۔ عالم کے منہ سے حیرت اور گھبراہٹ میں ڈوبی ہوئی سرگوشی نکلی — "صلاح الدین ایوبی!"

"ہاں دوست!" اسے جواب ملا۔ "میں صلاح الدین ایوبی ہوں۔ تمہاری شہرت سن کر تمہارا درس سننے آیا تھا" — سلطان ایوبی نے اپنے ساتھی کی داڑھی کو مٹھی میں لے کر جھٹکا دیا تو اس کی داڑھی چہرے سے الگ ہوگئی۔ اس نے عالم سے کہا — "آپ اسے بھی پہچانتے ہوں گے؟"

"پہچانتا ہوں" عالم نے ہارے ہوئے لہجے میں کہا — "علی بن سفیان"۔

علی بن سفیان کی ٹھوڑی پر داڑھی تھی۔ اچانک لڑکیاں اور عالم پیچھے کو دوڑے اور الماری میں سے چمکتی تلواریں نکال لیں مگر وہ ادھر کو گھومے تو ان کی تلواریں جھک گئیں کیونکہ صلاح الدین ایوبی اور علی بن سفیان نے چغوں کے اندر سے اسی قسم کی تلواریں نکال لی تھیں۔ لڑکیوں کو تیغ زنی کی مشق تو کرائی گئی تھی لیکن وہ پیشہ ور تیغ زنوں کے مقابلے میں نہ آسکیں۔ ان سے تلواریں رکھوالی گئیں۔ علی بن سفیان باہر نکل گیا۔ ذرا سی دیر میں چھ آدمی جو باہر کھڑے تھے اسی سائز کی تلواریں سونتے کھڑکی میں سے کود کر آگئے۔

دوسرے دن مسجد کے سامنے اس علاقے کے لوگوں کا ہجوم تھا۔ وہاں چند ایک سرکاری اہل کار بھی تھے جو لوگوں کو باری باری عالم کے اس خفیہ کمرے میں لے جا رہے تھے جہاں صلیب، حضرت عیسیٰؑ اور مریم کی تصویریں آویزاں تھیں۔ لوگوں کو شراب کی بوتلیں بھی دکھائی گئیں۔ اہل کار لوگوں کو عالم کی اصلیت بتا رہے تھے اور وہ جہاد کا جو نظریہ پیش کرتا رہتا تھا اس کی مذمت کر رہے تھے۔

✪

سلطان ایوبی کی ہدایت پر علی بن سفیان نے سارے ملک میں جاسوسوں کا جال بچھا دیا تھا کیونکہ یہ ثابت ہوگیا تھا کہ ملک میں، خصوصاً قاہرہ میں صلیبیوں نے بہت سے جاسوس اور تخریب کار بھیج دیئے تھے۔ صلیبیوں نے مسلمانوں کی کردار کشی کی جو مہم چلائی تھی وہ سلطان ایوبی کو زیادہ پریشان کر رہی تھی۔ اسے جب علی بن سفیان نے اطلاع دی تھی کہ ایک مسجد کا پیش امام ہر رات درس دیتا ہے اور اسلامی نظریات کو بگاڑ رہا ہے تو سلطان ایوبی نے فوراً ہی یہ حکم نہیں دیا تھا کہ اس عالم کو گرفتار کرلو۔ اس نے کہا تھا — "علی! مذہب میں فرقہ بندی شروع ہوگئی ہے۔ یہ پیش امام کسی فرقے کا ہوگا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ قرآن کی اپنی تفسیریں پیش کر رہا ہو۔ میں مذہب میں دخل نہیں دینا چاہتا۔ میں حاکم ہوں عالم نہیں ہوں۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ وہ کوئی تخریب کار ہے، تو گرفتاری سے پہلے پوری طرح چھان بین کرلو۔ پیش امام کا درجہ مجھ سے بہت زیادہ بلند ہے"۔

علی بن سفیان خود اس مسجد میں درس سننے نہیں گیا تھا کیونکہ اسے شک تھا کہ اگر یہ پیش امام واقعی دشمن کا بھیجا ہوا تخریب کار ہے تو اسے پہچانتا ہوگا۔ اس نے اپنے ذہین سراغرساں مسجد میں بھیجے تھے جو دس بارہ مرتبہ وہاں گئے اور انہوں نے جو درس سنے وہ من وعن علی بن سفیان کو سنا دیئے۔ آخر ایک رات اس صلیبی "عالم" نے جہاد پر درس دیا اور یہ تاویل پیش کی جو صلاح الدین ایوبی نے بھی سنی۔ سراغرسانوں نے یہ درس علی بن سفیان کو سنایا تو کوئی شک نہ رہا۔ علی نے سلطان ایوبی کو بتایا اور یہ رائے دی کہ اگر یہ شخص صلیبیوں کا جاسوس اور تخریب کار نہیں تو بھی اسے پکڑنا یا روکنا ضروری ہے کیونکہ وہ جہاد کا ایسا نظریہ پیش کر رہا ہے جو صرف وہ آدمی پیش کرسکتا ہے جو دشمن کا آدمی ہو یا اس کا دماغ چل گیا ہو۔

سلطان ایوبی نے یہ رپورٹ بڑی ہی غور سے سنی اور کہا کہ معاملہ بہرحال مذہب، مسجد اور پیش امام کا ہے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ علی بن سفیان کے ساتھ خود بہروپ میں درس سننے جائے گا اور خود یقین کرے گا کہ پیش امام کی نیت اور اصلیت کیا ہے۔ جہاد کے ساتھ حیوانی جذبے کے ذکر نے سلطان ایوبی کے کان کھڑے کردیئے تھے۔ اس نے علی بن سفیان کے ساتھ صلاح مشورہ کرکے یہ بہروپ تیار کرایا تھا جس میں وہ مسجد میں گئے تھے۔

علی بن سفیان جاسوسی اور جاسوسی کے خلاف دفاع کے فن کا ماہر تھا۔ اس نے سلطان ایوبی کو اپنی ایک اور کامیابی سے آگاہ کردیا تھا۔ وہ یہ تھی کہ فیض

الفاطمی کو جس صلیبی لڑکی نے موقعہ پر گرفتار کرایا اور احمد کمال نام کے ایک کمانڈر کی خاطر اسلام قبول کرنے اور اس کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر ماری گئی تھی۔ اس نے وہ خفیہ الفاظ اور اشارے بتائے تھے جو صلیبی جاسوس ایک دوسرے کو پہچاننے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ اس کی نشاندہی پر چند ایک مسلمان بھی پکڑے گئے تھے جو صلیبیوں سے زر و جواہرات اور خوبصورت لڑکیاں لے کر ان کے لیے جاسوسی کرتے تھے۔ انہوں نے بھی علی بن سفیان کے تہہ خانے میں تصدیق کی تھی کہ یہ الفاظ اور اشارے استعمال ہوتے ہیں۔ اشارے یہ تھے کہ جاسوس جو ایک دوسرے سے پہلی بار ملتے اور ایک دوسرے کے متعلق یقین کرنا چاہتے تھے ان میں سے ایک آسمان کی طرف دیکھ کر کہتا تھا ــــ "معلوم نہیں موسم کیسا رہے گا"ــــ وہ ایسی بے پروائی کے سے لہجے میں کہتا تھا جیسے یونہی اسے موسم کا خیال آگیا ہو۔ دوسرا کہتا تھا "بارش آئے گی"۔ اسے جواب ملتا تھا "آسمان بالکل صاف ہے"۔ دوسرا کہتا تھا ــــ "ہم گھٹائیں لائیں گے"ــــ اور وہ قہقہہ لگاتا تھا۔ قہقہے کی ضرورت یہ ہوتی تھی کہ یہ مکالمہ کوئی اور سن لے یا دوسرا آدمی جاسوس نہ ہو تو وہ یہ سمجھے کہ اس آدمی نے مذاق کیا ہے۔ علی بن سفیان کو بتایا گیا تھا کہ یہ خفیہ مکالمہ اس وقت بدلا جائے گا جب یہ ظاہر ہو جائے گا۔ دوسری بات جو علی نے معلوم کی تھی وہ یہ تھی کہ جاسوس ایک دوسرے کو اپنا نام نہیں بتاتے۔ ان کا ہیڈ کوارٹر فلسطین کا ایک قصبہ شوبک تھا جو ایک قلعہ تھا۔ یہ صلیبیوں کا جاسوسی کا مرکز تھا۔

ان انکشافات کے سہارے سلطان ایوبی اور علی بن سفیان بہروپ بدل مسجد میں چلے گئے۔ انہوں نے جہاد کے درس کی خواہش ظاہر کی تو عالم نے خواہش پوری کر دی۔ پھر وہ اس کے پاس اکیلے رہ گئے اور ان خفیہ مکالموں نے عالم کو بے نقاب کر دیا۔ اس نے بعد میں بیان دیا تھا کہ وہ اتنا کچا جاسوس نہیں تھا کہ وہ اجنبی آدمیوں کے آگے اپنا آپ ظاہر کر دیتا۔ اسے ان خفیہ الفاظ نے پھنسایا، کیونکہ یہ مکالمہ ہر ایک جاسوس کو بھی معلوم نہیں ہوتا۔ یہ جاسوسوں کے اعلیٰ درجے کا مکالمہ ہے۔ اس سے نیچے اس سے کوئی جاسوس واقف نہیں ہوتا۔ اس مکالمے کے بعد کا قہقہہ خاص طور پر قابلِ ذکر تھا۔ اس کے بغیر ایک دوسرے پر اپنا راز فاش نہیں کیا جاتا تھا۔ سلطان ایوبی نے قہقہہ لگایا تھا۔ وہ اپنے ساتھ چھ جانبازوں کو بھی لے گیا تھا تاکہ بوقتِ ضرورت مدد دیں۔

علی بن سفیان نے اس جاسوس کو اور دونوں لڑکیوں کو اپنے تہہ خانے میں بند کر دیا اور سب سے پہلے اس علاقے میں جا کر تفتیش کی کہ یہ شخص اس مسجد پر قابض کس طرح ہوا اور اس سے پہلے وہ جس جھونپڑے میں رہتا تھا وہ اسے کس نے دیا تھا۔ وہاں کے مختلف لوگوں نے جو بیان دیئے ان سے پتہ چلا کہ یہ شخص دو بیویوں کے ساتھ اس آبادی میں آیا۔ پہلے ایک آدمی کے گھر مہمان رہا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ یہ تو کوئی عالم فاضل ہے تو انہوں نے اسے یہ جھونپڑا دے دیا۔ وہ اس مسجد میں نماز پڑھنے جایا کرتا تھا۔ وہاں بہت مدت سے ایک پیش امام تھا۔ یہ شخص پیش امام کا مرید بن گیا۔ پندرہ سولہ روز بعد پیش امام نے مسجد میں ہی پیٹ درد کی شکایت کی۔ یہ شکایت اتنی تیزی سے بڑھی کہ اس کے بعد پیش امام مسجد میں نہ آسکا۔ حکیموں نے گھر جا کر دیکھا۔ دوائیاں دیں مگر وہ تیسرے روز مر گیا۔ اس کے بعد اس عالم نے لوگوں سے بات کر کے مسجد سنبھال لی۔ اس نے ایسا تاثر پیدا کیا کہ لوگ اس کے عقیدت مند ہو گئے اور اس کی ضرورت کے مطابق اسے مکان دے دیا۔

علی بن سفیان کے پوچھنے پر لوگوں نے اسے بتایا کہ انہوں نے کئی بار اس شخص کو پیش امام کے لیے کھانا لے جاتے دیکھا تھا۔ علی بن سفیان جان گیا کہ پیش امام کو اس آدمی نے زہر دیا ہے اور اسے راستے سے ہٹا کر مسجد پر قبضہ کیا تھا اس جاسوس کے گھر کی تلاشی میں بہت سے ہتھیار برآمد ہوئے تھے جو مختلف جگہوں میں چھپائے ہوئے تھے۔ وہاں سے زہر بھی برآمد ہوا۔ وہ ایک کتے کو دیا گیا تو کتا تین دن بے چین رہا اور گرتا اور اٹھتا رہا۔ تیسرے دن شام کے بعد کتا مر گیا۔

علی بن سفیان نے اپنی تفتیش سلطان ایوبی کے آگے رکھی تو سلطان نے اسے کہا ــــ "ان تینوں کو قید میں خوب پریشان کرو اور انہیں خوفزدہ کیے رکھو، لیکن میں انہیں جلاد کے حوالے نہیں کروں گا اور انہیں قید میں بھی نہیں ڈالوں گا"۔

"پھر آپ کیا کریں گے؟" علی بن سفیان نے پوچھا۔

"میں انہیں حفاظت اور عزت سے واپس بھیج دوں گا"۔ علی بن سفیان نے حیرت زدہ ہو کر سلطان ایوبی کے منہ کی طرف دیکھا۔ سلطان نے کہا ــــ "میں ایک جوا کھیلنا چاہتا ہوں علی! ابھی مجھ سے کچھ نہ پوچھنا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ یہ بازی لگاؤں یا نہیں"ــــ اس نے ذرا توقف سے کہا ــــ "کل دوپہر کے کھانے کے بعد نائب سالاروں، مشیروں، اعلیٰ کمانداروں اور انتظامیہ کے ہر شعبے کے سربراہ کو میرے پاس لے آنا۔ تمہاری

موجودگی بھی ضروری ہے۔"

علی بن سفیان نے اس رات پہلی بار اس "عالم" سے تفتیش کی لیکن وہ بڑا سخت آدمی نکلا۔ اس نے کہا — "غور سے میری بات سن لو علی بن سفیان! ہم دونوں ایک ہی میدان کے سپاہی ہیں۔ تم میرے ملک میں کبھی پکڑے گئے تو مجھے امید ہے کہ تم جان دے دو گے، اپنے ملک اور اپنی قوم کو دھوکہ نہیں دو گے۔ تم یہی توقع مجھ سے رکھو۔ مجھے معلوم ہے میرا انجام کیا ہوگا۔ اگر میں تمہیں وہ ساری باتیں بتا دوں جو تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو تو بھی تم لوگ مجھے بخشو گے نہیں۔ مجھے اس تہہ خانے میں مرنا ہے خواہ تم جلاد سے مروا دو خواہ اذیت میں ڈال کر مار دو۔ پھر میں کیوں اپنی قوم کو دھوکہ دوں؟"

"مجھے امید ہے کہ تم اپنا ارادہ بدل دو گے" — علی بن سفیان نے کہا — "کیا تم ان دو لڑکیوں کی عزت بچانے کی خاطر یہ پسند نہیں کرو گے کہ میں جو پوچھوں وہ مجھے بتا دو؟"

"کیسی عزت؟" اس نے جواب دیا — "ان لڑکیوں کے پاس صرف حسن اور ناز نخرے ہیں یا وہ استادی ہے جس سے وہ پتھروں کو بھی موم کر لیتی ہیں۔ ان کے پاس عزت نام کی کوئی چیز نہیں۔ یہی تو انہیں سکھلایا جاتا ہے کہ اپنی عزت سے دستبردار ہو جاؤ۔ ہم لوگ اپنی جان اور عزت بہت دور پھینک آتے ہیں۔ تم ان لڑکیوں کے ساتھ جیسا بھی سلوک کرنا چاہو کر لو۔ انہیں میرے سامنے ذلیل کر لو۔ میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ لڑکیاں بھی تمہیں کچھ نہیں بتائیں گی۔"

"جاسوس لڑکیوں کو ہم سزائے موت دے دیا کرتے ہیں انہیں ذلیل کبھی نہیں کیا۔" علی بن سفیان نے کہا — "ہمارا مذہب عورت کو اذیت میں ڈالنے کی ہمیں اجازت نہیں دیتا۔"

"میرے دوست!" جاسوس نے کہا — "تم پیار کا حربہ استعمال کرو یا اذیت کا ہم میں سے کوئی بھی اپنے ان ساتھیوں کی نشاندہی نہیں کرے گا جو تمہاری سلطنت کی جڑوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تم نے لڑکیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ میں اس کے عوض تمہیں یہ بتا دیتا ہوں کہ یہ میری اور تمہاری جنگ نہیں یہ صلیب اور چاند تارے کی جنگ ہے۔ میں اُن معمولی سے جاسوسوں میں سے نہیں ہوں جو

ادھر کی خبریں اُدھر بھیجتے اور تمہارے آئندہ کے ارادے معلوم کرتے رہتے ہیں۔ میں شعبے میں میرا رُتبہ بہت اونچا ہے۔ میں عالم ہوں۔ اپنے مذہب کا مطالعہ اتنا ہی گہرا کیا جتنا تمہارے مذہب کا۔ انجیل اور قرآن کی تہہ تک پہنچا ہوں۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ تمہارا مذہب بہتر اور سادہ ہے۔ یہ ہر انسان کا مذہب ہے جس میں کوئی پیچیدگی نہیں۔ اس کی مقبولیت کی وجہ بھی یہی ہے، مگر میں تمہیں یہ بھی بتانا دینا چاہتا ہوں کہ تمہارے دشمنوں نے تمہارے مذہب کی اصلیت کو بگاڑ دیا ہے تاکہ اس کی مقبولیت ختم ہو جائے۔ یہودیوں نے مسلمان علماء کے بھیس میں اس میں بے بنیاد روایات شامل کر دی ہیں۔ اسلام توہمات کے خلاف تھا مگر اس وقت سب سے زیادہ توہم پرست مسلمان ہیں۔ میں نے چاند گرہن اور سورج گرہن کے وقت مسلمانوں کو سجدے کرتے اور نذرانے دیتے دیکھا ہے اور ایسی کئی ایک بدعتیں تمہارے مذہب میں شامل کر دی گئی ہیں....

"ہم ایک مدت سے تمہارے اصل نظریات کو بگاڑ رہے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں صرف دو مذہب رہ جائیں گے۔ ایک عیسائیت دوسرا اسلام، اور یہ دونوں اُس وقت تک معرکہ آرا رہیں گے جب تک کہ دونوں میں سے ایک ختم نہیں ہو جاتا۔ کسی بھی مذہب کو تیروں اور تلواروں سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ کسی مذہب کو تبلیغ سے بھی ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا یہی ایک طریقہ ہے جو میں نے اختیار کیا تھا۔ میں تمہیں یہ بتا دیتا ہوں کہ اس مہم میں میں اکیلا نہیں۔ پورا ایک گروہ تمہارے نظریات پر حملہ آور ہوا ہے۔"

علی بن سفیان اس کے سامنے ٹہل رہا تھا اور اس کی باتیں غور سے سن رہا تھا۔ اس نے عالم جاسوس کے پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال رکھی تھیں۔ اس کا ارادہ تو یہ تھا کہ اس جاسوس کو بھی ہر جاسوس کی طرح اذیتوں کے اُسی مرحلے میں سے گزارے گا جہاں کسی بھی لمحے جاسوس سارے راز اُگل دیتے ہیں لیکن اس نے قید خانے کے ایک محافظ کو بلا کر اس آدمی کی بیڑیاں اور ہتھکڑیاں کھلوا دیں اور اس کے لیے پانی اور کھانا منگوایا۔ اس نے کہا — "میرے اس سلوک کو اگلوانے کا حربہ نہ سمجھنا۔ ہم عالموں کی قدر کیا کرتے ہیں۔ خواہ وہ کسی بھی مذہب کے ہوں۔ میں تم سے کچھ نہیں پوچھوں گا۔ جو کچھ بتانا پسند کرتے ہو بتا دو۔"

"اور میں تمہاری قدر کرتا ہوں علی!" عالم جاسوس نے کہا — "میں نے

تمہاری بہت تعریف سنی ہے۔ تم میں فن کا کمال بھی ہے اور جذبے کی حرارت بھی۔ تمہارے لیے سب سے بڑا اعزاز اور کیا ہو سکتا ہے کہ صلیبی بادشاہ تمہیں قتل کرانا چاہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم صلاح الدین ایوبی اور نورالدین زنگی کے ہم پلّہ ہو.... میں تمہیں بتا رہا تھا کہ میں نے علم سے یہ حاصل کیا ہے کہ کسی قوم کے تہذیب و تمدّن اور مذہب کو بگاڑ دو تو فوجوں کے حملے اور جنگ و جدل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کسی قوم کو مارنا ہو تو اس میں جنسی آگ بھڑکا دو۔ یقین نہ آئے تو اپنے مسلمان حکمرانوں کی حالت دیکھ لو۔ تمہارے رسولؐ نے کہا تھا کہ نفس کو مارو کہ یہی تباہی کی جڑ ہے۔ تمہاری قوم نے اس پر کب تک عمل کیا؟ رسولؐ کی زندگی تک۔ یہودیوں نے اپنی حسین لڑکیوں سے تمہاری قوم کو بھڑکایا۔ آج تمہاری قوم نفس کی غلام ہو گئی ہے۔ تم میں جس کے پاس دولت آجاتی ہے وہ سب سے پہلے حرم کو عورتوں سے بھرتا ہے۔ ہر مسلمان خواہ وہ غریب ہی ہو، چار بیویاں ضرور رکھنا چاہتا ہے۔ یہودیوں نے مولویوں کے روپ میں تمہارے نظریات میں جنسیت ڈال دی۔ اگر اپنے رسولؐ کی ہدایت پر مسلمان عمل پیرا رہتے تو میں یہ یقین سے کہتا ہوں کہ آج دنیا کا تین چوتھائی حصہ مسلمان ہوتا، مگر اب یہ حال ہے تین چوتھائی مسلمان برائے نام مسلمان ہیں اور تمہاری سلطنت سکڑتی سمٹتی چلی جا رہی ہے۔ تم نہیں سمجھتے کہ اس حملے کا نتیجہ ہے جو مجھ جیسے عالموں نے تمہارے مذہب اور تہذیب و تمدّن پر کیا ہے۔

"میرے دوست! یہ حملے جاری رہیں گے۔ میں پیشین گوئی کر سکتا ہوں کہ ایک روز اسلام اس دنیا میں نہیں ہوگا۔ اگر ہوگا تو ایک فرسودہ نظریئے کی شکل میں موجود رہے گا اور اس کے پیروکار جنسی لذّت میں مست ہوں گے۔ ہر کوئی صلاح الدین اور نورالدین نہیں بن سکتا۔ انہیں کل پرسوں مرجانا ہے۔ ان کے بعد جو آئیں گے، انہیں ہم نفس پرستی میں مبتلا کر دیں گے۔ مجھے قتل کر دو۔ میری مہم کو قتل نہیں کر سکو گے۔ انسانوں کے مر جانے سے مقاصد نہیں مرجایا کرتے۔ میری جگہ کوئی اور آئے گا۔ ہم اسلام کو ختم کر کے یا اپنا غلام بنا کر دم لیں گے.... اب چاہو تو مجھے جلّاد کے حوالے کر سکتے ہو۔ میں اور کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

علی بن سفیان نے اس سے اور پوچھا بھی کچھ نہیں۔ وہ غالباً سوچ رہا تھا کہ اس کا کام کس قدر دشوار اور کتنا نازک ہے۔ اس صلیبی تخریب کار نے جو کچھ کہا سچ

تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ قوم میں اخلاقی تباہی کے جراثیم پیدا ہو چکے ہیں۔ عرب کے امراء و زراء تو پوری طرح تباہ ہو چکے تھے۔ صلاح الدین ایوبی میدانِ جنگ میں صلیبیوں کو شکست دے کر سلطنتِ اسلامیہ کو وسیع تر کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا مگر صلیبیوں نے ایسے پہلو سے حملہ کیا تھا جسے روکنا سلطان ایوبی کے بس سے باہر نظر آتا تھا.... علی بن سفیان عالم جاسوس کی کوٹھڑی بند کرا کے اُن کوٹھڑیوں کے سامنے جا کھڑا ہوا جن میں لڑکیاں قید تھیں۔ وہ ایک کوٹھڑی کھلوا کر اندر چلا گیا۔ لڑکی فرش پر بیٹھی تھی۔ اسے دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ علی اُسے خاموشی سے دیکھتا رہا اور کچھ کہے بغیر باہر نکل آیا۔

✪

اگلے روز دوپہر کے کھانے کے بعد فوج اور انتظامیہ کے تمام حاکم اور عہدیدار اس کمرے میں جمع تھے جہاں صلاح الدین ایوبی انہیں احکامات اور ہدایات دیا کرتا تھا۔ ان سب کو پتہ چل چکا تھا کہ ایک جاسوس دو لڑکیوں کے ہمراہ پکڑا گیا ہے۔ وہ آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے کہ سلطان ایوبی آگیا۔ اس نے سب کو گہری نظر سے یوں دیکھا جیسے ان میں سے کسی کو تلاش کر رہا ہو۔

"میرے عزیز ساتھیو!" اس نے کہا — "آپ نے سُن لیا ہوگا کہ ہم نے ایک مسجد سے ایک صلیبی کو پکڑا ہے جو وہاں باقاعدہ امام بنا ہوا تھا۔" اس نے تفصیل سے بتایا کہ اُسے کس طرح پکڑا گیا ہے۔ پھر انہیں وہ باتیں سنائیں جو جاسوس نے علی بن سفیان کے ساتھ قید خانے میں کی تھیں۔ علی بن سفیان یہ باتیں سلطان ایوبی کو سنا چکا تھا۔

صلاح الدین ایوبی نے کہا — "میں نے آپ کو یہ وعظ سنانے کے لیے نہیں بلایا کہ جاسوسوں اور تخریب کاروں سے بچو۔ میں آپ کو یہ بھی نہیں کہوں گا کہ اسلام کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کرنے والا جہنّم میں جائے گا۔ میں صرف یہ کہوں گا کہ کفّار کے ساتھ دوستی کرنے والے کے لیے میں یہ دنیا جہنّم بنا دوں گا۔ میں اب کسی غدّار کو سزائے موت نہیں دوں گا موت نجات کا ذریعہ ہے۔ میں نے اب غدّار کے لیے یہ سزا مقرر کی ہے، کہ اس کے گلے میں رسّی ڈال کر ایک تختی آگے اور ایک پیچھے لٹکا کر اسے ہر روز بازاروں میں گھما پھرا کر چوک میں کھڑا کر دیا جائے گا تختیوں پر لکھا ہوگا — 'میں غدّار ہوں'۔ اسے ہر روز صبح سے شام کھڑا رکھا جائے گا تا آنکہ وہ بھوکا پیاسا مر جائے گا اور اس کی لاش شہر سے باہر پھینک دی

جاسوسی کے الزام کے لواحقین کو اجازت نہیں دی جائے گی کہ اس کا جنازہ پڑھیں یا اسے دفن کریں....

"لیکن میرے عزیز دوستو! اس سے دشمن کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ وہ ایک اور غدار پیدا کرلے گا۔ جب تک اس کے پاس عورت کی بے حیائی اور زر و جواہرات کی فراوانی اور ہمارے پاس ایمان کی کمی ہے، وہ غدار پیدا کرتا رہے گا۔ کیا یہ آپ کی غیرت کے لیے چیلنج نہیں کہ آپ کا دشمن آپ کی مسجد میں بیٹھ کر آپ کا قرآن ہاتھ میں لے کر آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو مسخ کرے؟ اس پہلو پر بھی غور کریں کہ صلیبی جو لڑکیاں یہاں جاسوسی کے لیے اور ہماری قوم کی کردار کشی کے لیے بھیج رہے ہیں، ان میں بہت سی لڑکیاں مسلمانوں کی بچیاں ہیں جنہیں ان کفار نے قافلوں سے اغوا کیا اور انہیں بدکاری کی شرمناک تربیت دے کر جاسوسی کے لئے تیار کیا ہے۔ فلسطین کفار کے قبضے میں ہے۔ وہاں مسلمانوں پر جو ظلم و تشدد ہو رہا ہے، وہ مختصراً یہ ہے کہ صلیبی ان کے گھروں کو لوٹتے رہتے ہیں۔ وہ فریاد کرتے ہیں تو نہتے انسانوں میں ڈال دیا جاتا ہے۔ ان کی کمسن بچیوں کو غائب کر دیا جاتا ہے۔ ان میں جو غیر معمولی طور پر خوبصورت ہوتی ہیں ان کے ذہنوں سے مذہب اور قومیت نکال دی جاتی ہے اور انہیں بے حیائی کی تربیت دے کر مردوں کو انگلیوں پر نچانا سکھا کر انہیں مسلمانوں کے علاقوں میں جاسوسی اور تخریب کاری کے لیے بھیج دیا جاتا ہے۔ اس گروہ میں ان کی اپنی لڑکیاں بھی ہوتی ہیں۔ ان میں تو شرم و حجاب اور عصمت کی کوئی قدر ہی نہیں۔ وہ مسلمان بچیوں کو بھی بدی کے لیے استعمال کرتے ہیں....

"انہوں نے جب فلسطین پر قبضہ کیا تو وہ وہاں سب سے بڑا جو انقلاب لائے وہ یہ تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کے لیے جینا حرام کر دیا۔ ان کا قتلِ عام کیا، ان کے گھروں کو لوٹ لیا، مسجدوں کو اصطبلوں اور گرجوں میں بدل دیا، مسلمان بچیوں کو اغوا کر کے انہیں قحبہ خانوں میں بٹھا دیا گیا؛ جو خوبصورت نکلیں انہیں تخریب کاری اور بدکاری کی تربیت دے کر ہمارے امیروں اور وزیروں کے حرموں میں داخل کر دیا اور انہیں ہمارے خلاف بھی استعمال کیا۔ مسلمان گھرانوں کی بچیوں کے کمروں میں انہوں نے صلیب لٹکا دی۔ مسلمان جو فلسطین سے بھاگے اور ہمارے پاس پناہ لینے کے لیے قافلہ در قافلہ چلے انہیں راستے میں شہید کر دیا گیا۔ ہماری بہنوں اور بیٹیوں کی آبرو ریزی سرِعام ہوئی اور میرے محمد گو بھائیو! یہ سلسلہ رکا نہیں۔ ابھی تک جاری ہے۔ صلیبیوں کا مقصد

صرف یہ ہے کہ اسلام کا کوئی نام لیوا زندہ نہ رہے اور مسلمان لڑکیاں عیسائیوں کو جنم دیں۔ ہم سب پر اللہ کی لعنت برس رہی ہے کہ ہم اپنے ان مسلمان بھائیوں اور ان کی بچیوں کو فراموش کیے بیٹھے ہیں جو وہاں ذلت اور مظلومیت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس سے بڑا گناہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہم ان شہیدوں کو بھی فراموش کیے بیٹھے ہیں جو صلیبیوں کی بربریت کا شکار ہوئے.... میں آپ کو کوئی حکم دینے سے پہلے آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس صورتِ حال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ آپ میں تجربہ کار فوجی ہیں اور انتظامیہ کے حاکم بھی۔"

پرانی عمر کا ایک کمانڈر اٹھا۔ اس نے کہا — "امیرِ مصر! ہمیں آپ کے حکم کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یہ حکمِ خداوندی ہے کہ تمہارے پڑوس میں مسلمان نسل پر ظلم ہو رہا ہو اور وہاں کے مسلمان خدا کو مدد کے لیے پکار رہے ہوں تو ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ اس ملک پر فوج کشی کر کے اپنے کلمہ گو بھائیوں کو نجات دلائیں۔ ہمیں فلسطین پر فوج کشی کرنی چاہیے۔"

نائب سالار کے رتبے کے ایک اور شخص نے اٹھ کر جوش سے کہا — "کفار پر فوج کشی سے پہلے آپ ان مسلمان حاکموں اور امراء پر فوج کشی کریں جو در پردہ کفار کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں۔ ہمارے لیے یہ صورتِ حال باعثِ شرم ہے کہ ہماری صفوں میں غدار بھی ہیں۔ فیض الفاطمی کے رتبے کا آدمی غدار ہو سکتا ہے تو چھوٹے عہدوں پر کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک مسلمان بچی کی آبروریزی کا انتقام لینے کے لیے ساری قوم کو تنا ہو جانا چاہیے مگر یہاں ہماری ایک پوری نسل کی آبروریزی ہو رہی ہے اور ہم سوچ رہے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ صلیبیوں نے ہماری بچیوں کو بدکاری کے لیے تیار کیا اور ہم سے ان کے ساتھ بدکاری کرا رہے ہیں۔ محترم امیر! اگر میں جذباتی نہیں ہو گیا تو مجھے یہ تجویز پیش کرنے کی اجازت دیں کہ ہمیں فلسطین لینا ہے۔ صلیبیوں نے ہمارے قبلۂ اوّل کو بدی کا مرکز بنا دیا ہے۔"

ایک اور آدمی اٹھا لیکن سلطان ایوبی نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بٹھا دیا اور کہا — "میں یہی سننا چاہتا تھا۔ آپ میں سے جو میرے قریب رہتے ہیں جانتے ہیں کہ میرا دین ہدف فلسطین ہے۔ میں مصر کی امارت کے فرائض سنبھالتے ہی فلسطین پر حملہ کرنا چاہتا تھا مگر دو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے، ایمان فروشوں نے مجھے مصر میں ایسا الجھایا ہے جیسے میں دلدل میں پھنس گیا ہوں۔ ذرا ان دو سالوں کے واقعات پر غور کریں۔ آپ صلیبی تخریب کاروں

اور غداروں کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ سوڈانیوں کو ہمارے خلاف لڑانے والے ہم میں سے ہی ہیں۔ سوڈانی حبشیوں سے مصر پر حملہ کرانے والے ہمارے اپنے سالار اور کماندار تھے۔ وہ اس قومی خزانے سے تنخواہ لیتے تھے جس میں قوم کا پیسہ ہے اور جس میں خدا کے نام پر دی ہوئی زکوٰۃ کا پیسہ ہے۔ میں نے اس امید پر دو سال گزار دیئے ہیں کہ میں جاسوسوں، انہیں پناہ اور مدد دینے والوں اور ایمان فروشوں کو ختم کر کے فلسطین پر حملہ کروں گا، لیکن میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تخریب کاری کا یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ کیوں نہ اس چشمے کو جا کر بند کیا جائے جہاں اسلام دشمنی کے سامان پیدا کیے جاتے ہیں۔ ہم صلیبیوں کو خود موقع دے رہے ہیں کہ وہ ہماری صفوں میں غدار پیدا کریں....

"میں نے آپ کو آج اس لیے بلایا ہے کہ فلسطین پر حملے میں اب زیادہ تاخیر نہیں ہوگی۔ فوج کی جنگی مشقیں اور تربیت تیز کر دو۔ مجاہدین کو لمبے عرصے کا محاصرہ کرنے کی مشق کراؤ۔ مجھے ترک اور شامی دستوں پر پورا اعتماد ہے۔ مصریوں اور وفادار سوڈانیوں میں جذبہ پیدا اور پختہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ان میں دشمن کے خلاف قہر اور غضب پیدا کر دو۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہوگا کہ ان میں غیرت پیدا کرو اور انہیں بتاؤ کہ وہ تمہاری ہی بہنیں اور بیٹیاں ہیں جو صلیبیوں کی درندگی کا شکار ہو رہی ہیں.... آپ میں انتظامیہ کے جو حضرات ہیں ان کے ذمے یہ فرض ہے کہ وہ مسجدوں کے پیش اماموں سے کہیں کہ لوگوں پر جہاد کی غرض و غایت واضح کریں اور نوعمر لڑکوں میں عسکری خیالات پیدا کریں۔ کوئی بھی پیش امام یا خطیب اسلامی نظریات کو غلطی سے یا دانستہ غلط رنگ میں پیش کرتا ہے اسے امامت کے فرائض سے سبکدوش کر دیں۔ اگر کردار مضبوط ہو تو کوئی کشش اور کوئی انگیخت گمراہ نہیں کر سکتی۔ ذہنوں کو فارغ نہ رہنے دیں، کھلا نہ چھوڑیں۔ ورنہ دشمن انہیں استعمال کرے گا.... فوجوں کے کوچ کے احکامات آپ کو جلدی مل جائیں گے۔ اللہ آپ کا حامی اور ناصر ہے۔"

✪

سات روز گزر گئے۔

عالم جاسوس اور دونوں لڑکیوں کو سلطان ایوبی نے ملاقات کے لیے بلایا۔ انہیں لایا گیا تو سلطان ایوبی نے کہا کہ انہیں دوسرے کمرے میں بٹھا دو۔ ان کے پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں زنجیریں تھیں۔ انہیں جس کمرے میں بٹھایا گیا وہ سلطان ایوبی کے خاص کمرے کے ساتھ تھا۔ دونوں کے درمیان ایک دروازہ تھا،

جس کا ایک کواڑ کھلا ہوا تھا۔ سلطان ایوبی کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اس نے ٹہلتے ٹہلتے کہا۔ "میں فوری طور پر کرک پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں؟"

کرک فلسطین کا ایک قلعہ نما قصبہ تھا۔ دوسرا مشہور قصبہ شوبک تھا۔ یہ بھی ایک مضبوط قلعہ تھا۔ شوبک کو صلیبیوں نے مرکز بنا رکھا تھا۔ صلیبی بادشاہ اور اعلیٰ کمانڈر شوبک میں ہی اکٹھے ہوا کرتے تھے۔ یہیں صلیبیوں کی انٹیلی جنس کا ہیڈ کوارٹر تھا اور یہ جاسوسوں کا ٹریننگ کیمپ تھا۔ سلطان ایوبی کے فوجی اور شہری انتظامیہ کے حلقوں میں یہ خیال یقین کی حد تک تھا کہ سلطان ایوبی سب سے پہلے شوبک پر حملہ کرے گا کیونکہ اس جگہ کی اہمیت ہی ایسی تھی۔ اگر اس مضبوط اڈے کو سر کر لیا جاتا تو صلیبیوں کی کمر توڑی جا سکتی تھی۔ مگر سلطان ایوبی کہہ رہا تھا کہ پہلے کرک پر حملہ کیا جائے گا۔ یہ تو ثانوی اہمیت کی جگہ تھی۔ ایک نائب سالار نے کہا — "محترم! آپ کا حکم سر آنکھوں پر، میری ناقص رائے یہ ہے کہ پہلے شوبک سر کر لیا جائے۔ دشمن کی مرکزی کمان ختم کرنا ضروری ہے۔ اگر ہم نے شوبک لے لیا تو کرک لینا کوئی مشکل نہ ہوگا اور اگر ہم نے کرک پر طاقت ضائع کر دی تو شوبک لینا ناممکن ہو جائے گا۔"

دوسرے کمرے میں جاسوس بیٹھے تھے۔ درمیانی دروازے کا ایک کواڑ کھلا تھا۔ سلطان ایوبی کے کمرے کی آوازیں اس کمرے میں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ عالم جاسوس کے کان کھڑے ہوئے۔ وہ آہستہ آہستہ سرک کر دروازے کے ساتھ ہو گیا۔ اس وقت سلطان ایوبی کہہ رہا تھا — "میں درجہ بدرجہ پیش قدمی کرنا چاہتا ہوں۔ کرک شوبک کی نسبت آسان شکار ہے۔ میں اس پر قبضہ کر کے اسے اڈہ بنا لوں گا۔ کمک منگوا کر اور فوج کو کچھ عرصہ آرام دے کر پوری تیاری کے بعد شوبک پر حملہ کروں گا۔ اس قصبے کا دفاع، ہمارے جاسوسوں کے کہنے کے مطابق، اتنا مضبوط ہے کہ ہمیں لمبے عرصے تک اسے محاصرے میں رکھنا پڑے گا۔ میرا خیال ہے کہ کرک پر ہماری زیادہ طاقت ضائع نہیں ہوگی۔ ہمیں پہلے ایک اڈہ چاہیے اور ایسی رسد گاہ جہاں سے ہمیں فوری طور پر رسد ملتی رہے۔"

عالم جاسوس دروازے کے ساتھ بیٹھا سن رہا تھا۔ دونوں لڑکیاں بھی اس کے پاس آ بیٹھیں۔ علی بن سفیان نے بھی دھیان نہ دیا کہ ایسی راز کی باتیں جاسوسوں کے کانوں میں پہنچ رہی ہیں۔ ہو سکتا ہے سلطان ایوبی اور علی بن سفیان نے اس لیے

احتیاط نہ کی ہو کہ ان جاسوسوں کو شوبک واپس تھوڑے ہی جانا تھا۔ انہیں تو ساری عمر قید میں گزارنی تھی یا جلاد کے ہاتھوں مرنا تھا۔ عالم جاسوس نے لڑکیوں سے سرگوشی میں کہا ــــ "کاش، ہم میں سے کوئی ایک یہاں سے نکل سکے اور صلاح الدین ایوبی کے اس ارادے کی اطلاع شوبک اور کرک تک پہنچا دے۔ یہ کتنا قیمتی راز ہے۔ اگر پہلے ہی وہاں پہنچا دیا جائے تو مسلمانوں کی فوج کو کرک کے راستے میں ہی لڑائی میں اُلجھا کر اس کی طاقت ختم کی جا سکتی ہے۔ ان کا حملہ کرک سے دُور ہی پسپائی میں بدلا جا سکتا ہے۔"

"ہمیں مکمل رازداری کی ضرورت ہے" ــــ سلطان ایوبی اپنے کمرے میں ٹہلتے ہوئے کہہ رہا تھا ــــ "اگر صلیبیوں کو ہمارے حملے کی خبر قبل از وقت ہوگئی تو ہم کرک تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ وہ ہمیں راستے میں روک لیں گے۔ ہمارے لیے خطرہ یہ ہے کہ صلیبیوں کے مقابلے میں ہماری فوج بہت کم ہے۔ صلیبیوں کی نفری زیادہ ہونے کے علاوہ ان کے گھوڑے اور ہتھیار ہم سے بہتر ہیں۔ ان کے خود لوہے کے ہیں اور وہ زرہ بکتر بھی پہنتے ہیں۔ اس سے ہمارے تیر انداز بیکار ثابت ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ صلیبیوں کو بے خبری میں جالوں تاکہ انہیں کھلے میدان میں لڑنے کا موقعہ نہ ملے۔ اگر وہ کھلے میدان میں لڑے تو ہمارے عقب میں آکر وہ ہماری رسد کا نظام روک دیں گے۔ اس کا نتیجہ پسپائی اور شکست کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ میں وہ راستہ اختیار کروں گا جو جاریب کے ٹیلوں میں سے گزرتا ہے۔ یہ بڑا وسیع اور عریض علاقہ ہے۔ مجھے خطرہ صرف یہ نظر آرہا ہے کہ صلیبی راستے میں آکر لڑے تو ہمیں شکست کے لیے تیار رہنا چاہیے۔"

"اس کا علاج یہ ہے کہ فوج کو تین چار حصوں میں تقسیم کرکے صرف رات کے وقت کوچ کرایا جائے۔ دن کے وقت کوئی حرکت نہ کی جائے" ــــ علی بن سفیان نے کہا ــــ "راستے میں کوئی بھی اجنبی آدمی یا قافلہ نظر آئے اسے روک لیا جائے اور کرک تک پہنچنے تک اسے اپنے ساتھ رکھا جائے۔ جاسوسی کے خلاف یہی اقدام کارگر ہو سکتا ہے۔"

اس وقت جب عالم جاسوس اور دو لڑکیاں سلطان ایوبی کی زبان سے اس قدر نازک اور اہم منصوبہ سن رہی تھیں، شوبک کے قلعے میں صلیبیوں کی اہم شخصیتوں اور کمانڈروں کی کانفرنس بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ لوگ پریشان سے تھے۔

ان میں حاتم الاکبر نام کا ایک مصری مسلمان بھی بیٹھا تھا۔ وہ انہیں یہ خبریں تفصیل سے سنا چکا تھا کہ خلیفہ العاضد معزولی کے بعد مر چکا ہے۔ مصر اب بغداد کے خلیفہ کے تحت آگیا ہے۔ صلیبیوں کا وفادار مسلمان نائب سالار رجب پُراسرار طریقے سے مارا جا چکا ہے۔ وہ جن تین لڑکیوں کو شوبک سے لے گیا تھا وہ ماری جا چکی ہیں اور صلیبیوں کا ایک اور وفادار مسلمان فوجی حاکم فیض الفاطمی بھی جلاد کے ہاتھوں مروا دیا گیا ہے۔ اب حاتم الاکبر نے انہیں یہ خبر سنائی کہ جس عالم جاسوس کو دو لڑکیوں کے ساتھ قاہرہ بھیجا گیا تھا وہ عین اس وقت لڑکیوں سمیت گرفتار ہو گیا ہے جب اس کا مشن کامیاب ہو رہا تھا۔

"یہ ثبوت ہے کہ صلاح الدین ایوبی کا سراغرسانی کا نظام بہت ہوشیار ہے" ــــ گونارڈ نے کہا ــــ گونارڈ صلیبیوں کا مشہور حکمران اور فوجی کمانڈر تھا۔ اس نے کہا ــــ "ان لڑکیوں کو وہاں سے آزاد کرانا ممکن نہیں۔ نہایت اچھی لڑکیاں ضائع ہوتی جا رہی ہیں۔"

"صلیب کی خاطر ہمیں یہ قربانی دینی پڑے گی" ــــ صلیبیوں کے ایک اور بادشاہ اور فوجی کمانڈر گے آف لوزینان نے کہا ــــ "ہمیں بھی مرنا ہے۔ ہمارے جو آدمی پکڑے گئے ہیں انہیں بھول جاؤ۔ ان کی جگہ اور آدمی بھیجو۔ یہ دو لڑکیاں کہاں سے آئی تھیں؟" ــــ اس نے پوچھا ــــ "اور وہ تین لڑکیاں کون تھیں جو رجب کے ساتھ ماری گئی تھیں؟"

"ان میں دو عیسائی تھیں" ــــ ان کے انٹیلی جنس کے سربراہ نے جواب دیا ــــ "دونوں اطالوی تھیں اور تین مسلمان تھیں۔ انہیں بچپن میں اڑایا گیا تھا۔ بہت خوبصورت تھیں، جوانی تک انہیں یاد نہیں رہا تھا کہ وہ مسلمان تھیں۔ ہم نے انہیں بچپن میں ہی اس فن کی تربیت دینی شروع کر دی تھی۔ یہ شک نہیں کیا جا سکتا کہ انہیں چونکہ معلوم تھا کہ وہ مسلمان ہیں اس لیے انہوں نے ہمیں دھوکا دیا۔"

"مسلمان تھیں تو کیا؟" ــــ گونارڈ نے کہا اور حاتم الاکبر کی طرف اشارہ کرکے کہا ــــ "ہمارا پیارا دوست حاتم بھی تو مسلمان ہے۔ کیا اسے اپنے مذہب کا پاس نہیں؟" ــــ اس نے شراب کا گلاس حاتم کے ہاتھ میں دے کر کہا ــــ "حاتم جانتا ہے کہ صلاح الدین ایوبی مصر کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا چاہتا ہے اور وہ اسلام کے نام پر کھیل رہا ہے۔ ہم مصر کو آزاد کرانا چاہتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ صلاح الدین ایوبی کو مصر میں چین سے بیٹھنے نہ دیا جائے۔"

حاتم الاکبر صلیبیوں کی شراب میں بدمست اس کی تائید میں سر ہلا رہا تھا۔ اس نے

کہا ـــ "میں اب وہاں ایسا انتظام کروں گا کہ آپ کا کوئی آدمی وہاں پکڑا نہیں جائیگا۔"

"اگر ہم مصر میں یہ زمین دوز گڑبڑ جاری نہ رکھتے تو صلاح الدین ہم پر کبھی کا حملہ کر چکا ہوتا" ـــ ایک صلیبی کمانڈر نے کہا ـــ "یہ ہماری کامیابی ہے کہ ہم اس کی طاقت اس کے اپنے آدمیوں پر ضائع کر رہے ہیں۔"

"کیا اس کے اور علی بن سفیان کے خاتمے کا ابھی کوئی انتظام نہیں ہوا؟" ـــ کونارڈ نے پوچھا۔

"کئی بار ہو چکا ہے" ـــ انٹیلی جنس کے سربراہ نے کہا ـــ "لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ دونوں پتھر قسم کے انسان ہیں۔ نہ وہ شراب پیتے ہیں نہ عورت کو پسند کرتے ہیں۔ اس لیے نہ انہیں شراب میں کچھ دیا جا سکتا ہے نہ عورت کے ہاتھوں مروایا جا سکتا ہے۔ اب کامیابی کی توقع ہے۔ ایوبی کے باڈی گارڈز میں چار آدمی فدائی ہیں۔ انہیں میں نے بڑی چابکدستی سے وہاں تک پہنچایا ہے۔ جب بھی موقع ملا وہ دونوں کو یا ایک کو ختم کر دیں گے۔"

"کیا ہمارے ہاں ایوبی کے بھیجے ہوئے جاسوس ہیں؟" ـــ گے آف لوزینان نے پوچھا۔

"یقیناً ہیں" ـــ انٹیلی جنس کے سربراہ نے جواب دیا ـــ "جب سے ہم نے مصر میں اور ادھر شام میں جاسوسی اور تباہ کاری کا سلسلہ شروع کیا ہے صلاح الدین نے بھی اپنے جاسوس ہمارے ہاں بھیج دیئے ہیں۔ ان میں سے دو پکڑے گئے ہیں۔ وہ اذیتوں سے مر گئے مگر اپنے کسی تیسرے ساتھی کی نشاندہی نہیں کی۔"

"ان کی کامیابی کس حد تک ہے؟"

"بہت حد تک" ـــ دوسرے نے جواب دیا ـــ "کرک میں ہماری رسد کو جو آگ لگی تھی جس میں آدھی رسد جل گئی اور گیارہ گھوڑے زندہ جل گئے تھے، وہ ایوبی کے تباہ کار جاسوسوں کا کام تھا۔ میں آپ کو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ ہماری جنگی کیفیت اور اہلیت کی پوری معلومات صلاح الدین ایوبی کو ملتی رہتی ہیں۔ اس کے جاسوسوں کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں کہ جان پر کھیل جاتے ہیں اور کام پوری دیانت داری سے کرتے ہیں۔"

ان میں بہت دیر اس مسئلے پر بحث ہوتی رہی کہ مصر اور شام میں تخریبی کارروائیوں کو کس طرح تیز اور مزید تباہ کن کیا جا سکتا ہے۔ حاتم الاکبر انہیں سلطان ایوبی کی حکومت کی کمزور رگیں اور مضبوط پہلو دکھا رہا تھا۔ آخر فیصلہ ہوا کہ حاتم الاکبر کو کچھ آدمی اور دو تین لڑکیاں دی جائیں۔

اس وقت سلطان ایوبی اپنے دو نائبین اور علی بن سفیان کو اپنے اس منصوبے سے آگاہ کر رہا تھا کہ وہ کرک پر حملہ کریگا۔ اس نے بیس روز بعد کا دن بتایا جب اسے فوجوں کو کوچ کرانا تھا۔ یہ تمام تر منصوبہ عالم جاسوس اور دو لڑکیاں ساتھ والے کمرے میں سن رہی تھیں۔ عالم نے ایک بار پھر لڑکیوں کے ساتھ افسوس کا اظہار کیا کہ انہیں ایک راز معلوم ہو گیا ہے مگر وہ اسے شوبک تک نہیں پہنچا سکتے۔ ایک لڑکی نے کہا: "میں کوشش کروں گی کہ صلاح الدین ایوبی مجھے پسند کر لے۔ اگر تھوڑی سی دیر کے لیے بھی وہ مجھے اپنے ساتھ تنہائی میں رکھ لے تو میں اس سے رہائی پا لوں گی۔ مجھے امید ہے کہ میں اس کی عقل پر قبضہ کر لوں گی۔"

"معلوم نہیں اس نے ہمیں کیوں بلایا ہے؟" ـــ عالم جاسوس نے کہا ـــ "تم دونوں یاد رکھو۔ اگر وہ تمہیں اکیلے اکیلے بلائے تو دونوں یہ کوشش کرنا کہ اسے حیوان بنا سکو۔ اگر وہ شراب پیئے تو تم جانتی ہو کہ اسے کتنی پلا کر بے ہوش کیا جا سکتا ہے۔ وہ بیہوش ہو جائے تو فرار کا طریقہ تم جانتی ہو اور دونوں کو معلوم ہے کہ تمہیں کس کے پاس پہنچنا ہے۔ اس کا گھر مسجد کے بالمقابل ہے۔"

"میں جانتی ہوں" ـــ ایک لڑکی نے کہا ـــ "مہدی ابادان۔"

"ہاں!" ـــ عالم نے کہا ـــ "اگر تم مہدی تک پہنچ گئیں تو وہ تمہیں شوبک تک پہنچا دے گا۔ میرے فرار کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم نے ایوبی کا منصوبہ سن لیا ہے۔ کوچ کی تاریخ یاد رکھو۔ راستہ یاد کر لو۔ کوچ رات کے وقت ہوا کرے گا۔ دن کے وقت اس کی فوج کوئی حرکت نہیں کرے گی۔ حملہ کرک پر ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ یہ اطلاع قبل از وقت پہنچ گئی تو ہماری فوج ایوبی کو راستے میں روک لے گی۔ ایوبی اسی صورتِ حال سے ڈرتا ہے۔ شوبک میں جا کر یہ خاص طور پر بتانا کہ ایوبی کھلے میدان میں آمنے سامنے نہیں لڑنا چاہتا کیونکہ اس کے پاس فوج کم ہے۔"

سلطان ایوبی کے کمرے سے ایسی آوازیں آئیں جیسے اجلاس ختم ہو گیا ہو اور نائبین باہر جا رہے ہیں۔ عالم اور لڑکیاں فوراً اس جگہ سرک گئیں جہاں انہیں بٹھایا گیا تھا۔ عالم کے کہنے پر انہوں نے سر گھٹنوں میں دے لیے جیسے انہوں نے کچھ بھی نہیں سنا اور گرد و پیش کا کوئی ہوش نہیں۔ انہیں اپنے کمرے میں قدموں کی آواز سنائی دی تو بھی انہوں نے اوپر نہ دیکھا۔ عالم نے اس وقت اوپر دیکھا جب کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا ـــ "اٹھو۔ میرے ساتھ آؤ" ـــ وہ علی بن سفیان تھا۔ علی نے لڑکیوں کو بھی اٹھایا اور انہیں سلطان ایوبی کے کمرے میں لے گیا۔

"میں تمہارے علم اور تمہاری ذہانت کی داد دیتا ہوں"۔۔۔ سلطان ایوبی نے عالم جاسوس سے کہا۔ "ان کی زنجیریں کھول دو۔۔۔۔ تم تینوں بیٹھ جاؤ"۔۔۔ علی بن سفیان باہر نکل گیا۔

سلطان ایوبی نے عالم سے کہا۔ "لیکن تم علم کو کس شیطانی کام میں استعمال کر رہے ہو۔ اس کی بجائے تم یہاں آکر اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے تو میں تمہاری قدر دل کی گہرائیوں سے کرتا۔ کیا تم اپنے مذہب اور اپنے نبی کی خدمت کر رہے ہو۔ کیا تمہارے مذہب میں یہ روا ہے کہ تم اپنے مذہب کی عبادت گاہ میں اس کے مذہب میں جھوٹ شامل کرو؟ کیا ہے کہ تم دوسرے مذہب کی عبادت گاہ میں اس کے مذہب میں جھوٹ شامل کرو؟ کیا تمہارے دل میں اپنی مقدس صلیب کا، حضرت عیسیٰ کا اور کنواری مریم کا یہ احترام ہے کہ جھوٹ اور ابلیسیت جیسے کبیرہ گناہ کرکے تم ان کی عبادت کرتے ہو؟"

"یہ جھوٹ میرے فرائض میں شامل ہے"۔۔۔ عالم نے کہا۔۔۔ "میں نے جو کچھ کیا مقدس صلیب کے لیے کیا"

"تم کہتے ہو کہ تم نے انجیل اور قرآن کا گہرا مطالعہ کیا ہے"۔۔۔ سلطان ایوبی نے کہا۔ "کیا ان دونوں میں سے کسی ایک کتاب میں بھی انسان کو اس کی اجازت دی گئی ہے کہ اس قسم کی نوخیز لڑکیوں کو جاسوسی کی راہ پر ڈالو اور غیر مردوں کے پاس بھیج کر اپنی مطلب براری کرو؟ کیا انجیل نے تمہیں کہا ہے کہ صلیب کی خاطر اپنی قوم کی بیٹیوں کی عصمت دوسروں کے حوالے کردو؟ کیا تم نے کسی مسلمان لڑکی کو قرآن اور اسلام کے نام پر اپنی عصمت غیر مردوں کے حوالے کرتے کبھی دیکھا ہے؟"

"اسلام کو میں عیسائیت کا دشمن سمجھتا ہوں"۔۔۔ عالم نے کہا۔۔۔ "مجھے جو زہر ہاتھ آئے گا، اسلام کی رگوں میں ڈالوں گا"

"تم اتنے میٹھے زہر سے چند ایک مسلمانوں کے کردار کو ہلاک کر سکتے ہو"۔۔۔ سلطان ایوبی نے کہا۔ "اسلام کا تم کچھ نہیں بگاڑ سکو گے"۔۔۔ اس نے لڑکیوں سے کہا۔ "تم کس خاندان کی بیٹیاں ہو؟ معلوم ہے تمہیں؟ اپنی اصلیت جانتی ہو تو مجھے بتاؤ"۔۔۔ دونوں خاموش رہیں۔ سلطان ایوبی نے کہا۔ "تم نے اپنی پاکیزگی ختم کرالی ہے۔ اب بھی تم کسی باعزت گھر کی قابلِ احترام بیویاں بن سکتی ہو؟"

"میں قابلِ احترام بیوی بننا چاہتی ہوں"۔۔۔ ایک لڑکی نے کہا۔۔۔ "کیا آپ مجھے قبول کریں گے؟ اگر نہیں تو مجھے کوئی باعزت خاوند دے دیں۔ میں اسلام قبول کرکے گناہوں سے توبہ کروں گی"

سلطان ایوبی مسکرایا اور ذرا سوچ کر کہا۔ "میں نہیں چاہتا کہ اس خانم کا علم جادو

کی تلوار سے خون میں ڈوب جائے اور میں نہیں چاہتا کہ تم دونوں کی جوانی اور حسن میرے قید خانے میں گھٹ گھٹ کر مرتا رہے .... سنو لڑکی! تم اگر واقعی گناہوں سے توبہ کرنا چاہتی ہو تو میں تمہیں تمہارے ملک میں بھیج دیتا ہوں، لیکن وہ ملک تمہارا نہیں، ہمارا ہے۔ میں ایک نہ ایک دن اپنا ملک تمہارے بادشاہوں سے لے لوں گا۔ تم جاؤ اور کسی کی بیوی بن جاؤ... میں تم تینوں کو رہا کرتا ہوں۔"

تینوں بت بن کے جیسے انہیں سوئیاں چبھو دی گئی ہوں۔ اتنے میں علی بن سفیان لوہار کے ساتھ کمرے میں آیا اور تینوں کی زنجیریں کھول دی گئیں۔ سلطان نے کہا — "علی! میں نے انہیں رہا کر دیا ہے" — علی بن سفیان کا تدبر عمل بھی وہی تھا۔ وہ کتنی ہی دیر سلطان ایوبی کے منہ کی طرف دیکھتا رہا — سلطان نے کہا — "انہیں تین اونٹ دو اور چار مسلح محافظ ساتھ بھیجو جو گھوڑ سوار ہوں۔ نہایت ذہین اور دلیر محافظ جو انہیں شوبک کے قلعے میں چھوڑ کر واپس آجائیں۔ راستے کے لیے سامان ساتھ دو اور آج ہی انہیں روانہ کر دو" — اس نے عالم سے کہا — "وہاں جا کر یہ غلط فہمی نہ پھیلا دینا کہ صلاح الدین ایوبی جاسوسوں کو بخش دیا کرتا ہے۔ میں انہیں دانے کی طرح بھٹی میں پیس پیس کر مارا کرتا ہوں۔ تمہیں صرف اس لیے رہا کر رہا ہوں کہ تم عالم ہو۔ تمہیں موقع دے رہا ہوں کہ علم کا روشن پہلو دیکھو۔ تمہاری نجات اسی میں ہے۔"

✪

سورج ابھی غروب نہیں ہوا تھا جب انہیں اونٹوں پر سوار کر کے چار محافظوں کے ساتھ روانہ کر دیا گیا۔ محافظ خاص طور پر منتخب کیے گئے تھے۔ اس انتخاب کی دو وجوہات تھیں۔ ایک یہ کہ راستے میں ڈاکوؤں کا خطرہ تھا۔ دوسری وجہ یہ کہ انہیں صلیبی کمانڈروں کے سامنے جانا تھا۔ وہ خوبرو اور وجیہہ تھے۔ اونٹ اور گھوڑے بھی نہایت اچھی قسم کے بھیجے گئے تھے، مگر سب حیران تھے کہ سلطان ایوبی نے یہ فیاضی کیوں کی ہے۔ دشمن کو بخش دینا اس کا شیوہ نہیں تھا۔ علی بن سفیان نے اس سے پوچھا تو اس نے اتنا ہی کہا — "علی، میں نے تمہیں کہا تھا کہ میں ایک جوا کھیلنا چاہتا ہوں۔ اگر میں بازی ہار گیا تو صرف اتنا ہی نقصان ہوگا جو میں پہلے ہی اٹھا چکا ہوں کہ دشمن کے تین جاسوس میرے ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی نقصان نہیں ہوگا" — علی بن سفیان نے اس جوئے کی وضاحت چاہی لیکن سلطان ایوبی نے اسی پر بات ختم کر دی کہ وقت آنے پر بتاؤں گا۔

باقی سب تو حیران تھے مگر رہا ہونے والے خوشی سے باؤلے ہوئے جا رہے تھے۔ خوشی صرف رہائی کی نہیں تھی۔ اصل خوشی اس راز کی تھی جو وہ اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔ وہ قاہرہ شہر سے دُور نکل گئے تھے۔ ان کے اونٹ پہلو بہ پہلو جا رہے تھے۔ دو محافظ آگے تھے اور دو پیچھے۔ عالم نے ان سے پوچھا تھا کہ وہ ان کی زبان سمجھتے ہیں؟ چاروں اپنی زبان کے سوا اور کوئی زبان نہیں جانتے تھے۔ عالم اور لڑکیاں ان کی زبان بڑی روانی سے بولتی تھیں۔ یہ انہیں خاص طور پر سکھائی گئی تھی۔

عالم نے لڑکیوں سے اپنی زبان میں کہا — "خدائے یسوع مسیح نے معجزہ دکھایا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسے ہمارے ساتھ پیار ہے اور اسے ہماری فتح منظور ہے۔ یہ سچے مذہب کی نشانی ہے۔ صلاح الدّین ایوّبی اور علی بن سفیان جیسے داناؤں کو خدا نے عقل کا ایسا اندھا کیا ہے کہ انتہائی خطرناک راز ہمارے کانوں میں ڈال کر ہمیں رہا کر دیا ہے۔ ہم اپنی فوج کو ان کا سارا منصوبہ سنائیں گے اور ہماری فوج ایوّبی کو صحرا میں گھیر کر ختم کر دے گی۔ اسے کرک تک پہنچنے کی مہلت ہی نہیں ملے گی۔ مجھے امید ہے کہ ہمارے کمانڈر جنگ کو حملے تک محدود نہیں رکھیں گے۔ وہ مصر پر ضرور چڑھائی کریں گے۔ مصر فوجوں سے خالی ہوگا۔ یہ فتح بڑی آسان ہوگی۔"

"آپ عالم ہیں، تجربہ کار ہیں" — ایک لڑکی نے کہا — "مگر آپ جسے معجزہ کہہ رہے ہیں وہ مجھے ایک خطرہ دکھائی دے رہا ہے.... خطرہ یہ چار محافظ ہیں۔ کہیں آگے جا کر یہ ہمیں قتل کر کے واپس چلے جائیں گے۔ صلاح الدّین ایوّبی نے ہمارے ساتھ مذاق کیا ہے۔ جلاّد کے حوالے کرنے کی بجائے ہمیں ان کے حوالے کر دیا ہے۔ یہ ہمیں جی بھر کے خراب کریں گے اور قتل کر دیں گے۔"

"اور ہم نہتے ہیں" — عالم نے یوں کہا جیسے اس کے ذہن سے خوش فہمیاں نکل گئی ہوں۔ اس نے کہا — "تم نے جو کہا ہے وہ درست ہو سکتا ہے۔ کوئی حکمران اپنے دشمن کے جاسوس کو بخش نہیں سکتا اور مسلمان اس قدر جنس پرست ہیں کہ تم جیسی حسین لڑکیوں کو چھوڑ نہیں سکتے۔"

"ہمیں راتوں کو چوکنا رہنا پڑے گا" — دوسری لڑکی نے کہا — "اگر رات کو یہ سو جائیں تو انہیں انہی کے ہتھیاروں سے ختم کر دیا جائے۔ ذرا ہمت کی ضرورت ہے۔"

"ہمیں یہ ہمت کرنی پڑے گی" — عالم نے کہا — "یہ کام آج ہی رات ہو جائے

تو اچھا ہے۔ صبح تک ہم بہت دور نکل جائیں گے۔"

دو محافظ آگے اور دو پیچھے اپنی گپ شپ لگاتے چلے جا رہے تھے۔ ان کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا جیسے انہیں معلوم ہی نہیں کہ دو نئی دلکش لڑکیاں ان کی تحویل میں ہیں۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ ایک نے عالم سے کہا کہ ہم ابھی رکیں گے نہیں۔ رات کا پہلا پہر چلتے گزاریں گے.... وہ چلتے گئے اور صحرا کی رات تاریک ہوتی گئی۔ عالم اور لڑکیاں اونٹوں کو قریب کر کے محافظوں کے قتل کا منصوبہ بنا رہی تھیں۔ بہت دیر بعد ایک سرسبز سی جگہ آ گئی۔ محافظ رک گئے اور وہیں پڑاؤ کیا۔ انہوں نے کھانے کے لیے جاسوسوں کو سامان دیا اور پھر سونے کی تیاری کرنے لگے۔ جاسوسوں نے دیکھا کہ تین محافظ لیٹ گئے تھے اور ایک ٹہل رہا تھا۔ عالم لڑکیوں کے ساتھ محافظوں سے کچھ دُور لیٹا۔ ان تینوں کی نظر محافظوں پر تھی۔ وہ چوتھے محافظ کو دیکھتے رہے۔ وہ پڑاؤ کے اردگرد ٹہلتا رہا۔ ایک کھٹکا سا ہوا۔ وہ دوڑ کر ادھر گیا اور اچھی طرح دیکھ بھال کر کے آ گیا۔

تقریباً دو گھنٹے گزر گئے۔ اس نے اپنے ایک اور ساتھی کو جگایا اور خود اس کی جگہ لیٹ گیا۔ جو جاگا تھا وہ پڑاؤ کے اردگرد ٹہلنے لگا۔ کبھی جانوروں کے پاس جا کر انہیں دیکھتا اور کبھی سوئے ہوئے انسانوں کو دیکھتا۔ عالم نے لڑکیوں سے کہا — "ہم کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ یہ کمبخت پہرہ دے رہے ہیں، جو ہوگا ہو کے رہے گا، سو جاؤ" — اور وہ سو گئے۔

رات گزر گئی۔ صبح ابھی دھندلی تھی جب محافظوں نے انہیں جگایا اور روانہ ہونے کے لیے کہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر اسی ترتیب میں چلے جا رہے تھے جس میں ایک روز پہلے تھے۔ تین اونٹ پہلو بہ پہلو، دو محافظ آگے اور دو اونٹوں کے پیچھے۔ وہ ایک بار پھر لڑکیوں سے لاتعلق ہو گئے۔ انہوں نے کوئی ایسی بات بھی نہیں کی تھی جس سے شک ہوتا کہ یہ لوگ اوباش یا بدمعاش ہیں۔ سورج ابھرتا آیا۔ پھر یہ قافلہ ٹیلوں کے علاقے میں داخل ہو گیا۔ مٹی اور ریت کی پہاڑیاں منحنی سی دیواروں کی طرح کھڑی تھیں۔ ان میں گلیاں سی تھیں اور ان پر پہاڑیوں کا سایہ تھا۔ لڑکیاں ڈرنے لگیں۔ ڈر ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا۔ ان کی نگاہ میں یہ جگہ جرم اور قتل وغیرہ کے لیے موزوں تھی مگر محافظ ان کی طرف دیکھ بھی نہیں رہے تھے۔

"ان سے کہو کہ ہمارے ساتھ باتیں کریں" — ایک لڑکی نے عالم سے کہا۔

"ان کی خاموشی اور لاتعلقی مجھے ڈرا رہی ہے۔ انہیں کہو کہ ہمیں مارنا چاہتے ہیں تو فوراً مار دیں۔ میں موت کا انتظار نہیں کر سکتی۔"

عالم خاموش رہا۔ وہ لڑکیوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ وہ تینوں ان محافظوں کے رحم و کرم پر تھے.... سورج سر پر آگیا تو وہ ان ٹیلوں کے اندر ایسی جگہ رک گئے جہاں ریت کی سلوں والے ٹیلے تھے اور اوپر جا کر آگے کو جھکے ہوئے۔ ان کے سائے میں انہوں نے قیام کیا۔ کھانے کے دوران عالم نے محافظوں سے پوچھا — "تم لوگ ہمارے ساتھ باتیں کیوں نہیں کرتے؟"

"جو باتیں ہمارے فرض میں شامل نہیں وہ ہم نہیں کیا کرتے" — محافظوں کے کمانڈر نے جواب دیا اور پوچھا — "اگر تم لوگ کوئی خاص بات کرنا چاہتے ہو تو ہم سنیں گے اور جواب دیں گے۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم کون ہیں؟" عالم نے پوچھا۔

"تم تینوں جاسوس ہو" — محافظ نے جواب دیا — "یہ لڑکیاں بکاؤ ہیں۔ یہ اُن آدمیوں کے استعمال کے لیے ہیں جنہیں تم لوگ ہمارے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہو۔ امیرِ مصر صلاح الدین ایوبی، اللہ اس کے نیک ارادوں میں برکت دے، نے تمہیں معلوم نہیں کیوں بخش دیا ہے۔ ہمیں حکم ملا ہے کہ تمہیں قلعہ شوبک میں چھوڑ آئیں۔ تم امانت ہو.... تم نے یہ بات مجھ سے کیوں پوچھی ہے؟"

"تمہارے ساتھ باتیں کرنے کو جی چاہ رہا تھا" — عالم نے جواب دیا — "اتنا لمبا سفر اس لاتعلقی اور بیگانگی سے بڑا کٹھن ہو رہا ہے۔ ہمارے ساتھ باتیں کرتے چلو۔"

"ہم ہمسفر ہیں" — محافظ نے کہا — "لیکن ہماری منزلیں جدا ہیں۔ دو روز بعد ہم جدا ہو جائیں گے۔"

عالم جاسوس نے جیسے محافظ کا جواب سنا ہی نہ ہو۔ اس کی آنکھیں کسی دُور کی چیز کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ صحرا سے اچھی طرح واقف تھا۔ صحرا کے خطروں سے واقف تھا۔ اس کی آنکھیں حیرت اور غالباً ڈر سے پھٹتی جا رہی تھیں۔ محافظ نے اس طرف دیکھا جس طرف عالم دیکھ رہا تھا۔ محافظ کی بھی آنکھیں کھل گئیں — کوئی دو سو گز دور ایک بلند جگہ دو اونٹ کھڑے تھے۔ اُن پر دو آدمی سوار تھے جن کے چہروں اور سروں پر پگڑیاں لپٹی ہوئی تھیں۔ اونٹوں کی ٹانگیں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ وہ بلندی کے پیچھے تھیں۔ سوار خاموشی

سے کھڑے محافظوں اور جاسوسوں کے قافلے کو دیکھ رہے تھے۔ ان کا انداز اور لباس بتا رہا تھا کہ وہ کون ہیں۔

"جانتے ہو یہ کون ہیں؟" — محافظوں کے کمانڈر نے عالم سے پوچھا۔

"صحرائی ڈاکو" — عالم نے جواب دیا — "معلوم نہیں کتنے ہوں گے۔"

"دیکھا جائے گا" — محافظ نے کہا۔ اس نے اٹھتے ہوئے اپنے ایک ساتھی سے کہا — "میرے ساتھ آؤ۔"

وہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر ڈاکوؤں کی طرف چلے گئے۔ ان کے پاس تلواروں کے علاوہ برچھیاں بھی تھیں۔ انہیں اپنی طرف آتا دیکھ کر شتر سوار بلندی کے پیچھے غائب ہو گئے۔ دو محافظ جو پیچھے رہ گئے تھے، قریب کے ٹیلے پر چڑھ گئے۔ عالم نے لڑکیوں سے کہا — "میرا خیال ہے تمہارا خدشہ صحیح ثابت ہو رہا ہے۔ یہ ڈاکو نہیں۔ یہ صلاح الدین ایوبی کے بھیجے ہوئے آدمی معلوم ہوتے ہیں ورنہ یہ محافظ اتنی دلیری سے ان کی طرف نہ چلے جاتے۔ ایوبی تم دونوں کو بہت زیادہ ذلیل کرانا چاہتا ہے۔ میرے لیے تو موت لکھی ہوئی ہے۔ تمہیں بڑی خوفناک سزا دی جائے گی۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم آزاد نہیں" — ایک لڑکی نے کہا — "ہم ابھی تک قیدی ہیں۔"

"یہی معلوم ہوتا ہے" — دوسری لڑکی نے کہا۔

دونوں محافظ واپس آ گئے۔ ان کے ساتھی اور جاسوس ان کے گرد جمع ہو گئے۔ محافظوں کا کمانڈر جس کا نام حمید تھا انہیں بتانے لگا — "وہ صحرائی قزاق ہیں۔ ہم ان سے مل آئے ہیں۔ ان کی تعداد معلوم نہیں ہو سکی۔ یہ دونوں جو ہمیں دیکھ رہے تھے کہتے ہیں کہ صبح سے ہمارا پیچھا کر رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا ہے کہ تم فوج کے آدمی اور مسلمان معلوم ہوتے ہو لیکن یہ لڑکیاں مسلمان نہیں۔ یہ دونوں لڑکیاں ہمارے حوالے کر دو، ہم تمہیں پریشان نہیں کریں گے۔ میں نے انہیں کہا ہے کہ یہ لڑکیاں کسی بھی مذہب کی ہوں، ہمارے پاس امانت ہیں۔ ہم جیتے جی تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔ وہ مجھے سمجھانے کی کوشش کرتے رہے کہ ہم اپنی جانیں ضائع نہ کریں۔ میں انہیں کہہ آیا ہوں کہ پہلے ہماری جانیں ضائع کر دو پھر لڑکیوں کو لے جانا" — اس نے عالم اور لڑکیوں سے پوچھا — "تم کوئی ہتھیار استعمال کر سکتے ہو؟"

"ان لڑکیوں کو ہر ایک ہتھیار چلانے کی تربیت دی گئی ہے" — عالم نے کہا — "تمہارے پاس برچھیاں ہیں، تلواریں بھی ہیں اور تیر کمان بھی ہیں۔ ان میں سے ایک ایک ہتھیار

دے دو؟"

"ابھی نہیں"۔ حدید نے سوچ کر کہا۔ "ہمیں قبل از وقت تمہیں ہتھیار نہیں دے سکتا۔ اگر ڈاکوؤں سے ٹکر ہوگئی تو اس وقت دے دوں گا.... ہمیں اس علاقے سے فوراً نکل جانا چاہیے۔ ان سے گھوڑوں اور اونٹوں پر لڑائی ہوگئی تو یہ علاقہ موزوں نہیں گھوڑے گھما پھرا کر لڑنے کے لیے یہ جگہ خراب ہے۔"

وہ فوراً وہاں سے چل پڑے۔ محافظوں نے کمانیں ہاتھوں میں لے لیں اور ترکش کھول لیے۔ حدید آگے تھا۔ اُسے اس کے ساتھی نے کہا۔ "ان جاسوسوں کو ہتھیار دینا ٹھیک نہیں۔ آخر ہمارے دشمن ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ڈاکوؤں کے ساتھ مل کر ہمیں مار ڈالیں۔"

عالم لڑکیوں سے کہہ رہا تھا۔ "ان لوگوں کی نیت ٹھیک نہیں، انہوں نے ہمیں ہتھیار دینے سے انکار کر دیا ہے۔ ڈاکو ان کے اپنے آدمی ہیں۔ یہ تم دونوں کو ان کے حوالے کریں گے اور مجھے مروا دیں گے۔"

دونوں کو ایک دوسرے پر بھروسہ نہیں تھا اور دونوں پر ڈاکوؤں کا ڈر سوار ہوگیا تھا۔ حدید نے اپنے محافظوں سے کہہ دیا تھا کہ کوئی نقاب پوش نظر آئے تو مجھے بتائے بغیر اس پر تیر چلا دو۔ ان کے ساتھ ٹکر ضرور ہوگی۔ دیکھنا یہ ہے کہ کب ہوگی اور کہاں ہوگی.... وہ تیز رفتاری سے چلتے گئے۔ گھوڑوں اور اونٹوں کو آرام، چارہ اور پانی ملتا رہا تھا، اس لیے تھکن کا ان پر کوئی اثر نہیں تھا۔ ٹیلوں کا علاقہ بہت دور چلا گیا تھا۔ کئی جگہوں پر یہ قافلہ اونچے ٹیلوں کے درمیان آجاتا تھا۔ حدید کو ڈر یہ تھا کہ ڈاکو اوپر سے تیر نہ برسا دیں۔ اس نے گھوڑوں کو ایڑ لگانے کو کہا اور جاسوسوں سے کہا کہ وہ بھی اونٹوں کو گھوڑوں کی رفتار پر کر لیں اور اوپر کو دیکھتے رہیں۔

وہ اس علاقے سے نکل گئے۔ کوئی ڈاکو نظر نہیں آیا۔ سورج نیچے جانے لگا تھا۔ ایک بار دور دو اونٹ اسی سمت پر جاتے نظر آئے، جدھر یہ قافلہ جا رہا تھا۔ قافلہ چلتا رہا۔ راستے میں ایک جگہ پانی مل گیا۔ انہوں نے جانوروں کو پانی پلایا، خود بھی پیا اور چل پڑے۔ سورج نیچے جاتا رہا اور افق کے نیچے چلا گیا۔ شام تاریک ہوئی تو حدید نے قافلے کو روک لیا۔ کہنے لگا۔ "یہ جگہ لڑائی کے لیے اچھی ہے کیونکہ ارد گرد کوئی رکاوٹ نہیں"۔۔ اس نے گھوڑوں کی زینیں کھولی نہیں،

تاکہ ضرورت کے وقت گھوڑے تیار ملیں۔ اونٹوں کو بٹھا دیا گیا۔ کھانا کھا کر حدید نے لڑکیوں کو اپنے درمیان لٹایا اور انہیں کہا کہ وہ ہوشیار رہیں۔ محافظوں سے کہا کہ وہ کمانیں تیار رکھیں۔ سوئیں نہیں، لیٹے رہیں۔ اسے یقین تھا کہ رات کو حملہ ضرور ہوگا۔

✪

رات آدھی گزر گئی۔ صحرا پُرسکون اور خاموش رہا۔ پھر اچانک ان کے گرد یہ جھوتوں جیسے بڑے بڑے سائے دوڑنے لگے۔ اونٹوں کے قدموں کی دھمک دھمک سنائی دے رہی تھی اور زمین ہل رہی تھی۔ اونٹوں کی تعداد دس سے زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ ان پر ایک ایک سوار تھا۔ وہ محافظوں وغیرہ کو دہشت زدہ کرنے کے لیے ان کے ارد گرد اونٹوں کو دوڑا رہے تھے۔ تین چار چکر پورے کر کے ایک نے للکارا۔ "لڑکیاں ہمارے حوالے کر دو۔ تم سے کچھ اور لیے بغیر ہم چلے جائیں گے۔"

اس کے جواب میں حدید نے لیٹے لیٹے پہلا تیر چلایا۔ جیسے تیر لگا اس کی بڑی زور کی آواز سنائی دی۔ دوسرے محافظوں نے بھی لیٹے لیٹے ایک ایک تیر چلایا۔ دو اونٹ بلبلا کر بولے اور بے قابو ہوگئے۔ حدید نے لڑکیوں سے کہا۔ "بھاگنا نہیں ہمارے ساتھ رہنا۔"

شتر سواروں میں سے کسی نے کہا۔ "ٹوٹ پڑو۔ کسی کو زندہ نہ چھوڑو۔ لڑکیوں کو اٹھا لو۔"

صحرا کی رات اتنی شفاف ہوتی ہے کہ چاندنی نہ ہو تو بھی کچھ دور تک نظر آجاتا ہے۔ شتر سوار اونٹوں سے کود آئے۔ پھر تلواریں اور برچھیاں ٹکرانے کا اور دونوں فریقوں کی للکار کا شور رات کا جگر چاک کرنے لگا۔ کسی کو ایک دوسرے کا ہوش نہ رہا۔ حدید اور محافظ نے لڑکیوں کو اس طرح اپنے درمیان کر لیا تھا کہ محافظوں کی پیٹھیں لڑکیوں کی طرف تھیں۔ لڑکیوں نے کئی بار کہا کہ ہمیں بھی کچھ دو۔ حدید نے کہا۔ "میری تلوار نکال لو"۔۔ وہ خود برچھی سے لڑ رہا تھا۔ ایک لڑکی نے اس کی نیام سے تلوار نکال لی اور دونوں محافظوں کے درمیان سے نکل گئی۔ حدید نے اسے کہا۔ "ہم سے جدا نہ ہونا لڑکی"۔۔ ڈاکوؤں کا زیادہ ہلہ لڑکیوں پر تھا۔ عالم کی کوئی آواز نہ سنائی دی۔

یہ معرکہ بہت دیر لڑا جاتا رہا۔ آدمی بکھرتے چلے گئے۔ محافظ ایک دوسرے کو پکارتے رہے پھر ان کی پکار ختم ہوگئی۔ معرکے کا شور بھی کم ہوتا گیا۔ حدید نے

اپنے ساتھیوں کو پکارا لیکن اُسے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ اسے ایک لڑکی کی آواز سنائی دی۔ وہ اسے پکار رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک گھوڑے کے سرپٹ دوڑنے کی آواز سنائی دی۔ حدید سمجھ گیا کہ کوئی ڈاکو ایک لڑکی کو اونٹ کی بجائے کسی محافظ کے گھوڑے پر ڈال کر لے گیا ہے۔ وہ دوڑ کر ایک گھوڑے تک پہنچا۔ زین کسی ہوئی تھی۔ وہ گھوڑے پر سوار ہُوا اور بھاگنے والے گھوڑے کے ٹاپوؤں کی آواز پر تعاقب میں گیا۔ دوسری لڑکی کے متعلق اسے معلوم نہیں تھا کہ کہاں ہے۔ اُس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ صحرا میں کوئی رکاوٹ، کوئی ندی نالہ نہیں تھا۔ گھوڑا ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ اگلا گھوڑا بھی اچھی نسل کا تھا۔ فرق یہ کہ اُس گھوڑے پر دو سوار تھے۔

کوئی ایک میل بعد حدید کو اگلے گھوڑے کا سایہ نظر آنے لگا۔ اس نے تعاقب جاری رکھا۔ فاصلہ کم ہو رہا تھا۔ حدید نے محسوس کیا کہ اس کے پیچھے بھی ایک گھوڑا آ رہا ہے جس کا سوار محافظ بھی ہو سکتا تھا ڈاکو بھی۔ اس نے گھوم کر دیکھا۔ پچھلا گھوڑا قریب آ گیا تھا۔ حدید نے پکارا "کون ہو تم؟" اُسے جواب نہ ملا۔ اس نے تعاقب جاری رکھا اور گھوڑے کو اور زیادہ تیز کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اگلا گھوڑا سیدھا جا رہا تھا۔ اس کی باگ شاید لڑکی کے ہاتھ میں آ گئی تھی کیونکہ حدید دیکھ رہا تھا کہ وہ گھوڑا دائیں بائیں ہو رہا ہے اور اس کی رفتار بھی گھٹتی جا رہی ہے..... وہ اس تک پہنچ گیا۔ اس کے پاس برچھی تھی۔ اس نے اگلے سوار کے پہلو پر جا کر برچھی کا وار کیا لیکن وہ گھوڑا ایک طرف ہو گیا۔ سوار تو بچ گیا برچھی گھوڑے کو لگی۔ حدید نے گھوڑا روکا اور گھمایا۔ دوسرا سوار بھی گھوڑے کو گھمانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن لڑکی جو اس کے آگے بیٹھی تھی، باگیں اِدھر اُدھر کر کے گھوڑے کا رخ صحیح نہیں ہونے دیتی تھی۔ حدید نے لڑکی کو پکارا تو لڑکی اور زیادہ دلیر ہو گئی۔

سوار لڑکی کو ساتھ لیے گھوڑے سے کود گیا اور اس نے اپنے گھوڑے کو ڈھال بنا لیا۔ حدید اپنے گھوڑے کو گھما گھما کر لاتا مگر جدھر سے بھی وار کرنے آتا ڈاکو لڑکی کو ساتھ لیے اپنے گھوڑے کی اوٹ میں ہو جاتا۔ آخر حدید گھوڑے سے اتر آیا۔ اتنے میں دوسرا سوار بھی آ گیا۔ وہ محافظ نہیں ڈاکو تھا۔ وہ بھی گھوڑے سے اتر آیا۔ حدید نے انہیں للکارا۔ "لڑکی کو نہیں لے جا سکو گے"۔۔۔ ایک ڈاکو نے لڑکی کو دبوچے رکھا اور دوسرا حدید سے لڑنے لگا۔ لڑکی کے پاس اب تلوار نہیں تھی۔ دوسرے ڈاکو نے لڑکی کو چھوڑ دیا اور وہ حدید پر ٹوٹ پڑا۔

حدید نے لڑکی کو پکار کر کہا۔ "تم گھوڑے پر بیٹھو اور شوبک کی طرف نکل جاؤ۔ میں ان دونوں کو تمہارے پیچھے نہیں آنے دوں گا"۔ مگر لڑکی وہیں کھڑی رہی۔

حدید نے دونوں کا خوب مقابلہ کیا۔ ڈاکوؤں نے اسے بار بار کہا۔ "ایک لڑکی کے لیے اپنی جان مت گنواؤ"۔۔۔ حدید نے ہر بار یہی جواب دیا۔ "پہلے میری جان لو پھر لڑکی کو لے جانا"۔۔۔ اور اس نے کئی بار لڑکی سے کہا۔ "تم یہاں کیوں کھڑی ہو، بھاگو یہاں سے" آخر لڑکی نے کہا۔ "تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی"۔۔۔ حدید زخمی ہونے لگا۔ اس نے ایک بار پھر لڑکی سے کہا۔ "میں زخمی ہو گیا ہوں۔ میرے مرنے سے پہلے نکل جاؤ"۔

ایک ڈاکو لڑکی کی طرف گھوما۔ حدید کو موقع مل گیا۔ اس نے برچھی اس کے پہلو میں اتار دی، لیکن اس وقت دوسرے ڈاکو کی تلوار اس کے کندھے پر لگی۔ لڑکی نے ایک ڈاکو کو گرتے دیکھ لیا۔ اس نے دوڑ کر اس کی تلوار لے لی اور پیچھے سے آ کر دوسرے ڈاکو کی پیٹھ میں برچھی کی طرح اتار دی۔ وہ سنبھلنے لگا تو آگے سے حدید کی برچھی اس کے سینے میں اتر گئی۔ وہ ڈاکو بھی ختم ہو گیا مگر اس کے ساتھ ہی حدید بھی کھڑا رہنے کے قابل نہ رہا۔ لڑکی نے اسے سہارا دیا تو اس نے کہا۔ "تم ٹھیک ہو نا؟ مجھے چھوڑو۔ گھوڑے پر بیٹھو اور فوراً شوبک کو روانہ ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں خیریت سے پہنچا دے گا۔ شوبک دور نہیں۔ اپنے ساتھیوں کی طرف نہ جانا۔ وہاں شاید کوئی زندہ نہیں ہو گا"۔

"زخم کہاں کہاں ہیں؟" لڑکی نے اس سے پوچھا۔

"مجھے مرنے دو لڑکی!" حدید نے کہا۔ "تم نکل جاؤ۔ خدا کے لیے میرا فرض تم خود ہی پورا کر دو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی اور قزاق اِدھر آ نکلے"۔

لڑکی کی غلط فہمی اور شکوک رفع ہو چکے تھے۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ اس شخص نے اس کی خاطر جان خطرے میں ڈالی ہے۔ اس نے اسے اکیلا چھوڑنے سے صاف انکار کر دیا۔ دوڑ کر گئی۔ گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھی ہوئی پانی کی چھاگل کھول لائی اور حدید کے منہ کے ساتھ لگا دی۔ اسے پانی پلا کر چھاگل گھوڑے کے ساتھ باندھ دی اور اس سے پوچھنے لگی کہ اس کے زخم کہاں ہیں۔ حدید نے اسے زخم بتائے تو اس نے اپنے کپڑے پھاڑے اور کچھ ٹکڑے حدید کے لباس سے پھاڑے۔ انہیں پانی میں بھگو کر اس نے حدید کے زخموں پر باندھ دیا۔ اسے اس کام کی ٹریننگ دی گئی تھی۔ اس نے حدید کو سہارا دے کر اٹھایا اور گھوڑے تک لے گئی۔ بڑی مشکل سے اسے گھوڑے پر بٹھایا۔ خود دوسرے گھوڑے پر بیٹھنے لگی تو حدید نے کہا۔ "میں اکیلا گھوڑے پر نہیں بیٹھ سکوں گا"۔ وہاں تین

گھوڑے تھے۔ لڑکی نے یہ دانشمندی کی کہ گھوڑے ضائع کرنے مناسب نہ سمجھے۔ دو گھوڑوں کی باگیں ایک گھوڑے کی زین کے پیچھے باندھ دیں اور خود حدید کے پیچھے سوار ہوگئی۔ اس نے حدید کی پیٹھ اپنے سینے سے لگالی اور اس کا سر اپنے کندھے پر ڈال لیا۔

"شوبک کی سمت بتا سکتے ہو؟" — لڑکی نے پوچھا۔

حدید نے آسمان کی طرف دیکھا۔ ستارے دیکھے اور ایک طرف اشارہ کرکے کہا —

"اس رخ کو چلو" — پھر اس نے کہا — "میں شاید زندہ نہیں رہ سکوں گا۔ خون نکل رہا ہے۔ جہاں کہیں میری جان نکل جائے مجھے وہیں دفن کر دینا اور اگر تمہیں میری نیت پر کوئی شبہ تھا تو وہ دل سے نکال کر مجھے بخش دینا۔ میں نے امانت میں خیانت نہیں کی۔ خدا تمہیں زندہ و سلامت اپنے ٹھکانے پر پہنچا دے۔"

گھوڑا چلا جا رہا تھا اور رات گزرتی جا رہی تھی۔

✪

صبح طلوع ہوئی تو حدید نیم بے ہوشی کی حالت میں تھا اور اپنے آپ کو ہوش میں رکھنے کی سرتوڑ کوشش کر رہا تھا۔ اس کا خون رک گیا تھا لیکن زیادہ تر خون بہہ جانے سے اس کا جسم بے جان ہوگیا تھا۔ لڑکی نے اسے چھوٹے سے نخلستان میں اتارا، اسے پانی پلایا۔ گھوڑوں کے ساتھ کچھ کھانے کی چیزیں بندھی ہوئی تھیں، وہ حدید کو کھلائیں۔ اس سے اس کا دماغ صاف ہونے لگا۔ اسے پہلا خیال یہ آیا کہ پہلے وہ اس لڑکی کا محافظ تھا اب اس کا قیدی ہے۔ لڑکی نے اسے لٹا دیا۔ وہ رات بھر گھوڑے پر سوار رہے تھے۔ کچھ دیر کے آرام سے حدید کا جسم ٹھکانے آگیا۔ اس نے لڑکی سے کہا — "شوبک دور نہیں شاید ایک دن کی مسافت ہے۔ تم ایک گھوڑا لو اور اسے بھگاتی لے جاؤ، جلدی پہنچ جاؤ گی۔ میں واپس چلا جاؤں گا۔"

"تم زندہ واپس نہیں پہنچ سکو گے۔" لڑکی نے کہا — "اگر یہیں سے واپس جانا ہے تو مجھے ساتھ لے چلو۔ تم نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا، میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔"

"میں مرد ہوں۔" حدید نے کہا — "میرا دل نہیں مان رہا کہ ایک لڑکی میری حفاظت کرے۔ اس سے بہتر ہے کہ میں مر جاؤں۔"

"میں ان معمولی سی لڑکیوں میں سے نہیں ہوں جو گھروں میں پڑی رہتی ہیں۔" لڑکی نے کہا — "اور جو مرد کی حفاظت کے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتیں۔ مجھے ایک فوجی مرد سمجھو۔ فرق صرف یہ ہے کہ میرا ہتھیار میری خوبصورتی، میری جوانی اور میری چرب زبانی

ہے۔ میں تمہاری طرح سختیاں برداشت کر سکتی ہوں۔ میں شوبک تک پیدل پہنچ سکتی ہوں۔"

"میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں۔" حدید نے کہا — "ڈاکو ہم دونوں کو کتنا قریب لے آئے ہیں مگر ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ تم میرے ملک کی بنیادیں ہلانے کی کوشش کر رہی ہو اور ایک دن میں تمہارے ملک پر حملہ کرنے آؤں گا۔"

"لیکن اس وقت میری دوستی قبول کر لو۔" لڑکی نے کہا — "دشمنی کی باتیں اس وقت سوچیں گے جب تم تندرست ہو کر اپنے ملک میں چلے جاؤ گے۔" اس نے حدید کی گردن کے نیچے بازو کرکے اسے اٹھایا۔ حدید اب اٹھ سکتا تھا۔ وہ اٹھا اور آہستہ آہستہ چلتا گھوڑے تک پہنچ گیا۔ لڑکی نے اس کا پاؤں اٹھا کر رکاب میں رکھا اور اسے سہارا دے کر گھوڑے پر سوار کر دیا۔ لڑکی بھی اسی گھوڑے پر سوار ہونے لگی تو حدید نے ہاتھ آگے کرکے اسے روک دیا اور کہا — "تم اب دوسرے گھوڑے پر بیٹھو۔ میں اکیلا سواری کر سکوں گا۔"

"اس کے باوجود میں اسی گھوڑے پر بیٹھوں گی۔" لڑکی نے کہا — "تمہیں اپنے ساتھ لگائے رکھوں گی۔"

حدید کی ضد کے باوجود لڑکی اس کے پیچھے سوار ہوگئی اور جب ایک بازو اس کے سینے پر رکھ کر اسے اپنے ساتھ لگانے لگی تو حدید نے مزاحمت کرتے ہوئے کہا — "مجھے ذرا اپنے سہارے بیٹھنے دو۔" — لڑکی نے اسے زبردستی اپنے ساتھ لگا کر اس کا سر اپنے کندھے پر ڈال لیا۔ اس نے حدید سے پوچھا — "میں جانتی ہوں تم مجھے بدکار لڑکی سمجھ کر مجھ سے دور رہنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"نہیں۔" حدید نے کہا — "میں تمہیں صرف لڑکی سمجھ کر دور رہنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اگر تمہیں اپنے قریب کرنے کی خواہش ہوتی تو دو راتیں تم بے بسی کی حالت میں میری قید میں رہی ہو۔ میں تمہیں اپنی لونڈی بنا سکتا تھا لیکن میں نے اپنے اوپر شیطان کا غلبہ نہیں ہونے دیا تھا۔ اب تو مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے میں امانت میں خیانت کر رہا ہوں۔ میرے اندر گناہ کا احساس پیدا ہو رہا ہے۔"

"تم پتھر تو نہیں ہو؟" لڑکی نے اس سے پوچھا — "مجھے تو جس مرد نے دیکھا ہے بھوکی نظروں سے دیکھا ہے۔ میں نے صرف اتنی سی قیمت دے کر تمہاری قوم کے دو مومنوں کے ایمان خرید لیے تھے۔"

"کتنی قیمت ؟" حدید نے پوچھا۔

"وقت تنی سی کہ انہیں پاس بٹھایا اور سر اپنے کندھے پر رکھ لیا تھا"

"ان کے پاس ایمان تھا ہی نہیں" حدید نے کہا۔

"جو کچھ بھی تھا" لڑکی نے کہا ــــ "وہ میں نے ان سے لے لیا تھا۔ اس کی جگہ ان کے دلوں میں اپنی قوم کے خلاف غداری ڈال دی تھی"

"وہ کون ہیں ؟" حدید نے پوچھا۔

"ابھی نہیں بتاؤں گی" لڑکی نے جواب دیا ــــ "جس طرح تم اپنے فرض کے بچے سر سی طرح مجھے بھی اپنا فرض عزیز ہے"

حدید خاموش ہو گیا۔ وہ لڑکی کے جسم کی حرارت اور ہلکی ہلکی بو محسوس کر رہا تھا۔ لڑکی کے کھلے ہوئے ریشمی بال ہوا سے لہرا کر اس کے گالوں پر پڑ رہے تھے اور گالوں کو سہلا رہے تھے۔ اسے اونگھ آ گئی۔ گھوڑا چلتا رہا۔ بہت دور جا کر حدید کی آنکھ کھلی تو سورج سر پر آ چکا تھا۔ اس نے کہا ــــ "گھوڑے کو ایڑ لگاؤ۔ مجھے امید ہے کہ ہم سورج غروب ہونے کے بعد شوبک پہنچ جائیں گے"

لڑکی نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور صحرا نیزی سے پیچھے ہٹنے لگا۔

✪

سورج غروب ہو چکا تھا۔ شوبک کے قلعے کے اس کمرے میں جہاں صلیبی حاکموں اور کمانڈروں کے اجلاس ہوا کرتے تھے، وہاں حاکم اور کمانڈر بیٹھے تھے۔ ان میں عالم جاسوس بھی بیٹھا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا ــــ "میں یہ نہیں بتا سکتا کہ دونوں لڑکیوں کا کیا حشر ہوا یا ہو رہا ہے۔ میں نے انہیں بچانے بلکہ انہیں دیکھنے کی بھی کوشش نہیں کی کیونکہ ان سے زیادہ قیمتی یہ راز تھا جو مجھے آپ تک پہنچانا تھا۔ جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ڈاکوؤں نے حملہ کیا تو میں موقع دیکھ کر ایک طرف ہو گیا اور ایک گھوڑے تک پہنچ گیا۔ ایک تو میری رہائی ایک معجزہ ہے۔ دوسرا معجزہ یہ ہوا کہ میں اتنے خونریز معرکے میں سے صاف بچ کر نکل آیا۔ کوئی بھی میرے پیچھے نہیں آیا۔ میرا خیال ہے کہ وہ ڈاکو نہیں تھے، سلطان صلاح الدین ایوبی کے بھیجے ہوئے آدمی تھے۔ میں یہ نہیں بتا سکتا کہ ان نے ہم تینوں کو خود سزائے موت کیوں نہ دی اور لڑکیوں کو خراب کرانے کا یہ طریقہ کیوں اختیار کیا۔ یہ ایک ڈھنگ تھا۔ لڑکیاں اب ان لوگوں کے قبضے میں ہوں گی اور ظالمانہ اذیتیں برداشت کر رہی ہوں گی"

"یہ قربانیاں تو دینی پڑتی ہیں۔ ہمارے پاس لڑکیوں کی کمی نہیں۔ ہمارا یہ طریقہ کامیاب ہے۔ اسے جاری رکھنے کے لیے اور لڑکیاں تیار کرو..... سب کچھ ہے۔ اب وہ راز بتاؤ جو تم اپنے ساتھ لائے ہو"

عالم جاسوس انہیں سنا چکا تھا کہ وہ قاہرہ کی ایک مسجد سے کس طرح گرفتار ہوا تھا۔ قید خانے میں اس کے ساتھ اور لڑکیوں کے ساتھ کیا سلوک ہوا اور سلطان ایوبی نے انہیں کس طرح خلاف توقع رہا کیا۔ اس نے یہ بھی سنایا کہ یہ راز سلطان ایوبی نے اسے کس طرح دیا ہے۔ اس نے تاریخ بتا کر کہا ــــ "صلاح الدین ایوبی اس وقت اپنی فوج کو کوچ کرائے گا۔ وہ کرک پر حملہ کرے گا۔ نائب سالار کہہ رہے تھے کہ شوبک کو پہلے لینا چاہیے کیونکہ یہ زیادہ مضبوط قلعہ ہے لیکن صلاح الدین شوبک پر اپنی طاقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ وہ کرک کو کمزور سمجھ کر پہلے اسے لینا چاہتا ہے۔ وہاں وہ اپنی فوج اور رسد وغیرہ کا اڈہ بنائے گا۔ رسد جمع کر کے وہ کمک بلائے گا اور فوج کو کافی آرام دے کر شوبک پر حملہ کرے گا۔ اس نے یہ خاص طور پر کہا تھا کہ وہ ہمیں بے خبری میں لینا چاہتا ہے۔ اس کی وجہ اس نے یہ بتائی ہے کہ اس کی فوج کم ہے اور ہماری فوج زیادہ بھی ہے اور ہمارے پاس گھوڑے بھی بہتر ہیں اور ہمارے پاس خود اور زرہ بکتر ہیں۔ اس نے صاف الفاظ میں کہا ہے کہ اگر صلیبی فوج نے اسے راستے میں روک لیا تو اسے شکست کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ وہ کھلے میدان میں لڑنے سے ڈرتا ہے" ــــ عالم جاسوس نے وہ تمام باتیں بتائیں جو اس نے سلطان ایوبی کی زبان سے سنی تھیں۔

اتنے قیمتی اور اہم راز کی تفصیل سن کر لڑکیوں کو سب بھول گئے اور اس مسئلے پر تبادلۂ خیالات کرنے لگے۔ وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ سلطان ایوبی غیر معمولی طور پر دانش مند جنگجو ہے۔ اس نے کرک پر حملے کا جو پلان بنایا ہے، اس میں اس کی جنگی فہم و فراست کا پتہ ملتا ہے۔ راستے میں نہ لڑنے کا فیصلہ بھی اس کی دانائی کی دلیل ہے۔ وہ راستے میں طاقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ یہ خدائے یسوع مسیح کا خاص کرم ہے کہ اس کے پلان کا علم ہو گیا ہے، ورنہ وہ کرک کو لے کر شوبک جیسے مضبوط دفاع کے لیے خطرہ بن سکتا تھا..... انہوں نے اسی وقت سلطان ایوبی کے پلان کے مطابق اپنی فوجوں کی نقل و حرکت اور دفاع کا پلان بنانا شروع کر دیا۔

پلان میں یہ اندامات طے پائے :

صلیبی افواج کی متحدہ مرکزی کمان شوبک میں ہی رہے گی۔ رسدگاہ بھی وہیں رکھی جائے گی۔ جنگ کو شوبک سے ہی کنٹرول کیا جائے گا۔

کرک کی قلعہ بندی کو اور زیادہ مضبوط کیا جائے گا۔ کچھ اور فوج کرک منتقل کردی جائے گی۔

ایوبی کو کرک سے دُور اس کی اپنی سرحد کے اندر کسی دشوار گزار علاقے میں روکا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے زیادہ سے زیادہ فوج بھیجی جائے گی۔ اس فوج میں گھوڑ سوار اور شتر سوار زیادہ ہوں گے۔ کوشش کی جائے گی کہ ایوبی کی فوج کو گھیرے میں لے لیا جائے۔ پانی کے چشموں پر پہلے سے قبضہ کر لیا جائے۔

ان اندامات پر فوری طور پر عمل درآمد کے احکامات نافذ کر دیئے گئے۔ ہر کوئی خوش تھا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ سلطان ایوبی کا کوئی راز قبل از وقت معلوم ہو گیا تھا ورنہ اس نے صلیبیوں کو ہمیشہ آڑے ہاتھوں لیا تھا۔ اس پر حیرت کا بھی اظہار کیا گیا کہ سلطان ایوبی جیسے آدمی سے یہ لغزش سرزد ہوئی کہ ان جاسوسوں کو دوسرے کمرے میں بٹھا کر جنہیں وہ رہا کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا ایسی نازک باتیں بلند آواز سے کیں جو اسے شکست فاش سے دوچار کر سکتی تھیں۔ انہوں نے ایک اہتمام یہ بھی کیا کہ فرانس کی فوج جو وہاں سے بہت دور تھی یہ پیغام بھیج دیا کہ فلاں دن سے پہلے پہلے ایسے مقام پر پہنچ جائے جہاں نورالدین زنگی کی بھیجی ہوئی کمک کو روکا جا سکے۔

اتنے میں ایک صلیبی افسر اندر آیا اور انٹیلی جنس کے سربراہ کے کان میں کچھ کہا۔ اس سربراہ نے سب کو بتایا کہ ان دو میں سے ایک لڑکی جو ڈاکوؤں کے گھیرے میں آگئی تھی ابھی ابھی آئی ہے۔ اطلاع ملی ہے کہ اس کے ساتھ ایک زخمی مسلمان محافظ ہے۔ عالم جاسوس سب سے پہلے کمرے سے نکل گیا۔ اس کے پیچھے دوسرے لوگ بھی باہر چلے گئے۔ حدید کو لڑکی نے برآمدے میں لٹا دیا تھا اور خود اس کے پاس بیٹھی تھی گھوڑے کی اتنی لمبی سواری اور نیز زنناری نے حدید کے زخم کھول دیئے تھے۔ اس کا خون جو صبح بند ہو گیا تھا پھر بہنے لگا تھا اور اس پر غشی طاری ہوئی جا رہی تھی۔ صلیبی کمانڈروں نے حدید کی طرف کوئی توجہ نہ دی کیونکہ انہیں بتایا گیا تھا کہ ڈاکوؤں کا حملہ ایک ڈھونگ تھا۔ انہوں نے لڑکی کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اسے اندر چلنے کو کہا۔ وہ بڑی تیز لڑکی تھی لیکن اس نے اس وقت تک

اندر جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا جب تک حدید کی مرہم پٹی نہیں ہو جاتی۔

انٹیلی جنس کا سربراہ ہرمن نام کا جرمن تھا۔ اس نے لڑکی کو پرے لے جا کر کہا "کس سانپ کے بچے کی تم مرہم پٹی کرانا چاہتی ہو۔ یہ تو تمہاری قسمت اچھی تھی کہ بچ کر آ گئی ہو، ورنہ یہ درندے تمہیں ان رشتیوں کے حوالے کرنا چاہتے تھے جو ڈاکو بن کر آئے تھے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔" لڑکی نے جھنجھلا کر کہا۔ "پہلے ہمیں بھی یہی شک تھا لیکن اس شخص نے میرے سارے شکوک رفع کر دیئے ہیں۔ اس نے دو ڈاکوؤں کو ہلاک کر کے مجھے بچایا ہے۔" اس نے ہرمن کو سارا واقعہ سنا دیا اور یہ بھی بتایا کہ یہ شخص اسے بار بار کہتا تھا کہ مجھے یہیں مرنے دو اور تم چلی جاؤ۔

صلیبیوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اتنی گہری اتری ہوئی تھی کہ اتنے زیادہ افسروں میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کہا کہ اس زخمی کی مرہم پٹی کرو۔ عالم جاسوس تک نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ لڑکی ان کے ساتھ اندر نہیں جا رہی تھی۔ آخر کسی نے کہا کہ زخمی کو کمرے میں لے چلو اور فوراً مرہم پٹی کرو۔ اسے اٹھوا کر لے گئے اور لڑکی اپنے افسروں کے ساتھ چلی گئی۔ اسے کہا گیا کہ وہ بیان کرے کہ کس طرح زندہ بچی ہے۔ اس نے پوری تفصیل سے سنا دیا۔ اس دوران اس کے لیے وہیں کھانا اور شراب آ گئی۔ اس نے کہا۔ "اگر زخمی کو کھانا کھلایا جا چکا ہے تو میں کھاؤں گی۔ میں ذرا اسے دیکھ آؤں۔" وہ جانے کے لیے اٹھی۔

"ٹھہرو لوزینا!" — ہرمن نے اسے بڑے رعب سے کہا۔ "تم دوسری بار صلیب کی فوج کے احکامات کی خلاف ورزی کر رہی ہو۔ پہلے تمہیں اندر چلنے کو کہا گیا تو تم نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ پہلے زخمی کو اٹھاؤ۔ اب تم بلا اجازت اور بدتمیزی سے باہر جا رہی ہو۔ یہ سب صلیبی فوج کے اعلیٰ حکام ہیں اور یہاں دو صلیبی حکمران بھی بیٹھے ہیں۔ جانتی ہو اس حکم عدولی اور بدتمیزی کی سزا کیا ہے؟.... دس سال سزائے قید — اور جب تم یہ حکم عدولی دشمن کے ایک معمولی سے عہدیدار کی خاطر کر رہی ہو، تو تمہیں سزائے موت بھی دی جا سکتی ہے۔"

"کیا صلیبی حکمران اور کمانڈر اس انسان کو اس کا صلہ نہیں دیں گے کہ اس نے ان کی ایک تجربہ کار جاسوسہ کی جان اپنی جان خطرے میں ڈال کر بچائی ہے؟" لڑکی نے کہا۔ "میں جانتی ہوں کہ وہ میرے دشمن کی فوج کا عہدیدار ہے لیکن میں نے

دشمن اس وقت کہو گی جب وہ اپنی فوج میں واپس چلا جائے گا۔"

"دشمن ہر حال میں اور ہر جگہ دشمن ہے ۔۔۔ ایک صلیبی کمانڈر نے چلا کر کہا ۔۔۔ "فلسطین میں ہم نے کتنے مسلمانوں کو زندہ رہنے دیا ہے؟ ان کی نسل ہم کیوں ختم کر رہے ہیں؟ اس لیے کہ وہ ہمارے دشمن ہیں بلکہ اس لیے کہ وہ ہمارے مذہب کے دشمن ہیں۔ دنیا پر صرف صلیب کی حکمرانی ہوگی۔ ایک زخمی مسلمان ہمارے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ بیٹھ جاؤ۔"

لڑکی بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

✪

اگلی صبح سے شوبک میں ایک نئی سرگرمی شروع ہوگئی۔ یہ فوجی نوعیت کی سرگرمی تھی شوبک شہر کے لوگ اس سرگرمی سے بے نیاز اپنے کام کاج میں مصروف ہوتے جا رہے تھے۔ قلعے سے فوجیں نکل رہی تھیں۔ سامان بھی ادھر اُدھر کیا جا رہا تھا۔ باہر سے آنے والی فوج کی عارضی خیمہ گاہ کے لیے جگہ خالی کی جا رہی تھی۔ رسد اکٹھی کرنے کے لیے اونٹوں کی قطاریں آ رہی تھیں۔ فوجی ہیڈ کوارٹر میں بھی بھاگ دوڑ تھی۔ یہ ساری تیاری صلاح الدین ایوبی کا حملہ روکنے کے لیے کی جا رہی تھی اور ان احکامات پر عمل درآمد شروع ہو گیا تھا جو گزشتہ رات کے پلان کے مطابق دیئے گئے تھے۔ ہر ایک افسر اس افراتفری میں مصروف تھا۔ چند ایک بڑے افسر کرک روانہ ہو گئے تھے۔

صرف ایک لڑکی تھی جو اس سرگرمی اور بھاگ دوڑ سے لاتعلق تھی۔ یہ وہی لڑکی تھی جو زخمی حسن بن صباح کو لائی تھی۔ اس کے افسر ہرمن نے اسے لوزینا کے نام سے پکارا تھا۔ رات اسے کانفرنس کے کمرے سے آدھی رات کے بعد فراغت ملی تھی۔ وہ جاسوسی کے خصوصی شعبے سے تعلق رکھتی تھی اس لیے کانفرنس میں اس کی ضرورت تھی۔ اُس سے قاہرہ کے ان افراد کے متعلق رپورٹیں لینی تھیں جن کے پاس وہ جاتی رہی تھی۔ آدھی رات کے بعد نیند اور گھوڑ سواری کی تھکن نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ کانفرنس کے بعد ایک افسر نے اسے کہا تھا ۔۔۔ "اُسے ڈاکٹر کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ تمہیں اس کی اتنی زیادہ پریشانی نہیں ہونی چاہیے۔ تمہاری ڈیوٹی ایسی ہے جس میں ایسے جذبات کامیاب نہیں ہونے دیا کرتے" ۔۔۔ اور اس کے اپنے شعبے کے بڑے افسر ہرمن نے اسے کہا تھا ۔۔۔ "اگر آج رات میں نہ ہوتا تو کونارڈ اور گے آف لوزینان جیسے بادشاہ ہر کسی کو بخشا نہیں کرتے تمہیں قید میں ڈال دیتے۔ تمہارے محافظ کا انتظام کر دیا گیا

ہے اور تمہارے لیے یہ حکم ہے کہ اسے تم نہیں ملو گی۔"

"کیوں؟" ۔۔۔ لوزینا نے حیرت اور مایوسی سے پوچھا ۔۔۔ "کیا میں اس کا شکریہ بھی ادا نہ کر سکوں گی؟"

"نہیں" ۔۔۔ ہرمن نے کہا ۔۔۔ "کیونکہ وہ دشمن کا فوجی ہے۔ تم اپنا شعبہ جانتی ہو کیا ہے۔ ہم تمہیں اس سے ملنے کی اجازت نہیں دے سکتے یہ تو تمہارے فن اور فرض کا تقاضہ ہے۔ میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ اس کے ساتھ تمہاری جذباتی وابستگی ہو گئی ہے۔ تمہیں دشمن کے ساتھ ایسی وابستگی کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔"

"آپ مجھے صرف اتنا سا یقین دلا دیں کہ اس کی مرہم پٹی ہو گئی ہے۔" لوزینا نے کہا ۔۔۔ "اور اسے صحیح و سلامت واپس بھیج دیا جائے گا۔"

"لوزینا!" ہرمن نے جھنجھلا کر کہا ۔۔۔ "میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہاری یہ خواہش پوری کر دی جائے گی اور سنو۔ تم بڑے مشکل اور خطرناک مشن سے واپس آئی ہو اور تمہارا سفر زیادہ خطرناک تھا۔ تمہیں آرام کے لیے دس دن چھٹی دی جاتی ہے۔ مکمل آرام کرو۔"

یہ باتیں رات کو ہوئی تھیں۔ وہ اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ جاسوس لڑکیوں کی رہائش ہائی کمان کے ہیڈ کوارٹر سے بہت دور تھی۔ اس جیسی اعلیٰ درجے کی جاسوس لڑکیاں نہایت اچھے کمروں میں رہتی تھیں جہاں انہیں شہزادیوں جیسی سہولتیں اور عیاشی میسر تھی۔ ان کی ڈیوٹی ایسی تھی کہ انہیں مسلمان ملکوں میں بھیجا جاتا تھا جہاں پکڑے جانے کی صورت میں انہیں ہر قسم کی اذیت اور ذلت میں ڈالا جا سکتا تھا۔ موت یا سزائے موت تو یقینی تھی۔ ایسی ڈیوٹی کا تقاضا تھا کہ ان لڑکیوں کو دنیا کی ہر آسائش مہیا کی جائے۔ لوزینا کمرے میں جاتے ہی سو گئی تھی۔ دوسرے دن اس کا جسم ٹوٹ رہا تھا۔ وہ اٹھنا نہیں چاہتی تھی لیکن وہ اٹھی اور ناشتہ کر کے باہر نکلی۔ اس کے ساتھ والے کمروں کی لڑکیاں آ گئیں۔ وہ اس سے قاہرہ کی باتیں سننا چاہتی تھیں۔ اس نے بہت ہی مختصر سی بات سنا کر انہیں ٹال دیا اور ہسپتال کی طرف چل پڑی۔

✪

وہ تھوڑی ہی دور گئی تھی کہ اس کی ایک ساتھی لڑکی جو اس کی ہمراز سہیلی بھی تھی پیچھے سے جا ملی اور پوچھا ۔۔۔ "لوزی! کہاں جا رہی ہو؟ اور تم پریشان ہو۔ یہ تھکن کا اثر ہے یا کوئی خاص واقعہ ہو گیا ہے؟ تمہیں چھٹی نہیں ملی؟"

"چھٹی مل گئی ہے" اس نے جواب دیا ۔۔۔ "ایک خاص واقعہ ہو گیا ہے جس نے

مجھے پریشان کر دیا ہے"۔ وہ سہیلی کو ساتھ لیے ایک درخت کے نیچے جا بیٹھی اور اسے
تمام واقعہ سنا دیا۔ سہیلی نے جو دھمکیاں دی تھیں وہ بھی سنائیں اور اس
نے کہا۔ "میں صریر سے مشورہ چاہتی ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کی مرہم پٹی نہیں ہوئی اور
اسے شہر سے نکال دیا گیا ہے یا اسے مرنے کے لیے کسی کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا ہے"۔
"تم نے بتایا ہے کہ تمہیں اس سے ملنے سے منع کر دیا گیا ہے"۔ سہیلی نے اُسے مشورہ
دیا۔ "یہ خدا ہوا نا۔ تم اگر پکڑی گئیں تو جانتی ہو کہ سزا کیا ہے؟"
"اس شخص کے لیے میں سزائے موت بھی قبول کر لوں گی"۔ لوزینا نے کہا۔ "میں
تمہیں بتا چکی ہوں کہ اس نے میری خاطر اپنی جان خطرے میں ڈالی ہے۔ میری جان کو تو کوئی
خطرہ نہ تھا۔ ڈاکو مجھے لے بھی جاتے تو چند دن مجھے خراب کر کے کسی امیر کبیر آدمی کے
ہاتھ فروخت کر دیتے۔ حدید میرے اس انجام سے آگاہ تھا۔ اس نے میری عزت کی خاطر
اپنی جان کی بازی لگا دی تھی۔ ڈاکوؤں نے کہا بھی تھا کہ لڑکیاں ہمیں دے دو
ورنہ جاؤ۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ میں پاکباز لڑکی نہیں مگر اس نے مجھے امانت سمجھا"۔
"تم اس کے لیے جذباتی ہو گئی ہو"؟
"ہاں"۔ لوزینا نے جواب دیا۔ "میں جذبات کا اقبال ہر حسن کے آگے نہیں کر سکتی
تھی، اپنا دل تمہارے آگے رکھ سکتی ہوں۔ تم میری سہیلی ہو اور عورت کا دل رکھتی ہو۔
بتاؤ زندگی کیا ہے؟ ہم ایک خوبصورت خنجر اور میٹھا زہر ہیں۔ ہمارا جسم مرد کی تفریح
اور فریب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ میں نے یہ باتیں پہلے کبھی نہیں سوچی تھیں۔ اپنے
وجود کو جذبات سے خالی سمجھا تھا مگر اس آدمی کے جسم کو میں نے اپنے جسم کے ساتھ
لگایا تو میرے وجود میں وہ سارے جذبات بیدار ہو گئے جو میں سمجھتی تھی مجھ میں نہیں ہیں۔
میں ایک ہی بار ماں، بہن، بیٹی اور کسی کو چاہنے والی لڑکی بن گئی۔ یہ شاید اس کا اثر
تھا کہ اپنے آپ کو میں بادشاہوں کے دلوں پر حکمرانی کرنے والی شہزادی سمجھتی تھی...
"تم میں اتنی تخریب کاری ڈالی گئی ہے کہ جابر حکمرانوں کو بھی انگلیوں پر نچا سکتی ہو"
سہیلی نے کہا۔ "مرد عورتوں نے مجھے بہکنے والی چیز بنا دیا۔ مجھے اس سطح پر لے آئے جہاں مجھ جیسی لڑکیاں یہ
سمجھتی ہیں کہ گاہک کے ہاتھ فروخت ہوتی ہیں یا کسی مسلمان امیر یا حاکم کے ہاتھ فروخت ہو کر اس
کے حرم کی زینت بن جاتی ہیں۔ اس آدمی نے جس کا نام حمید ہے، مجھے اس سطح
سے اوپر اٹھایا۔ اس سے پہلے میں اس کی قیدی تھی۔ اس نے مجھے اس قابل نہیں
سمجھا تھا کہ مجھے اپنی لونڈی بنا لیتا۔ وہ سیدھا رستہ تھا جس سے مجھے نکالا گیا۔ اس نے

جب میری عزت کو بچانے کے لیے اپنا جسم کٹوا لیا تو میں نے بے اختیار ہو کر اسے
سینے سے لگا لیا اور اس کے سر کی ٹوپی گر گئی جس سے اس کے لمبے بال کھل گئے۔ مجھے سوچنے
میں ایک لمحہ لگا کہ یہ تو عورت کی بات ہو گئی۔ اس نے مجھے کہا تھا کہ تم کسی عورت کی
شادی کبھی نہیں کرو گی؟ میں نے دل میں کہا تھا کہ یہ مسلمان احمق ہے۔ میں اب
محسوس کر رہی ہوں کہ ہمارے دشمن نے کتنی عظیم بات کہی تھی.... میں تمہیں صاف بتا دیتی
ہوں کہ میں اب جاسوسی نہیں کر سکوں گی۔ میرے دماغ میں بچپن سے جو سبق ڈالے
گئے تھے وہ صحرا کی خوفناک رات نے ڈاکوؤں کے خنجر نے اور حمید کے جسم
کی حرارت اور اس کے خون کی بوند نے زائل کر دیئے ہیں"۔
"تم اتنی لمبی بات نہ کرتی تو بھی میں جان گئی تھی کہ تم کیا محسوس کر رہی ہو"۔ اس کی سہیلی
نے کہا۔ "لیکن میں حقیقت سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔ اسے چلے جانا ہے۔
تم اس کے ساتھ نہیں جا سکو گی۔ وہ اگر یہاں تکلیف میں ہے تو حکمت کو تم اسے نہیں
دے سکتیں۔ اگر پکڑی گئیں تو اپنے ساتھ اسے بھی مرواؤ گی"۔
"تو تم میری مدد کرو"۔ لوزینا نے منت کی۔ "یہ معلوم کرو کہ وہ کہاں ہے۔ مجھے
صرف یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ٹھیک ہو گیا ہے اور تندرستی کی حالت میں چلا گیا
ہے تو میرے دل کو چین آ جائے گا"۔
"ہاں"۔ سہیلی نے کہا۔ "میں یہ کام کر سکتی ہوں۔ تم کمرے میں چلی جاؤ"۔
وہ کمرے میں چلی گئی اور اس کی سہیلی کسی اور طرف نکل گئی۔

✪

تاہرہ میں بھی فوجوں میں بہت سرگرمی تھی۔ فوج کو جنگی مشقیں کرائی جا رہی
تھیں۔ چند ایک دستے الگ کر لیے گئے تھے۔ انہیں شبخون مارنے، تھوڑی مدد
میں دشمن کی کئی گنا زیادہ نفری پر حملہ کرنے اور "ضرب لگاؤ اور بھاگو" کی مشقیں
اس طرح کرائی جا رہی تھیں کہ رات کو بھی دستے چھاؤنی سے باہر رہتے تھے۔
سلطان ایوبی ذاتی طور پر یہ مشقیں دیکھتا تھا۔ وہ تیسرے چوتھے روز کمانڈروں
اور دستوں کے کمانداروں تک کو لیکچر دیتا اور انہیں نقشوں اور خاکوں کی مدد
سے جنگی چالیں سکھاتا تھا۔ اس نے اس ٹریننگ کا بنیادی اصول یہ رکھا تھا
کہ کم تعداد سے دشمن کا زیادہ نقصان کرنا۔ ہتھیار سے زیادہ عقل کو استعمال کرنا۔
سامنے سے حملے کے بجائے پہلو سے حملہ کرنا۔ یہ مشقیں دیکھنے کے

شبخون سے اتنا نقصان کرنا جتنا ایک سو آدمی دن کے وقت دو بدو معرکے میں کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ وہ دشمن کے کسی قلعے یا شہر کو لمبے محاصرے میں رکھنے کے طریقے بتاتا اور قلعوں کی دیواروں میں نقب لگانے کے سبق دیتا تھا۔ اس نے تمام اونٹوں گھوڑوں اور خچروں کا معائنہ کر لیا تھا۔ کمزور یا عمر خوردہ جانوروں کو اس نے الگ کر دیا تھا۔ حملے کی تاریخ طے ہو چکی تھی۔ سلطان ایوبی نے فلسطین کی فتح کا جو منصوبہ بنایا تھا اس کے پہلے مرحلے میں کامیابی سے داخل ہونے کی تیاری زور شور سے کر رہا تھا۔ اُدھر اسے راستے میں ہی روکنے کے اہتمام ہو رہے تھے۔

دونوں فوجوں کی تیاریاں ایسی تھیں جیسے ایک دوسری کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں گی۔ صلیبیوں کی تیاریوں کا دائرہ شوبک سے کرک تک اور مصر کی سرحدوں تک تھا۔ وہ اس وسیع دائرے کو سلطان ایوبی کے لیے ایسا پھندا بنا رہے تھے جس میں سے اُس کے لیے ساری عمر نکلنے کا کوئی امکان نظر نہ آتا تھا۔ ان کی تیاریاں سلطان ایوبی کے اُس منصوبے کی روشنی میں ہو رہی تھیں جو اُن تک قبل از وقت پہنچ گیا تھا۔

ان وسیع تیاریوں کے اندر شوبک میں ایک سرگرمی اور بھی تھی، جس کا تعلق جنگ سے نہیں جذبات سے تھا اور یہ ایک خفیہ سرگرمی تھی۔ لوزینا اپنے کمرے میں پڑی حمیدہ کے لیے بے قرار ہو رہی تھی اور اس کی سہیلی دو روز سے حمیدہ کو ڈھونڈ رہی تھی۔ وہ افسروں کے ہسپتال میں بھی نہیں تھا اور وہ سپاہیوں کے ہسپتال میں بھی نہیں تھا۔ وہ جاسوس لڑکی تھی۔ بڑے بڑے افسر بھی اس کی عزت کرتے تھے۔ لوزینا کو اور ہر جاسوس لڑکی کو وہاں یہی اہمیت حاصل تھی۔ اس کے باوجود یہ سہیلی جس سے بھی پوچھتی کہ لوزینا کے ساتھ جو زخمی مسلمان آیا تھا وہ کہاں ہے تو اسے یہی ایک جواب ملتا — "میں نے تو اسے نہیں دیکھا"۔ تیسرے دن ایک افسر نے اسے راز داری سے بتایا کہ اس کی مرہم پٹی کر دی گئی تھی اور اسے مسلمانوں کے کیمپ میں بھیج دیا گیا تھا۔

سہیلی نے جب یہ خبر لوزینا کو سنائی تو اس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ مسلمانوں کا کیمپ ایک خوفناک جگہ تھی۔ اس میں پہلی جنگوں کے مسلمان قیدی بھی تھے اور وہ مسلمان بھی جنہیں کسی جرم کے بغیر صلیبیوں نے اپنے مقبوضہ علاقوں سے پکڑا تھا۔

یہ مسلمان زیادہ تر ان قافلوں میں سے پکڑے جاتے تھے جنہیں صلیبی لوٹتے تھے۔ یہ کیمپ قید خانہ نہیں تھا، نہ یہ جنگی قیدی کیمپ کہلاتا تھا۔ یہ ایک بیگار کیمپ تھا جس پر کوئی ایسا کڑا پہرہ نہ تھا جیسا قید خانوں میں ہوتا ہے۔ ان بدنصیب قیدیوں کا کوئی باقاعدہ ریکارڈ بھی نہ تھا۔ یہ لوگ مویشی بنا دیئے گئے تھے۔ جہاں ضرورت ہوتی ان میں سے بہت سے آدمی ہانک کر لے جائے جاتے اور ان سے کام لیا جاتا تھا۔ انہیں خوراک صرف اتنی سی دی جاتی جس سے وہ زندہ رہ سکتے تھے۔ وہ خیموں میں رہتے تھے۔ ان میں جو بیمار پڑ جاتا اس کا علاج اسی صورت میں کیا جاتا تھا کہ بیماری معمولی ہو۔ اگر بیماری فوراً نہ پکڑ لے تو اسے زہر دے کر مار دیا جاتا تھا۔ یہ بدنصیب مسلمان ایک گروہ تھا جو ان اس جرم کی سزا بھگت رہے تھے کہ وہ مسلمان ہیں۔ سلطان ایوبی کو اس کے جاسوسوں نے اس بیگار کیمپ کے متعلق خبریں دے رکھی تھیں۔

حمیدہ کو بھی کیمپ میں بھیج دیا گیا تھا۔ لوزینا کے لیے حکم تھا کہ اسے نہ ملے۔ لوزینا کو شک ہو گیا تھا کہ یہ ایک جذباتی وابستگی ہے، لیکن لوزینا نے اس حکم کو قبول نہیں کیا تھا۔ اس نے جب سنا کہ حمیدہ "مسلمانوں کے کیمپ" میں ہے تو اس نے سہیلی سے کہا کہ وہ اسے آزاد کرائے گی۔ سہیلی نے اس کی جذباتی حالت دیکھ کر حمیدہ کا وعدہ کیا اور دونوں نے پلان بنا لیا۔

وہ اسی وقت شہر میں گئی اور ایک پرائیویٹ ڈاکٹر سے ملی۔ اسے کہا کہ وہ ایک زخمی کو مر رہی ہے جس کا علاج اسے اس شرط پر کرنا پڑے گا کہ وہ اس کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتائے۔ ڈاکٹر نے اس راز داری کی وجہ پوچھی تو لوزینا نے کہا — "وہ ایک غریب سا مسلمان ہے جس نے میرے خاندان کی بہت خدمت کی ہے۔ وہ کہیں لڑائی جھگڑے میں زخمی ہو گیا ہے۔ اُس کے پلّے کچھ بھی نہیں اس لیے کوئی ڈاکٹر اس کا علاج نہیں کرتا۔ چونکہ یہاں تمام ڈاکٹر عیسائی ہیں اس لیے وہ کسی مسلمان کا علاج بلا اُجرت نہیں کرتے۔ راز داری کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر شہر کے منتظم تک یہ خبر پہنچ گئی کہ اِن مسلمانوں میں لڑائی جھگڑا ہوا ہے تو وہ اسی کو بہانہ بنا کر انہیں مسلمانوں کے کیمپ میں بھیج دے گا۔ انہیں تو نہ چاہیے۔ میں اس آدمی کو اس خدمت اور ایثار کا صلہ دینا چاہتی ہوں جو اس نے میرے خاندان کے لیے کیا ہے۔ میں اسے رات کے وقت لاؤں گی۔ بتایئے آپ کتنی اُجرت لیں گے۔ میں راز داری

کی بھی اجرت دوں گی۔"

اس دوران ڈاکٹر اسے سر سے پاؤں تک دیکھتا رہا۔ لوزینا نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کون ہے۔ یہی بتایا تھا کہ وہ ایک معزز گھرانے کی لڑکی ہے۔ لڑکی کا غیر معمولی حسن دیکھ کر ڈاکٹر جو اجرت لینا چاہتا تھا، اسے وہ زبان پر نہیں لا رہا تھا۔ لوزینا اس میدان اور اس فن کی ماہر تھی۔ وہ مردوں کی نظریں پہچانتی تھی۔ اس نے اپنے فن کو استعمال کیا تو ڈاکٹر موم ہوگیا۔ لوزینا نے سونے کے چار سکے اس کے آگے رکھ دیئے اور جب ڈاکٹر نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا کہ تم سے زیادہ قیمتی کوئی سکہ نہیں تو لوزینا نے مخصوص مسکراہٹ سے کہا۔ "آپ جو قیمت مانگیں گے دوں گی۔ میرا کام کر دیں۔"

ڈاکٹر یہ تو سمجھ گیا کہ معاملہ خطرناک اور پُراسرار معلوم ہوتا ہے لیکن لوزینا کو دیکھ کر اس نے خطرہ قبول کر لیا اور کہا۔ "لے آؤ۔ آج رات، کل رات، جب چاہو لے آؤ۔ اگر میں سویا ہوا ملوں تو جگا لینا۔" اس نے ایک ہاتھ میں سونے کے سکے اور دوسرے ہاتھ میں لوزینا کا ہاتھ پکڑ لیا۔

✪

اس مہم کا سب سے زیادہ نازک اور پُرخطر مسئلہ تو یہ تھا کہ حدید کو کیمپ سے نکالا کس طرح جائے۔ رات کو وہاں پہرہ برائے نام ہوتا تھا۔ ان بدنصیب قیدیوں میں بھاگنے کی سکت ہی نہیں تھی۔ صبح سورج نکلنے سے پہلے انہیں مشقت پر لگایا جاتا اور سورج غروب ہونے کے بعد کیمپ میں لایا جاتا۔ ان کی تعداد ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ لوزینا کی سہیلی نے ... کے متعلق کچھ معلومات حاصل کر لیں جن میں ایک یہ بھی تھی کہ زخمی اور بیمار قیدیوں کو معمولی سی ایک ڈسپنسری میں ہر روز بھیجا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ صرف ایک پہرہ دار ہوتا ہے۔ دوسرے دن لوزینا اپنی سہیلی کے ساتھ وہاں پہنچ گئی جہاں مریض قیدیوں کو لے جایا جاتا تھا۔ اسے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ کیمپ میں مریضوں کی ایک پارٹی نہایت آہستہ آہستہ چلتی آ رہی تھی اور پہرہ دار ہاتھ میں لاٹھی لیے انہیں مویشیوں کی طرح ہانکتا لا رہا تھا جو تیز نہیں چل سکتے تھے انہیں وہ لاٹھی سے دھکیل دھکیل کر لا رہا تھا۔

دونوں لڑکیاں آگے چلی گئیں۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے تماشہ دیکھ رہی ہوں۔ جب مریضوں کا ٹولہ ان کے قریب سے گزر رہا تھا تو وہ ہر ایک کو دیکھتی گئیں، پہچان

لوزینا کو دھچکہ لگا۔ حدید اسے قہر بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس سے چلا نہیں جا رہا تھا۔ اس کے چہرے سے وہ رونق اور رمق بجھ گئی تھی جو لوزینا نے زخمی ہونے سے پہلے دیکھی تھی۔ حدید کے کندھے جھک گئے تھے۔ اس کے کپڑے خون سے لال تھے۔ خون خشک ہو چکا تھا۔ لوزینا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے مگر حدید کی آنکھوں میں نفرت تھی۔ اس نے منہ پھیر لیا... یہ مریض ٹولہ آگے نکل گیا تو لوزینا اور اس کی سہیلی پہرہ دار کے ساتھ ایسی باتیں کرنے لگیں جن میں ان مسلمان مریضوں کے خلاف نفرت تھی۔ انہوں نے زبان کے جادو سے پہرہ دار کو اپنا گرویدہ کر لیا اور کہا کہ وہ ازراہِ مذاق ان قیدیوں کے ساتھ باتیں کرنا چاہتی ہیں۔

ڈسپنسری میں دوسرے مریض بھی تھے۔ خاصا ہجوم تھا۔ قیدیوں کو ایک طرف بٹھا دیا گیا۔ لوزینا ان کے قریب چلی گئی اور اس کی سہیلی نے پہرہ دار کو باتوں میں الجھا لیا۔ حدید دیوار کے سہارے بیٹھ گیا تھا۔ اس کی حالت اچھی نہیں تھی۔ لوزینا نے آنکھ کے اشارے سے اسے پرے بلایا۔ وہ جب اس کے قریب گیا تو لوزینا نے آہستہ سے اُسے کہا۔ "مجھے حکم ملا ہے کہ تم سے کبھی نہ ملوں۔ بیٹھ جاؤ۔ ہم یہ ظاہر نہیں ہونے دیں گے کہ ہم باتیں کر رہے ہیں۔"

"میں لعنت بھیجتا ہوں تم پر اور تمہارے حکم دینے والوں پر۔" حدید نے نحیف مگر غضبناک آواز میں کہا۔ "میں نے تمہیں کسی صلے کے لالچ میں ڈاکوؤں سے نہیں بچایا تھا۔ وہ میرا فرض تھا۔ کیا تم فرض ادا کرنے والوں کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہو؟"

"چپ رہو حدید!" لوزینا نے رندھیائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ باتیں بعد میں ہوں گی۔ مجھے بتاؤ کہ رات تم کس جگہ ہوتے ہو۔ آج رات تمہیں وہاں سے نکلنا ہے۔"

حدید اُس سے بات بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لوزینا نے اسے آنسوؤں سے اور بڑی مشکل سے یقین دلایا کہ وہ اسے دھوکہ نہیں دے رہی۔ حدید نے بتایا کہ وہ رات کو جہاں سوتا ہے وہاں سے نکلنا مشکل نہیں لیکن نکل کر وہ جائے گا کہاں؟.... انہوں نے جلدی جلدی میں فرار کا منصوبہ بنا لیا۔

✪

"مسلمانوں کا کیمپ" ایسی نیند سویا ہوا تھا جیسے یہ لاشوں کی بستی ہو۔ پہرہ دار بھی سو گئے تھے۔ یہاں سے کبھی کوئی بھاگا نہیں تھا۔ بھاگ کر کوئی جاتا بھی کہاں! اس کے علاوہ پہرہ داروں کو یہ بھی معلوم تھا کہ کوئی ایک آدھ بھاگ بھی گیا تو کون جواب طلبی کرے گا۔

رات کا پہلا پہر ختم ہو رہا تھا کہ پھٹے پرانے ایک خیمے سے ایک آدمی پیٹ کے بل رینگتا ہوا خیموں کی اوٹ میں وہاں تک چلا گیا جہاں اسے کوئی پہرہ دار نہیں دیکھ سکتا تھا۔ آگے اسے اندھیرے میں بھی کھجور کا درخت نظر آنے لگا جہاں تک اسے پہنچنا تھا۔ ایک سایہ سر سے پاؤں تک موٹے کپڑے میں لپٹا ہوا کھڑا تھا۔ رینگنے والا اٹھ کھڑا ہوا اور کھجور کے تنے تک پہنچ گیا۔ وہ حدید تھا۔ لوزینا اس کی منتظر تھی۔

"تیز چل سکو گے؟" — لوزینا نے پوچھا۔

"کوشش کروں گا" — حدید نے جواب دیا۔

وہ کیمپ سے دور نکل گئے۔ آگے وسیع علاقہ غیر آباد تھا۔ مشکل یہ تھی کہ حدید تیز نہیں چل سکتا تھا۔ لوزینا نے سہارا دے کر تیز چلانے کی کوشش کی اور اسے بتائی گئی کہ اسے کیسے کیسے حکم اور دھمکیاں ملی ہیں۔ اس نے حدید کی غلط فہمی رفع کر دی۔ آگے شہر کی گلیاں آگئیں اور پھر ڈاکٹر کا گھر آگیا۔ تین چار بار دستک دینے سے ڈاکٹر باہر آیا اور انہیں فوراً اندر لے گیا۔ اس نے حدید کے زخم کھول کر دیکھے تو کہا کہ کم از کم بیس روز مرہم پٹی ہوگی۔ یہ سن کر لوزینا کے سامنے ایک بہت ہی پیچیدہ مسئلہ آگیا۔ وہ یہ تھا کہ اتنے دن وہ حدید کو چھپائے گی کہاں؟ اسے بیگار کیمپ میں واپس تو نہیں لے جانا تھا۔ اس کی عقل جواب دے گئی۔ ڈاکٹر مرہم پٹی کر چکا تو اس نے کہا کہ اسے نہایت اچھی اور مقوی غذا کی ضرورت ہے۔

لوزینا اسے پرے لے گئی اور کہا — "یہ جہاں رہتا ہے وہاں اسے اچھی غذا نہیں مل سکتی۔ میں گھر میں اسے اپنے پاس نہیں رکھ سکتی۔ آپ اسے یہیں رکھیں اور جو چیز اس کے لیے فائدہ مند ہو وہ کھلائیں۔ مجھ سے آپ جتنی قیمت اور اُجرت مانگیں گے دوں گی۔"

ڈاکٹر نے جو اجرت بتائی وہ بہت ہی زیادہ تھی۔ لوزینا نے کم کرنے کو کہا تو ڈاکٹر نے کہا — "تم مجھ سے بہت ہی خطرناک کام کرا رہی ہو۔ میں جانتا ہوں کہ یہ شخص مسلمانوں کے کیمپ سے لایا گیا ہے اور یہ مصری فوج کا سپاہی ہے۔ تمہارا اس کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ مجھے منہ مانگی اجرت دو گی تو تمہارا یہ راز میرے گھر سے باہر نہیں جائے گا۔"

"مجھے منظور ہے" — لوزینا نے کہا — "اور یہ بھی سن لو ڈاکٹر! اگر یہ راز فاش ہو گیا تو آپ زندہ نہیں رہیں گے۔"

ڈاکٹر نے حدید کو ایک کمرے میں لٹا دیا اور اسے بتایا کہ وہ ٹھیک ہونے تک یہیں

رہے گا۔ اس نے اندر سے اسے دودھ اور پھل لا دیئے اور لوزینا کو ایک اور کمرے میں لے گیا۔۔۔۔ دوسرے دن لوزینا اور اس کی سہیلی نے کیمپ کی جاسوسی کی۔ ڈسپنسری میں گئیں۔ مریض تبدیل وہاں لے جائے گئے۔ دونوں لڑکیوں نے پہرہ دار کے ساتھ گپ شپ لگائی اور اپنے خصوصی ڈھنگ سے باتیں کر کے معلوم کر لیا کہ حدید کی گمشدگی سے کیمپ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور وہاں کوئی ہلچل نہیں۔

دن گزرتے گئے۔ ڈاکٹر کو چونکہ منہ مانگی قیمت اور اجرت مل رہی تھی، اس لیے اس نے حدید کو چھپائے بھی رکھا اور اس کا علاج پوری توجہ سے کرتا رہا۔ اسے مقوی غذا بھی دیتا رہا۔ لوزینا شام کے بعد وہاں جاتی۔ کچھ دیر حدید کے ساتھ بیٹھتی اور بہت دیر ڈاکٹر کے کمرے میں گزارتی۔ اس روز مرہ کے معمول میں بیس روز گزر گئے اور حدید کے زخم مل گئے۔ اس کی صحت بھی بحال ہو گئی۔ لوزینا نے ڈاکٹر سے کہا کہ وہ کل رات کسی بھی وقت حدید کو لے جائے گی۔

دوسرے دن اس نے اپنی سہیلی کو استعمال کیا۔ چھوٹے عہدے کا ایک افسر اس کی سہیلی کے پیچھے پڑا رہتا تھا۔ سہیلی نے اس افسر کو جھانسہ دیا اور لوزینا نے اس کے ٹرنک سے اس کی وردی نکال لی جو اس نے حدید کو پہنا دی۔ گھوڑے کا انتظام مشکل نہ تھا۔ وہ بھی ہو گیا۔ یہ اہتمام اس لیے کیا جا رہا تھا کہ شہر کے ارد گرد مٹی کی بہت اونچی دیوار تھی۔ اس کے چار دروازے تھے جو رات کو بند رہتے تھے۔ ان دنوں دن کے وقت یہ دروازے کھلے رکھے جاتے تھے کیونکہ سلطان ایوبی کے آنے والے حملے کے لیے فوجوں اور ان کے سامان کی آمد و رفت جاری رہتی تھی۔

سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے قلعے کے بڑے دروازے کی طرف ایک صلیبی افسر گھوڑے پر جا رہا تھا۔ اس کی کمر سے لٹکتی ہوئی تلوار مسلمانوں کی طرح ٹیڑھی نہیں سیدھی تھی اور اس کا دستہ صلیب کی شکل کا تھا۔ وہ ہر لحاظ سے صلیبی تھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا جس سے اونٹوں کا ایک کارواں رسد سے لدا ہوا باہر جا رہا تھا۔ ظاہر یہی ہونا تھا جیسے یہ گھوڑا سوار افسر اس کارواں کے ساتھ جا رہا ہو۔ وہ دروازے کے پاس پہنچا تو صلیبیوں کی انٹیلی جنس کا سربراہ، ہرمن، گھوڑے پر سوار دروازے میں داخل ہوا۔ وہ کہیں باہر سے آ رہا تھا۔ اس نے اس افسر کو دیکھا اور مسکرایا، مگر اس افسر نے مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے نہ دیا۔ ہرمن چند قدم اندر کو آیا تو اس نے گھوڑا روک لیا۔ اسے دو تین سو قدم دور لوزینا کھڑی نظر آئی جس نے

ہرمن کو دیکھا تو وہاں سے تیزی سے اپنے ٹھکانے کی طرف چلی گئی۔

علی بن سفیان کی طرح ہرمن بھی ماہر جاسوس اور سراغرساں تھا۔ اس نے فوراً گھوڑا دروازے کی طرف گھمایا اور ایڑ لگا دی۔ وہ اپنا ایک شک رفع کرنا چاہتا تھا۔ اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی تو گھوڑا دوڑ پڑا۔ باہر جا کر ہرمن نے دیکھا کہ جو افسر اس کے پاس سے گزرا تھا وہ اتنی دُور نکل گیا تھا کہ اس کے تعاقب میں جانا بیکار تھا۔ اُس گھوڑ سوار نے دروازے سے نکلتے ہی گھوڑے کو ایڑ لگا دی تھی۔ گھوڑا بہت تیز رفتار تھا۔ ہرمن اسے دیکھتا رہا اور وہ صحرا کی وسعت میں گم ہوگیا ــــ لوزینا نے حدید کو آزاد کرا کے صحیح دے دیا تھا۔

✪

ہرمن نے گھوڑا موڑا اور تیزی سے اندر گیا۔ وہ سب سے پہلے مسلمانوں کے کیمپ میں گیا اور وہاں کے انچارج سے حدید کی نشانیاں بتا کر پوچھا کہ وہ کہاں ہے۔ کچھ پتہ نہ چلا جس خیمے میں حدید کو رکھا گیا تھا وہاں کے رہنے والوں نے بتایا کہ ایک صبح وہ یہاں سے غائب تھا۔ وہ سمجھے کہ اسے اِدھر اُدھر کر دیا گیا ہے۔ ہرمن کا شک یقین میں بدل گیا۔ وہ حدید ہی تھا جسے اُس نے صلیبی فوج کی وردی میں دروازے سے نکلتے دیکھا تھا۔ وہ مزید تفتیش سے پہلے لوزینا کے کمرے میں گیا۔ وہ سر ہاتھوں میں تھامے رو رہی تھی۔

"کیا اسے تم نے بھگایا ہے؟" ــ ہرمن نے کرخ کر کہا۔ لوزینا نے آہستہ سے سر اٹھایا۔ ہرمن نے کہا ــ "جھوٹ بولو گی تو میں تفتیش کر کے ثابت کر دوں گا کہ اسے تم نے فرار میں مدد دی ہے"

"نہ آپ کو تفتیش کی ضرورت ہے نہ مجھے جھوٹ بولنے کی ضرورت" ــ لوزینا نے کہا ــ "میری زندگی ایک شاہانہ جھوٹ اور میرا وجود ایک خوبصورت دھوکا ہے۔ اپنی روح کی نجات کے لیے میں سچ بول کر مر رہی ہوں" ــ اس کی آواز میں غنودگی تھی جو بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ اٹھی تو اس کی ٹانگیں لڑکھڑائیں۔ اس کے قریب ایک گلاس پڑا تھا جس میں چند قطرے پانی تھا۔ اس نے گلاس اٹھا کر ہرمن کی طرف بڑھا کر کہا ــ "میں نے اپنے آپ کو سزائے موت دے دی ہے۔ اس گلاس میں پانی کے چند قطرے گواہی دیں گے کہ میں نے اپنے ناپاک جسم کو سزائے موت اس

لیے نہیں دی کہ اپنی قوم سے غداری کی اور دشمن کو قید سے بھگا دیا ہے بلکہ میرا جرم یہ تھا کہ میں اُن انسانوں کو دھوکے دینے گئی تھی جن کے ہاں کوئی دھوکہ اور فریب نہیں۔ ان میں سے چار انسانوں نے میری وہ عزت بچانے کے لیے جو میرے پاس تھی ہی نہیں، دس ڈاکوؤں کا مقابلہ کیا۔ پھر ایک انسان نے مجھے اپنا جسم کٹوا کر ڈاکوؤں سے چھینا۔ مجھے نیکی اور بدی، محبت اور نفرت کا فرق معلوم ہوگیا۔ میں سچ بول کر مر رہی ہوں۔ یہ پُرسکون موت ہے"

وہ گرنے لگی تو ہرمن نے اس کے ہاتھ سے گلاس لے کر اسے تھام لیا۔ لوزینا نے اپنے جسم کو جھٹکا دیا اور ہرمن کے بازوؤں سے نکل کر پرے ہوگئی۔ ڈوبتی ہوئی آواز میں بولی ــــ "میرے جسم کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ یہ اب تمہارے کام کا نہیں رہا۔ اس زہر نے اس میں سچ داخل کر دیا ہے۔ تمہیں ناپاک جسموں کی ضرورت ہے۔۔۔۔ اُسے میں نے بھگایا ہے۔ اسے میں نے بیس روز چھپائے رکھا تھا۔ اسے میں نے فرنینڈس کی وردی چرا کر پہنائی تھی۔ اُسے میں نے گھوڑا دیا تھا۔ میں اس کے ساتھ نہیں جا سکتی تھی۔ میں اس کے بغیر رہ بھی نہیں سکتی تھی، اس لیے میں نے زہر پی لیا۔ اگر تم مجھے پکڑ نہ لیتے تو بھی میں زہر پی لیتی" ــ وہ پلنگ پر لڑھک گئی۔ ہرمن کو اُس کی آخری سرگوشی سنائی دی ــ "سچ بول کر مرنے میں کتنا سکون ہے" ــ اُس نے آخری سانس اس طرح لی جیسے سکون سے آہ بھری ہو۔

اُسے جب دفن کر چکے تو ایک افسر نے پوچھا ــ "اس کا کوئی خاندان تھا تو انہیں اس کی موت کی اطلاع دے دو"

"اس کا خاندان ہم ہی تھے" ــ ہرمن نے جواب دیا ــ "اسے دس بارہ سال کی عمر میں کسی قافلے سے اغوا کر کے لائے تھے"

صلاح الدّین ایوبی کی فوج کو کوچ کیے تیسرا دن تھا۔ صلیبیوں نے اسے راستے میں روکنے کے لیے فوج بھیج دی تھی۔ حملہ چونکہ کرک پر آ رہا تھا، اس لیے صلیبیوں نے شوبک سے زیادہ تر فوج کرک بھیج دی تھی۔ اس کا ایک حصہ شام کی طرف بھی بھیج دیا تھا تاکہ نورالدّین زنگی مدد کے لیے آئے تو اُسے کرک سے کچھ دور روکا جا سکے اور اس فوج کا کچھ حصہ سلطان ایوبی کو راستے میں روکنے والی فوج کو دیا گیا تھا۔ سلطان صلاح الدّین ایوبی نے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر کے کوچ کرایا تھا اور تینوں کو دُور دُور رکھا تھا۔ وہ جب اُس مقام پہنچ گیا جہاں صلیبیوں سے ٹکر ہونی چاہیے تھی، اس

نے تینوں حصوں کے کمانڈروں اور ان کے ماتحت کمانڈروں کو اپنے خیمے میں بلایا۔

"ہم اس مقام پر آگئے ہیں جہاں مجھے راز فاش کر دینا چاہیے"—— سلطان ایوبی نے کہا—— "تم شاید حیران ہو رہے ہو گے کہ میں تمہیں یہ بتاتا رہا ہوں کہ میں کرک پر حملہ کروں گا مگر میں تمہیں کسی اور طرف لے آیا ہوں۔ میں کرک پر حملہ نہیں کر رہا۔ ہماری منزل شوبک ہے۔ ایک سوال تم سب کو پریشان کر رہا ہے کہ میں نے ان تین جاسوسوں کو جن میں ایک عالم تھا اور دو لڑکیاں، کیوں رہا کر دیا تھا اور انہیں محافظ کیوں دیئے تھے۔ اس سوال کا جواب سن لو۔ میں نے انہیں اپنے ساتھ والے کمرے میں بٹھا کر درمیان کا دروازہ آدھا کھلا رکھا اور علی بن سفیان اور دو نائبین کو یہ بتانا شروع کر دیا کہ میں فلاں تاریخ کو کرک پر حملہ کر رہا ہوں۔ میں جانتا تھا کہ جاسوس سن رہے تھے۔ میں نے ان کے کانوں میں یہ بھی ڈالا کہ میں صلیبیوں سے کھلے میدان کی جنگ سے ڈرتا ہوں....

"اس قسم کی باتیں ان کے کانوں میں ڈال کر انہیں رہا کر دیا اور انہیں محافظ دیئے تاکہ وہ صحیح و سلامت شوبک پہنچ جائیں۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ راستے میں ایک حادثہ ہو گیا ہے۔ ڈاکوؤں نے تین محافظوں اور ایک لڑکی کو مار ڈالا ہے۔ چوتھا محافظ کل رات شوبک سے واپس آگیا ہے۔ وہاں ہمارے جو جاسوس ہیں انہوں نے اطلاع دی ہے کہ عالم جاسوس زندہ شوبک پہنچ گیا تھا جس نے میرا دھوکہ کامیاب کر دیا ہے۔ صلیبیوں نے اپنی فوج میری مرضی کے مطابق تقسیم کر دی ہے۔ اس وقت تمہاری فوج کا بائیں والا حصہ صلیبیوں کی بہت بڑی فوج کے بائیں پہلو سے چار میل دور ہے۔"

اُس نے بائیں حصے کے کمانڈر سے کہا—"آج سورج غروب ہونے کے بعد تم اپنے تمام گھوڑ سوار دستے سیدھے آگے دو میل لے جاؤ گے۔ وہاں سے اپنے بائیں کو ہو جانا۔ چار میل سیدھا جانا پھر بائیں کو جانا اور دو میل پر تمہیں دشمن آرام کی حالت میں ملے گا۔ حملہ کرنا تم جانتے ہو۔ یہ تیز حملہ ہو گا۔ راستے میں جو کچھ آئے اسے کچلتے ہوئے نکل آؤ اور اپنی اسی جگہ پر آجاؤ جہاں سے چلے تھے۔ دوسرا حصہ شام کے بعد سیدھا آگے بڑھے گا۔ آٹھ نو میل جا کر بائیں کو ہو جائے گا۔ تمہیں دشمن کی رسد اور قافلے ملیں گے۔ اس کے علاوہ تم دشمن کے عقب میں ہو گے۔ دن کے وقت دشمن بائیں والے حصے کے تعاقب میں آئے گا لیکن تم سامنے کی ٹکر نہیں لو گے۔ دن کو بہت پیچھے آجاؤ گے۔ رات کو پھر حملہ کرو گے اور رکو گے نہیں۔ صلیبی آگے بڑھیں گے تو

درمیان والا حصہ عقب سے حملہ کرے گا اور دشمن کے سنبھلنے تک بکھر جائے گا۔ تیسرا حصہ جو میرے ساتھ ہے، آج رات کوچ کر رہا ہے۔ ہم کل دوپہر تک شوبک کا محاصرہ کر چکے ہوں گے۔ باقی دو حصے صلیبیوں کو ان طریقوں سے تنگ کریں گے جن کی میں نے تمہیں مشق کرائی ہے۔ وہ جوں ہی پانی کے چشموں سے ہٹے گا تم چشموں پر قبضہ کر لو گے۔ حملہ ہمیشہ پہلو پر کرو گے اور لڑنے کے لیے رکو گے نہیں۔ جانباز دستے ہر رات دشمن کے مویشیوں پر آگ پھینکیں گے۔"

یہ ۱۱۷۱ء کے آخری دن تھے جب کرک والوں کو سلطان ایوبی کے لمبے انتظار کے بعد پتہ چلا کہ شوبک جیسا اہم قلعہ سلطان ایوبی کے محاصرے میں آگیا ہے جب کہ زیادہ تر فوج کرک میں اکٹھی کر لی گئی ہے اور صحرا میں بھیج دی گئی ہے۔ شوبک کو وہ کوئی مدد نہیں دے سکتے تھے۔ صحرا میں جو فوج گئی تھی، مسلمان اُس کا بُرا حشر کر رہے تھے۔ صلیبیوں کی پریشانی یہ تھی کہ مسلمان سامنے آکر نہیں لڑتے تھے۔ وہ گوریلا اور کمانڈو طرز کے حملوں سے ان کا نقصان کر رہے تھے۔ انہوں نے رسد روک لی تھی۔ پانی پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ صلیبیوں کی یہ فوج نہ لڑنے کے قابل رہی تھی نہ پیچھے ہٹ کر شوبک کو بچانے کے لیے پہنچ سکتی تھی۔

شوبک میں صلیبیوں نے قلعے اور شہر کی دیواروں سے تیروں اور برچھیوں سے بہت مقابلہ کیا لیکن سلطان ایوبی کے نقب زن دستوں نے دیواریں توڑ لیں۔ یہ محاصرہ تقریباً ڈیڑھ مہینہ رہا۔ آخر سلطان ایوبی شوبک میں داخل ہو گیا۔ وہ سب سے پہلے بیگار کیمپ میں گیا، جہاں کے بدنصیب قیدیوں نے شکر کے سجدے کیے۔ صلیبیوں کی صحرا والی فوج بے ترتیبی میں پسپا ہو کر کرک کے قلعے میں چلی گئی جہاں بہت سی فوج بیکار بیٹھی صلاح الدین ایوبی کا انتظار کر رہی تھی۔

ایونا جب عائشہ بنی

۱۱۷۲ء کا دوسرا مہینہ گزر رہا تھا۔ شوبک کا قلعہ تو سر ہو چکا تھا لیکن شہر میں ابھی بدنظمی اور افراتفری تھی۔ عیسائی اپنے کنبوں سمیت وہاں سے بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کچھ بھاگ بھی گئے تھے۔ انہیں ڈر یہ محسوس ہو رہا تھا کہ جس طرح انہوں نے شوبک کے مسلمان باشندوں پر ظلم و تشدد روا رکھا تھا، اسی طرح اب مسلمان ان کا جینا حرام کر دیں گے۔ اس انتقامی کارروائی سے وہ اتنے خوفزدہ ہوئے کہ انہوں نے جب اپنی فوج کو قلعے سے بھاگتے، سلطان ایوبی کے تیراندازوں کے تیروں سے مرتے اور ہتھیار ڈالتے دیکھا تو بال بچوں کو لے کے گھروں سے نکلنے لگے۔ مسلمان سپاہ نے انہیں جانے نہیں دیا تھا۔ سالاروں اور کمانداروں نے اپنے لشکر پر حکم دے دیا تھا کہ شہر سے کسی شہری کو کہیں جانے نہ دیا جائے۔ چنانچہ سپاہی بھاگنے والے عیسائیوں کو ریگستان کے دُور دراز راستوں، گوشوں اور ٹیلوں کے علاقوں سے روک روک کر واپس بھیج رہے تھے۔

یہ لوگ دراصل اپنے اور اپنے حکمرانوں کے گناہوں کی سزا سے بھاگ رہے تھے۔ انہوں نے یہاں کے مسلمانوں کو کیڑے مکوڑے بنا رکھا تھا۔ "مسلمانوں کا کیمپ" اس کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ سلطان ایوبی کو اس کیمپ کا علم تھا۔ وہ شوبک میں داخل ہوتے ہی اس کیمپ میں پہنچا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق وہاں دو ہزار کے قریب مسلمان قید تھے۔ یہ دو ہزار لاشیں تھیں۔ ان سے مویشیوں کی طرح کام لیا جاتا تھا۔ ان سے غلاظت تک اٹھوائی جاتی تھی۔ ان میں بہت سے ایسے بھی تھے جو یہاں جوانی میں لائے گئے تھے اور بوڑھے ہو چلے تھے۔ وہ بھول گئے تھے کہ وہ انسان ہیں۔ ان میں پہلی لڑائیوں کے جنگی قیدی بھی تھے اور ان میں اُن بدنصیبوں کی تعداد زیادہ تھی جنہیں صلیبیوں نے قافلوں سے اور شہر سے پکڑ کر کیمپ میں ڈالا تھا۔ یہ امیر کبیر تاجر تھے یا

خوبصورت لڑکیوں کے باپ تھے۔ ان سے دولت، مال اور لڑکیاں چھین لی گئی تھیں۔ ان میں شہر کے وہ مسلمان بھی تھے جن کے خلاف یہ الزام تھا کہ وہ سلطنتِ اسلامیہ کے وفادار اور صلیب کے دشمن ہیں۔ شہر میں جو مسلمان رہتے تھے وہ نماز اور قرآن گھروں میں چھپ چھپ کر پڑھتے تھے، وہ بھی اس طرح کہ آواز باہر نہ جائے۔۔۔۔ وہ معمولی حیثیت کے عیسائیوں کو بھی جھک کر سلام کرتے تھے۔ اپنی جوان بیٹیوں کو تو وہ پردے میں رکھتے ہی تھے۔ اپنی معصوم بچیوں کو بھی وہ باہر نہیں نکلنے دیتے تھے۔ عیسائی خوبصورت بچیوں کو اغوا کر لیتے تھے۔

سلطان ایوبی نے جب ان دو ہزار زندہ لاشوں کو دیکھا تو اس کے آنسو نکل آئے تھے۔ اس نے کہا تھا ــــ "ان مظلوموں کو آزاد کرانے کے لیے میں پوری کی پوری سلطنتِ اسلامیہ کو داؤ پر لگا سکتا ہوں" ــــ اس نے ان کی غذا اور ان کی صحت کے لیے فوری احکامات جاری کر دیئے تھے اور کہا تھا کہ ابھی انہیں اسی جگہ رکھا جائے اور انہیں بستر مہیا کیے جائیں۔ اس کے پاس ابھی ان کی کہانیاں سننے کے لیے وقت نہیں تھا۔ اسے ابھی باہر کی کیفیت کو قابو میں لانا تھا۔ باہر کا یہ عالم تھا کہ جنگ ابھی جاری تھی جس کی نوعیت کھلی جنگ کی سی نہیں تھی۔ صورت یہ تھی کہ صلیبی فوج جو سلطان ایوبی کے دھوکے میں آ کر کرک اور شوبک سے دمشق اس کی فوج کو روکنے کے لیے چلی گئی تھی وہ بکھر کر پسپا ہو رہی تھی۔ مسلمان دستے اس پر شب خون مار مار کر اور زیادہ برا حال کر رہے تھے۔ سلطان ایوبی کو اطلاعیں مل رہی تھیں کہ بعض جھڑپوں میں اس کے دستے گھیرے میں آ کر نقصان اٹھا رہے تھے۔ یہ خطرہ بھی تھا کہ کرک کے تعاقب میں جو صلیبی فوج ہے، وہ صحرا میں پھنسی اللہ کو پیاری ہوئی اپنی فوج کی مدد کے لیے بھیج دی جائے گی۔

اس صورتِ حال کے لیے سلطان ایوبی کے پاس فوج کی کمی تھی۔ مصر سے وہ کمک نہیں منگوانا چاہتا تھا کیونکہ وہاں کی سازشیں ابھی نہیں تھمیں۔ معزول کی ہوئی فاطمی خلافت کے حامی درپردہ سازشوں میں مصروف تھے۔ سوڈانی حبشی الگ طاقت جمع کر رہے تھے۔ ان دونوں کو صلیبی مدد دے کر سلطان ایوبی کے خلاف متحد کر رہے تھے۔ سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ متعدد مسلمان سیاسی اور فوجی سربراہ بھی سلطان ایوبی کے خلاف درپردہ کارروائیوں میں مصروف تھے۔ یہ ایمان فروشوں کا ٹولہ تھا جو اقتدار کے حصول کے لیے اسلام کے دشمنوں کے ساتھ ساز باز کر رہا تھا۔ انہوں نے حشیشین کے پیشہ ور قاتلوں کی خدمات بھی حاصل کر لی تھیں جنہوں نے سلطان ایوبی کے قتل کا منصوبہ بنا لیا تھا۔

صلاح الدین ایوبی نے کئی بار کہا تھا کہ صلیبیوں کی یہ کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ وہ میرے ہاتھوں مسلمانوں کو قتل کرا رہے ہیں۔ وہ بیشک ایمان فروش ہیں، میں نے غداری کی پاداش میں سزائے موت دی ہے لیکن وہ مسلمان تھے، نور کے تھے۔ کاش، یہ لوگ اپنے دشمن کو پہچان لیتے۔

اب جب کہ شوبک کا قلعہ اس کے قبضہ میں تھا اور وہ قلعے کی دیوار پر اپنے فوجی مشیروں وغیرہ کے ساتھ گھوم رہا تھا اسے شہر کے مسلمان باشندے گروہ در گروہ ناچتے اور اللہ اکبر کے نعرے لگاتے نظر آ رہے تھے۔ اونٹوں پر شہیدوں کی لاشیں اور زخمی لائے جا رہے تھے۔ سلطان ایوبی گہری سوچ میں کھویا ہوا تھا۔ اس کا دوست راست بہاؤ الدین شداد اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے ــ "صلاح الدین کے چہرے پر فتح و نصرت کا کوئی تاثر نہیں تھا۔ خوشیاں منانے والے شوبک کے شہری کا ایک گروہ اور شہنائی کی تال پر ناچتا اس دیوار کے دامن میں آن رکا جہاں ہم کھڑے تھے۔ صلاح الدین ایوبی انہیں دیکھتا رہا۔ لوگ اسے دیکھ کر پاگلوں کی طرح ناچنے لگے۔ ایوبی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تک نہ آئی۔ اس نے ان لوگوں کے لیے ہاتھ تک نہیں ہلایا۔ بس دیکھ رہا تھا۔ گروہ میں سے کسی نے بلند آواز سے کہا ــ صلاح الدین بن نجم الدین ایوب! تم شوبک کے مسلمانوں کے لیے پیغمبر بن کر اترے ہو" ــ وہ لوگ مری نسل کے تھے۔ ایک دوسرے کو باپ کے نام سے پہچانتے اور پکارتے تھے۔ اس لیے ان میں بیشتر صلاح الدین ایوبی کو بن ایوب یا بن نجم کہتے تھے۔ سلطان ایوبی کرد نسل سے تھا۔۔۔۔

"ناچنے والوں میں سے کسی نے نعرہ لگایا ــ "کرد کے بچے! ہم تیری پیغمبری کو سجدہ کرتے ہیں" ــ صلاح الدین ایوبی یکلخت بیدار ہو گیا۔ تڑپ کر بولا "انہیں کہو مجھے گناہگار نہ کریں۔ میں پیغمبروں کا غلام ہوں۔ سجدے کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے" ــ میں نے سلطان کے ایک محافظ سے کہا، بھاگ کر جاؤ اور ان لوگوں سے کہو کہ ایسے نعرے نہ لگائیں۔ امیرِ مصر ناراض ہوتے ہیں۔ محافظ جانے لگا تو ایوبی نے اسے روک کر کہا ــ آرام سے کہنا۔ ان کا دل نہ دکھانا۔ انہیں ناچنے دو انہیں گانے دو۔ انہوں نے جہنم سے نجات حاصل کی ہے۔ میری زندگی ان لوگوں

کی خوشیوں کے لیے وقف ہے'۔۔۔ وہ اور کچھ نہیں کہہ سکا کیونکہ اس کی آواز بھرا گئی تھی۔ یہ جذبات کا غلبہ تھا۔ اس نے منہ پھیر لیا۔ وہ ہم سب سے اپنے آنسو چھپا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے ہم سب کی طرف دیکھا اور کہا۔۔۔ ہم ابھی فلسطین کی دہلیز پر پہنچے ہیں۔ ہماری منزل بہت دور ہے۔ ہمیں شمال میں وہاں تک جانا ہے جہاں سے بحیرۂ روم کا ساحل گھوم کر مغرب کو جاتا ہے۔ ہمیں سرزمین عرب سے آخری صلیبی کو دھکیل کر بحیرۂ روم میں ڈبونا ہے"۔

وہیں سلطان ایوبی نے اپنے متعلقہ مشیر کو حکم دیا کہ سارے شہر میں منادی کرادو کہ کوئی غیر مسلم اس خوف سے شہر سے نہ بھاگے کہ مسلمان انہیں پریشان کریں گے۔ کسی کو کسی مسلمان فوجی یا شہری سے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ قلعے کے دروازے پر شکایت کرے۔ اس کا ازالہ کیا جائے گا۔ اس نے زور دے کر کہا کہ ہم کسی کے لیے تکلیف اور مصیبت کا نہیں پیار اور محبت کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ اگر کسی نے اسلامی حکومت کے خلاف کوئی بات یا حرکت کی تو اسے اسلامی قانون کے تحت سزا دی جائے گی جو بہت سخت ہوگی اور یاد رکھو کہ اسلامی قانون سے نہ کوئی غیر مسلم بچ سکتا ہے نہ مسلمان۔۔۔ اس کے ساتھ ہی اس نے حکم دیا کہ شہر میں اگر کوئی صلیبی فوجی یا جاسوس چھپا ہوا ہے یا اسے کسی نے اپنے گھر میں پناہ دے رکھی ہے تو وہ فوراً اپنے آپ کو مسلمان فوج کے حوالے کردے۔

سلطان ایوبی کی فوج قلعے کی ایک دیوار توڑ کر اندر گئی تھی۔ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ قلعے کے اس حصے پر فوراً قبضہ کیا جائے جہاں صلیبیوں کے محکمۂ جاسوسی کا مرکز تھا۔ اس کے جاسوسوں نے اسے اس مرکز کے متعلق بہت سے معلومات دی تھیں اور راہنمائی بھی کی تھی مگر صلیبی اتنے اناڑی نہیں تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے اسی حصے کو خالی کیا اور دستاویزات نکال لے گئے تھے۔ ان کی جاسوسی کا سربراہ، ہرمن اور اس کے دیگر ماہرین وہاں سے غائب ہو چکے تھے۔ البتہ آٹھ لڑکیاں پکڑی گئی تھیں جو علی بن سفیان کے حوالے کردی گئی تھیں۔ وہ ان سے معلومات لے رہا تھا۔ ان لڑکیوں نے بتایا تھا کہ کم و بیش بیس لڑکیاں وہاں سے نکل گئی ہیں۔ وہ سب اپنے طور پر بھاگی تھیں۔ ان کے ساتھ کوئی مرد نہیں تھا۔ مرد جاسوس بھی نکل گئے تھے۔ ان آٹھ لڑکیوں میں سے ایک نے اپنی ساتھی لڑکی، لوزینا کے متعلق بتایا تھا کہ اس نے ایک مسلمان فوجی (حدید) کو قلعے سے فرار کرا کے خودکشی کر لی تھی۔

شوبک میں امن اور شہری انتظامات بحال کرنے کی سرگرمیاں تھیں اور کرک میں شوبک پر حملے اور راستے سلطان ایوبی سے چھڑانے کی سکیمیں بن رہی تھیں لیکن صلیبی حملے کے لیے اتنی جلدی تیار نہیں ہو سکتے تھے جتنا وہ سمجھتے تھے۔ ان کے سامنے پہلا سوال تو یہ تھا کہ ان کے عالم جاسوس نے بڑی پکی اطلاع دی تھی کہ سلطان ایوبی کرک پر حملہ کرے گا۔ اس کی فوجیں کرک کی طرف ہی آ رہی تھیں۔ ان کے قاہرہ کے جاسوسوں نے بھی ناقابلِ تردید اطلاعیں دی تھیں کہ سلطان ایوبی کی فوج کرک پر حملہ کرے گی جس کی کمان وہ خود کرے گا مگر آدھے راستے سے اس کی فوجوں نے رُخ بدل دیا اور ایسی چالیں چلیں کہ صلیبی فوج جو مسلمانوں کو روکنے کے لیے گئی تھی، شب خونوں کی زد میں آ گئی اور سلطان ایوبی نے کرک سے اتنی زیادہ دُور شوبک پر حملہ کر دیا۔

یہ سوال ایک کانفرنس میں پیش کیا گیا تھا جس میں صلیبی فوج کے اعلیٰ افسر اور صلیبی حکمران موجود تھے۔ ان کے محکمۂ جاسوسی کا سربراہ، ہرمن نژاد ہرمن اور عالم جاسوس جسے سلطان ایوبی نے قاہرہ سے گرفتار کر کے رہا کر دیا تھا، ملزموں کی حیثیت سے کانفرنس میں پیش کیے گئے۔ عالم جاسوس شوبک کے قلعے سے بھاگنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اسے کانفرنس میں ہتھکڑیوں میں پیش کیا گیا تھا۔ اس پر الزام یہ تھا کہ اس نے غلط اطلاع دے کر مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا اور ان کی فتح کا باعث بنا ہے۔ اس نے ایک بار پھر بیان دیا کہ اسے یہ اطلاع کس طرح ملی تھی کہ سلطان ایوبی کرک پر حملہ کرے گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اگر اس کی اطلاع میں کوئی شک تھا تو متعلقہ محکمے کو اس کے مطابق عمل نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس کے اس بیان پر ہرمن سے پوچھا گیا کہ اس نے جاسوسی کے ماہر کی حیثیت سے کیوں تسلیم کر لیا تھا کہ اس جاسوس کی لائی ہوئی اطلاع بالکل صحیح ہے۔

"مجھے اس ضمن میں بہت کچھ کہنا ہے"۔۔۔ ہرمن نے کہا۔۔۔ "میں یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ میں جاسوسی اور سراغرسانی کا ماہر ہوں مگر کئی مواقع ایسے آئے ہیں جن میں میری مہارت اور میرے جاسوسوں کی محنت اور قربانی کو نظرانداز کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری مہارت فوج کی مرکزی کمان کے حکم یا کسی بادشاہ کے حکم کی نذر ہو گئی۔ اس کانفرنس میں تین حکمران موجود ہیں اور ان کی متحدہ کمان کے اعلیٰ کمانڈر بھی موجود ہیں۔ اور جبکہ ہم اتنی بڑی شکست سے دوچار ہوئے ہیں جس میں شوبک جیسا قلعہ ہاتھ سے نکل گیا ہے، اس کے ساٹھ میلوں وسیع علاقے پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا ہے، سال بھر کی رسد اور دیگر ساز و سامان دشمن کے ہاتھ لگا ہے اور شوبک کی پوری آبادی مسلمانوں

کی غلام ہوگئی ہے، میں آپ کی خامیاں اور احمقانہ حرکتیں آپ کے سامنے رکھنا اپنا فرض سمجھتا ہوں اور میں آپ سب کو بصد احترام یاد دلاتا ہوں کہ ہم نے صلیب پر حلف اٹھایا ہے کہ صلیب کے وقار کے لیے اپنا آپ قربان کردیں گے۔ اگر آپ میں سے کسی کے ذاتی وقار کو ٹھیس پہنچے تو اسے صلیب کا وقار پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔"

ہرمن کی حیثیت ایسی تھی کہ کونارڈ، گے آف لوزینان اور شاہ آگسٹس جیسے خودسر بادشاہ بھی اس کی بات رد کرنے کی جرأت نہیں کرتے تھے۔ جاسوسی کا تمام تر نظام اس کے ہاتھ میں تھا۔ ان میں تباہ کار جاسوس بھی تھے۔ ہرمن کسی بھی حکمران کو خفیہ طریقے سے قتل کرانے کی ہمت اور اہلیت رکھتا تھا۔ اسے اجازت دے دی گئی کہ وہ اپنا تجزیہ پیش کرے۔

"میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ دشمن کے راز معلوم کرنے کے لیے اور اس کی کردار کشی کے لیے صرف لڑکیوں پر کیوں بھروسہ کیا جارہا ہے۔" اُس نے پوچھا۔

"اس لیے کہ عورت انسان کی بہت بڑی کمزوری ہے"۔۔۔ کسی حکمران نے کہا۔ "کردار کشی کا بہترین ذریعہ عورت ہے، خواہ وہ تحریر میں ہو یا گوشت پوست کی صورت میں ہو۔ کیا تم اس سے انکار کرسکتے ہو کہ عرب میں بہت سے مسلمان امراء، قلعہ داروں اور وزراء کو ہم نے عورت کے ہاتھوں اپنا غلام بنا لیا ہے؟"

"لیکن آپ یہ نہیں سوچ رہے کہ اس وقت مسلمانوں کی حکومت فوج کے ہاتھ میں ہے۔" ہرمن نے کہا۔ "اُن کا خلیفہ اپنا حکم نہیں منوا سکتا۔ فوجی امور میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں۔ صلاح الدین ایوبی کی مصر میں حیثیت ایک گورنر کی ہے لیکن اس نے وہاں کے خلیفہ کو معزول کردیا ہے۔ اِدھر نورالدین زنگی ہے جس کی حیثیت ایک سالار اور وزیر کی ہے لیکن جنگی امور میں اسے بغداد کے خلیفہ سے حکم اور اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لہٰذا یہ پیشِ نظر رکھیے کہ آپ نے چند ایک امیروں، وزیروں اور قلعہ داروں کو ہاتھ میں لے لیا ہے تو ان کی حیثیت چند ایک غلاموں کی ہے۔ وہ آپ کو اپنے ملک کا ایک انچ علاقہ بھی نہیں دے سکتے۔ اسلامی سلطنت کے اصل حکمران فوجی ہیں۔ نورالدین زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنی فوجوں کی تربیت ایسی کی ہے کہ آپ لڑکیوں سے اس فوج کا کردار خراب نہیں کرسکتے اور نہ ہی کرسکے ہیں۔ اس فوج کے لیے شراب پینا سنگین جرم ہے۔ اسلام میں ہر کسی کے لیے شراب حرام ہے۔ اس پابندی کا اثر یہ ہے کہ مسلمان فوجی ہو یا شہری وہ اپنے ہوش ٹھکانے رکھتا ہے۔ اگر صلاح الدین ایوبی شراب کا عادی ہوتا تو آج مصر ہمارا ہوتا اور صلاح الدین ایوبی شوبک کے قلعے کا فاتح نہ

ہوتا بلکہ اس قلعے میں ہمارا قیدی ہوتا۔"

"ہرمن!"۔۔۔ ایک کمانڈر نے اسے ٹوک کر کہا۔ "اپنی بات لڑکیوں تک رکھو۔ ہمارے پاس مسلمانوں کے اوصاف سننے کے لیے وقت نہیں ہے۔"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں"۔۔۔ ہرمن نے کہا۔ "کہ جاسوسی کے لیے لڑکیوں کا استعمال ناکام ہوچکا ہے۔ گزشتہ دو برسوں میں ہم بڑی قیمتی لڑکیاں مصر میں بھیج کر مسلمان فوجیوں کے ہاتھوں مروا چکے ہیں۔ لڑکی کے معاملے میں یہ بھی یاد رکھیے کہ عورت ذات جذباتی ہوتی ہے۔ آپ لڑکیوں کو کتنی ہی سخت ٹریننگ کیوں نہ دیں، وہ مردوں کی طرح پتھر نہیں بن سکتیں۔ ہم انہیں خطروں میں پھینک دیتے ہیں۔ خطرہ بہرحال خطرہ ہوتا ہے اور دل و دماغ پر اثر کرتا ہے۔ بعض اوقات حالات بہت ہی بگڑ جاتے ہیں۔ ان حالات میں مسلمان فوجی ہماری لڑکیوں کو تفریح کا ذریعہ بنانے کی بجائے انہیں پناہ میں لے لیتے ہیں اور ان کے جسم اپنے اوپر حرام کرلیتے ہیں۔ لڑکیاں جذبات سے مغلوب ہوکے رہ جاتی ہیں۔ حال ہی میں ہماری ایک لڑکی کو صلاح الدین ایوبی کے ایک کمانڈر نے ڈاکوؤں سے بچایا اور زخمی ہوگیا۔ لڑکی اسے شوبک میں لے آئی۔ ہم نے اسے مسلمانوں کے کیمپ میں پھینک دیا۔ لڑکی نے اسے ہماری فوج کے ایک افسر کی وردی پہنا کر قلعے سے نکال دیا۔ اسے گھوڑا بھی دیا۔ میں نے لڑکی کو پکڑ لیا۔ لڑکی نے زہر کھا کر خودکشی کرلی۔ اس نے سزا کے خوف سے خودکشی نہیں کی تھی۔ اس نے محسوس کرلیا تھا کہ وہ گناہگار ہے اور اپنے جسم کو دھوکے کے لیے استعمال کررہی ہے۔ یہ احساس اتنا شدید تھا کہ اس نے زہر پی لیا۔۔۔۔

"لڑکیوں کے خلاف میں ایک دلیل اور بھی دینا چاہتا ہوں۔ ہمارے پاس جو جاسوس لڑکیاں ہیں، ان میں زیادہ تعداد ان کی ہے جنہیں ہم نے بچپن میں مسلمانوں کے قافلوں سے یا ان کے گھروں سے اغوا کرایا تھا۔ انہیں ہم نے اپنا مذہب دیا اور اپنی ٹریننگ دی۔ وہ جوان ہوئیں اور اپنا بچپن اور اپنی اصلیت بھول گئیں۔ انہیں یاد بھی نہ رہا کہ وہ مسلمانوں کی بیٹیاں ہیں مگر ہم نے ان کے صرف نام بدلے، ان کا مذہب اور ان کا خون نہ بدل سکے۔ میں انسانی نفسیات کو سمجھتا ہوں لیکن یہ میرا تجربہ ہے کہ مسلمان کی نفسیات دوسرے مذاہب کے انسانوں سے مختلف ہے۔ یہ لڑکیاں جب کسی مسلمان کے سامنے جاتی ہیں تو جیسے انہیں اچانک یاد آجاتا ہے کہ ان کی رگوں میں بھی مسلمان باپ کا خون ہے۔ مسلمان کے خون سے اس کا مذہب نکالا نہیں"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ کسی لڑکی کو جاسوسی کے لیے نہ بھیجا جائے؟" ایک کمانڈر نے اس سے پوچھا۔

"کسی ایسی لڑکی کو نہ بھیجا جائے جو کسی مسلمان کے گھر پیدا ہوئی تھی"۔۔۔ ہرمن نے جواب دیا۔۔۔ "اگر آپ لڑکیوں کو میرے محکمے سے نکال ہی دیں تو صلیب کے لیے بہتر رہے گا۔ آپ مسلمان امراء کے حرموں میں لڑکیاں بھیجتے رہیں۔ آپ انہیں پھانس سکتے ہیں۔ وہ آسانی سے آپ کے ہاتھ آجاتے ہیں کیونکہ انہوں نے میدانِ جنگ نہیں دیکھا۔ ان کی تلوار ہماری تلوار سے نہیں ٹکرائی۔ ہمیں ان کی صرف فوج پہچانتی ہے۔ دشمن کو صرف فوج جانتی ہے۔ اس لیے وہ ہمارے جھانسے میں نہیں آسکتی"۔

صلیبیوں کا شاہ آگسٹس انتہا درجے کا شیطان فطرت حکمران تھا جو اسلام کی دشمنی کو عبادت سمجھتا تھا۔ اس نے کہا۔۔۔ "ہرمن! تمہاری نگاہ محدود ہے۔ تم صرف صلاح الدین اور نورالدین کو دیکھ رہے ہو۔ ہم اسلام کو دیکھ رہے ہیں۔ ہمیں اس مذہب کی بیخ کنی کرنی ہے۔ اس کے لیے کردار کشی اور نظریات میں شکوک پیدا کرنا لازمی ہے۔ مسلمانوں میں ایسی تہذیب رائج کرو جس میں کشش ہو۔ ضروری نہیں کہ ہم اپنا مقصد اپنی زندگی میں حاصل کرلیں — ہم یہ کام اپنی اگلی نسل کے سپرد کردیں گے۔ کچھ کامیابی وہ حاصل کرے گی اور یہ مہم اس سے اگلی نسل ہاتھ میں لے لے گی۔۔۔۔ پھر ایک دور ایسا آہی جائے گا جب اسلام کا نام و نشان نہیں رہے گا۔ اگر اسلام زندہ رہا بھی تو یہ مذہب کسی اور صلاح الدین ایوبی اور نورالدین زنگی کو جنم نہیں دے گا۔ میں وثوق سے کہتا ہوں کہ مذہب مسلمانوں کا اپنا ہوگا لیکن یہ مذہب ہماری تہذیب میں رنگا ہوا ہوگا۔ ہرمن! آج سے سو سال بعد پر نظر رکھو۔ فتح اور شکست عارضی واقعات ہیں۔ ہم شوبک پر دوبارہ قبضہ کرلیں گے۔ تم مصر میں سازشوں کو مضبوط کرو۔ فاطمیوں اور سوڈانی حبشیوں کو مدد دو۔ حشیشین کو استعمال کرو"۔

✪

کانفرنس کے کمرے میں ایک صلیبی افسر داخل ہوا۔ گرد سے اٹا ہوا اور تھکا ہوا تھا۔ وہ اس فوج کے کمانڈروں میں سے تھا جو باہر ریگستان میں چلی گئی تھی اور آہستہ آہستہ کرک کی طرف پسپا ہو رہی تھی۔ وہ بہت پریشان تھا۔ اس نے کہا۔۔۔ "فوج کی حالت اچھی نہیں۔ میں یہ تجویز لے کے آیا ہوں کہ کرک کی تمام تر فوج کے ساتھ کافی کمک ملا کر شوبک پر حملہ کردیا جائے اور مسلمانوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ آمنے سامنے کی جنگ لڑیں۔ اس

وقت جنگ کی کیفیت یہ ہے کہ ہمارے دستے مرکزی کمان کے حکم کے مطابق کرک کی طرف پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ مسلمانوں کے شب خون مارنے والے دستے تھوڑی سی نفری سے رات کو عقبی حصے پر شب خون مارتے اور غائب ہو جاتے ہیں۔ دن کے وقت ان کے تیر انداز چند ایک تیر برسا کر نقصان کرتے اور غائب ہو جاتے ہیں۔ وہ نشانہ گھوڑے یا اونٹ کو بناتے ہیں۔ جس جانور کو تیر لگتا ہے، وہ جگدڑ مچا دیتا ہے۔ اسے دیکھ کر دوسرے گھوڑے اور اونٹ بھی ڈرتے اور بے قابو ہو جاتے ہیں۔ ہم نے رک کر اِدھر اُدھر کے دستے اکٹھے کیے اور جوابی حملہ کرنے کی کوشش کی، لیکن مسلمان آمنے سامنے نہیں آتے۔ ہمارے کچھ دستوں کو انہوں نے صرف اس لیے مارا ہے کہ مسلمان انہیں اپنی مرضی کے میدان میں لے جا کر لڑاتے ہیں۔ سپاہ میں لڑنے کا جذبہ ماند پڑ گیا ہے۔ جذبے کو بیدار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ایک شدید جوابی حملہ کیا جائے"۔

اس مسئلے پر بحث شروع ہوگئی۔ صلیبیوں کے لیے مشکل یہ پیدا ہوگئی تھی کہ ان کی فوج کا بڑا حصہ جسے بہترین لڑاکا سمجھا جاتا تھا۔ کرک سے دور ریگزار میں بکھر گیا تھا۔ سلطان ایوبی کی چال کامیاب تھی۔ اس کے کمانڈر اور دستوں کے عہدیدار اس کی چال کو خوش اسلوبی سے عملی رنگ دے رہے تھے۔ وہ پانی پر قبضہ کر لیتے تھے، بلندیوں پر پہنچ جاتے تھے، ٹیلوں کے علاقوں میں گھات لگاتے تھے اور دن کے وقت اگر ہوا تیز ہوتی تو ہوا کے رُخ سے حملہ کرتے تھے۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا تھا کہ ہوا اور گھوڑوں کی اڑائی ہوئی ریت صلیبیوں کی آنکھوں میں پڑتی اور انہیں اندھا کرتی تھی۔ سلطان ایوبی کی نفری کافی نہیں تھی۔ مورخ لکھتے ہیں کہ صلیبی حملہ کر دیتے تو سلطان ایوبی کے پاس اتنی نفری نہیں تھی کہ وہ شوبک کو بچا سکتا۔ اس نے جنگی فہم و فراست سے کام لیا اور صلیبیوں پر اپنا رعب قائم کر دیا تھا۔ شوبک کے شمال مشرق میں صلیبیوں کی خاصی فوج بیکار بیٹھی تھی۔ اسے اس ڈر سے واپس نہیں بلایا جا رہا تھا کہ نورالدین زنگی سلطان ایوبی کو کمک بھیج دے گا۔

صلیبی حکمران اور کمانڈر کرک کے قلعے میں بیٹھے ہوئے پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ شوبک میں ایوبی کو یہ مسئلہ پریشان کر رہا تھا کہ صلیبیوں نے حملہ کر دیا تو وہ کس طرح روکے گا۔

اس نے عیسائیوں کے بھیس میں اپنے جاسوس کرک بھجوا دیئے تھے تاکہ صلیبیوں کے عزائم اور منصوبوں سے آگاہ کرتے رہیں۔ اس نے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ اسے محاذ کی خبریں تیزی سے مل رہی تھیں۔ اس نے شوبک سے اور گرد و نواح کے علاقے سے فوج کے لیے بھرتی شروع کر دی اور حکم دیا کہ قلعے میں فوری طور پر اُن کی ٹریننگ شروع کر دی جائے۔ صلیبیوں کے بہت سے گھوڑے اور اونٹ قلعے میں رہ گئے تھے۔

باہر کے دستوں کو اس نے حکم بھیج دیا تھا کہ دشمن کے جانوروں کو مارنے کی بجائے پکڑیں اور قلعے میں بھیجتے رہیں۔ نئی بھرتی کی ٹریننگ کے سلسلے میں اس نے یہ حکم جاری کیا کہ انہیں شب خون مارنے کی اور مشترک جنگ لڑنے کی ٹریننگ دی جائے۔

کرک میں جو کانفرنس ہو رہی تھی اس میں ہرمن کی اس تجویز کو رد کر دیا گیا تھا کہ جاسوسی کے لیے لڑکیوں کو استعمال نہ کیا جائے۔ البتہ عالم جاسوس کو چھوڑ دیا گیا اور اسے یہ حکم دیا گیا کہ وہ مسلمانوں پر نظریاتی حملہ کرنے کے لیے آدمی تیار کرے۔

اس کے بعد یہ پوچھا گیا کہ شوبک میں کتنی جاسوس لڑکیاں اور مرد رہ گئے ہیں اور کیا لڑکیوں کو وہاں سے نکالا جا سکتا ہے؟ ہرمن نے انہیں بتایا کہ چند ایک لڑکیاں مسلمانوں کی قید میں ہیں۔ کچھ نکل آئی ہیں اور کچھ لاپتہ ہیں۔ مرد جاسوسوں کے متعلق اس نے بتایا کہ چند ایک قید ہو گئے ہیں اور بہت سے وہیں ہیں۔ انہیں اطلاع بھیج دی گئی ہے کہ وہیں رہیں اور اب مسلمان بن کر اپنا کام کریں .... ایک صلیبی حکمران نے کہا کہ جو لڑکیاں وہاں قید میں ہیں انہیں نکالنا شاید آسان نہ ہو لیکن ہو سکتا ہے کہ کچھ لڑکیاں وہاں عیسائیوں کے گھروں میں روپوش ہو گئی ہوں۔ انہیں وہاں سے نکالنا لازمی ہے۔

تھوڑی دیر کے بحث مباحثے کے بعد طے ہوا کہ ایک ایسا گروہ تیار کیا جائے جو سلطان ایوبی کے شب خون مارنے والے آدمیوں کی طرح جان پر کھیلنا جانتا ہو۔ اس گروہ کا ہر ایک آدمی ذہین اور پھرتیلا ہو۔ عربی یا مصری زبان بول سکتا ہو۔ اس گروہ کو ایسے مسلمانوں کے بھیس میں شوبک بھیجا جائے جس سے پتہ چلے کہ کرک کے عیسائیوں کے ظلم و تشدد سے بھاگ کر آئے ہیں۔ انہیں یہ کام دیا جائے کہ شوبک میں رہ کر لڑکیوں کا سراغ لگائیں اور انہیں وہاں سے نکالیں۔ اس کام کے لیے

وہ جرائم پیشہ آدمی موزوں رہیں گے جنہیں ان کی خواہش کے مطابق جیلوں سے نکال کر فوج میں لیا گیا ہے۔ فوج میں پیشہ ور مجرموں کو تلاش کرو اور انہیں چند دن ٹریننگ دے کر شوبک بھیج دو لیکن یہ خیال رکھو کہ ان میں وہی سپاہی ہوں جو شوبک میں رہ چکے ہیں اور وہاں کے گلی کوچوں اور لوگوں سے واقف ہیں .... یہاں یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ یہ جرائم پیشہ آدمی اس خطے کی زبان نہیں جانتے۔ اس کا یہ حل پیش کیا گیا کہ زیادہ تر ایسے آدمی بھیجے جائیں جو وہاں کی زبان جانتے ہوں۔

متعدد مورخین نے شوبک کی فتح کو کئی ایک رنگ دیئے ہیں۔ ان میں صاف گو قسم کے مورخین نے جو ولیم آف ٹائر کی طرح عیسائی ہیں، صلیبیوں پر کڑی نکتہ چینی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ان کے حکمران خوبصورت لڑکیوں کے ذریعے مسلمان علاقوں میں جاسوسی، تخریب کاری اور کردار کشی پر زیادہ توجہ دیتے تھے۔ اس سے ان کے اپنے کردار کا پتہ ملتا ہے کہ کیا تھا۔ یہ درست ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے چند ایک غیر فوجی سربراہوں کو اپنے زیر اثر لے لیا تھا لیکن ان کے دماغ میں یہ نہ آئی کہ مسلمانوں کی ایک قوم بھی ہے اور ایک فوج بھی ہے۔ کسی قوم اور اس کی فوج کے قومی جذبے کو مارنا آسان کام نہیں ہوتا اور اس صورت میں جب کہ صلیبیوں نے مسلمانوں کے نہتے قافلے لوٹے تھے، ان کی بچیاں اغوا کی تھیں، مفتوحہ علاقوں میں وسیع پیمانے پر آبروریزی کی، قتلِ عام کیا اور مسلمانوں کو بیگار کیمپوں میں ٹھونس کر جانور بنا دیا۔ مسلمان قوم اور فوج کے جذبے کو مجروح کرنا ممکن ہی نہیں تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں انتقام کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ اسلام کی صفوں میں چند ایک غدار پیدا کر لینے سے اس مذہب کی عظمت کو مجروح نہیں کیا جا سکتا تھا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اس وقت جب شوبک پر حملے کی ضرورت تھی اور جب صلاح الدین ایوبی جنگی لحاظ سے کمزور تھا، صلیبیوں نے شوبک سے چند ایک لڑکیوں کو نکال لانے پر توجہ مرکوز کر لی اور اس مہم کے لیے جانبازوں کا گروہ تیار ہونے لگا۔ وہ لکھتے ہیں کہ صلاح الدین ایوبی کی جنگی فہم و فراست کی داد دینی پڑتی ہے کہ اس نے صلیبیوں پر یہ رعب طاری کر دیا تھا کہ اس نے ان کی فوج کو بکھیر دیا ہے۔ صلیبیوں نے اس تاثر کو قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے اس طرف توجہ ہی نہ دی کہ ایوبی کی اپنی فوج دستہ دستہ ٹولہ ٹولہ ہو کے بکھر گئی ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ سلطان ایوبی اس صورتِ حال سے کچھ پریشان بھی تھا۔ اس کے مشیرِ خاص شداد نے اس کی جس پریشانی

کا ذکر کیا ہے وہ یہی ہو سکتی ہے کہ اس کے دستے صلیبیوں کے نقاب میں بکھر گئے تھے۔ ان سے مرکزیت ختم ہو گئی تھی۔ یہ بھی صحیح ہے کہ اس کے دستے ذاتی اور قومی جذبے کے تحت لڑ رہے تھے۔ ایسی مثالیں بھی ملی ہیں کہ بعض مسلمان دستے صحرائی بھول بھلیوں میں بھٹک گئے اور خوراک اور پانی سے محروم رہے لیکن وہ ہر حال اور ہر کیفیت میں لڑتے رہے۔

یہ جذبے کی جنگ تھی جس سے صلیبی سپاہی عاری تھے۔ انہوں نے اپنے کمانڈروں کو پسپا ہوتے دیکھا تو ان میں لڑنے کا جذبہ ختم ہو گیا۔ اگر صلیبی ادھر توجہ دیتے تو ایوبی کی بکھری ہوئی فوج پر قابو پا سکتے تھے مگر وہ ذرا ذرا سی باتوں پر اتنی زیادہ توجہ دیتے تھے جتنی اہم جنگی امور پر دی جاتی ہے۔

یہاں ایک اور وضاحت ضروری ہے۔ اُس دور کے صلیبی وقائع نگاروں کے حوالے سے دو تین غیر مسلم مورخین نے اس قسم کی غلط بیانی کی ہے کہ صلاح الدین ایوبی نے مسلسل دو سال شوبک کو محاصرے میں رکھا اور ناکام لوٹ گیا۔ انہوں نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کے درمیان غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی۔ زنگی کو اس کے مشیروں نے خبردار کیا تھا کہ ایوبی مصر کو اپنے ذاتی تسلط میں رکھ کر فلسطین کا بھی خود مختار حکمران بننا چاہتا ہے۔ وہ فلسطین پر قبضہ کر کے زنگی کو معزول کر دے گا۔ یہ مورخین لکھتے ہیں کہ نورالدین زنگی نے اس بہانے شوبک کو اپنی فوج روانہ کر دی کہ یہ سلطان ایوبی کے لیے کمک ہے لیکن اس نے اپنے کمانڈروں کو یہ خفیہ ہدایت دی تھی کہ وہ شوبک کے جنگی امور اپنے قبضے میں لے لیں چنانچہ یہ فوج آئی۔ سلطان ایوبی سے کسی نے کہا کہ نورالدین زنگی نے یہ فوج اس کی مدد کے لیے نہیں بھیجی بلکہ اس کی مرکزی کمان پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجی ہے۔ یہ سن کر سلطان ایوبی دل برداشتہ ہو گیا اور وہ شوبک کا محاصرہ اٹھا کر مصر کو کوچ کر گیا۔

عیسائی مورخین نے زنگی اور ایوبی کی اس مفروضہ چپقلش کو بہت اچھالا ہے لیکن ان مورخین کی تعداد زیادہ ہے جنہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ سلطان ایوبی نے ڈیڑھ ماہ کے محاصرے کے بعد شوبک کا قلعہ لے لیا تھا۔ البتہ یہ پتہ بھی ملتا ہے کہ صلیبی تخریب کاروں نے نورالدین زنگی کو سلطان ایوبی کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی تھی جو کامیاب نہیں ہو سکی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ سلطان ایوبی کے والد نجم الدین ایوب لمبی مسافت طے کر کے شوبک پہنچے۔ انہیں شک ہو گیا تھا کہ ان کا بیٹا ایسی حماقت

پر اتر ہی نہ آیا ہو اور کہیں ایسا نہ ہو کہ تخریب کار اس کے کان زنگی کے خلاف بھر دیں۔

بہاؤ الدین شداد اپنی یادداشتوں میں رقمطراز ہے — "اپنے والد بزرگوار کو دیکھ کر ایوبی بہت حیران ہوا۔ ان کے گھٹنے چھو کر مصافحہ کیا اور سمجھا کہ محترم والد اسے فتح کی مبارکباد دینے آئے ہیں مگر انہوں نے بیٹے کو پہلے الفاظ یہ کہے — کیا نورالدین زنگی جاہل ہے جس نے تجھ جیسے گمنام اور غریب آدمی کے بیٹے کو مصر کا حکمران بنا ڈالا ہے؟ کیا مجھے یہ سننا پڑے گا کہ تیرا بیٹا ذاتی اقتدار کی خاطر سلطنتِ اسلامیہ کے محافظ نورالدین زنگی کا دشمن ہو گیا ہے؟ .... جاؤ اور زنگی سے معافی مانگو ....."

بات کھلی تو معلوم ہوا کہ سلطان ایوبی کا ذہن صاف ہے اور وہ نورالدین زنگی سے کمک مانگنے والا ہے۔ نجم الدین ایوب مطمئن ہو گئے اور واضح ہو گیا کہ یہ صلیبیوں کی تخریب کاری اور عیاری ہے۔ سلطان ایوبی نے اپنے خصوصی قاصد اور مفتی فقیہ عیسیٰ الہکاری کو اپنے والدِ محترم کے ساتھ رخصت کیا اور الہکاری کو نورالدین زنگی کے نام ایک تحریری پیغام دیا۔ اس کے ساتھ شوبک کے کچھ تحفے بھی بھیجے۔ اس نے لکھا "بیش قیمت تحفہ شوبک کا قلعہ ہے جو میں آپ کے قدموں میں پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد خدائے عزوجل کی مدد سے کرک کا قلعہ پیش کروں گا۔"

اس پیغام میں سلطان ایوبی نے واضح کیا تھا کہ صلیبیوں کی تخریب کاری سے خبردار رہیں اور یہ نہ بھولیں کہ کچھ مسلمان امراء بھی اس تخریب کاری اور سازشوں میں صلیبیوں کا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔ ان کی سرکوبی کی جائے۔ اس پیغام میں سلطان ایوبی نے شوبک کی اس وقت کی صورتِ حال اور اپنی فوج کی کیفیت تفصیل سے لکھی اور کچھ انقلابی تجاویز پیش کیں۔ اس نے زنگی کو لکھا کہ ان حالات میں جب دشمن ہماری سرزمین پر قلعہ بند ہے اور وہ میدانِ جنگ میں ہمارے خلاف سرگرم ہے اور زمین دوز کارروائیوں سے بھی ہمارے درمیان غدار پیدا کر رہا ہے، میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہماری غیر فوجی قیادت نہ صرف ناکام ہو گئی ہے بلکہ سلطنتِ اسلامیہ کے لیے خطرہ بن گئی ہے۔ ہم گھر سے دور بے رحم صحراؤں میں دشمن سے برسرِ پیکار ہیں۔ ہمارے مجاہد لڑتے اور مرتے ہیں۔ وہ بھوکے اور پیاسے بھی لڑتے ہیں۔ انہیں کفن نصیب نہیں ہوتے۔ ان کی لاشیں گھوڑوں کے تلے روندی جاتی اور صحرائی لومڑیوں اور گدھوں کی خوراک بنتی ہیں۔ اسلام کی عظمت

اور قوم کے وقار کو جتنا وہ سمجھتے ہیں اتنا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ ہمارے غیر فوجی حکام اور سربراہوں کے خون کا ایک قطرہ نہیں گرتا۔ وہ میدانِ جنگ سے بہت دور محفوظ بیٹھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عیش و عشرت کے عادی ہو گئے ہیں۔ دشمن انہیں نہایت حسین اور چلبلی لڑکیوں اور یورپ کی شراب سے اپنا مرید بنا لیتا ہے۔ ہم دین و ایمان کی سربلندی کے لیے مرتے ہیں اور وہ ایمان کو دشمن کے ہاتھ بیچ کر عیش کرتے اور اس کے ہاتھ مضبوط کرتے ہیں۔

سلطان ایوبی نے لکھا کہ اب جبکہ میں فلسطین کی دہلیز پر آ گیا ہوں اور میں نے فلسطین سے بغیر واپس نہ جانے کا تہیہ کر لیا ہے، میں ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ (نورالدین زنگی) غیر فوجی قیادت پر کڑی نظر رکھیں۔ امیر العلماء سے کہیں کہ وہ مساجد میں اور ہر جگہ اعلان کر دے کہ سلطنتِ اسلامیہ کا صرف ایک خلیفہ ہے اور یہ بغداد کی خلافت ہے۔ ہر مسلمان پر اس واحد خلافت کی اطاعت فرض ہے لیکن خطبے میں اور کسی مسجد میں خلیفہ کا نام نہیں لیا جائے گا۔ عظیم نام صرف اللہ اور اس کے رسول صلعم کا ہے۔ یہ حکم بھی جاری کیا جائے کہ آئندہ جب خلیفہ یا کوئی حاکم کسی دورے یا معائنے کے لیے باہر نکلے گا تو اس کے محافظ دستے کے سوا کوئی جلوس اس کے ساتھ نہیں ہوگا اور لوگ راستے میں رُک کر اور جُھک جُھک کر اُسے سلام نہیں کریں گے .... سلطان ایوبی نے سب سے زیادہ اہم بات یہ لکھی کہ شیعہ سُنّی تفرقہ بڑھتا جا رہا ہے۔ فاطمی خلافت کی معزولی نے اس تفرقے میں اضافہ کر دیا ہے۔ یہ تفریق ختم ہونی چاہیئے۔ بے شک خلافت اور حکومت سُنّی ہے لیکن کسی سُنّی حاکم یا اہلکار کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ شیعوں کو اپنا غلام سمجھے۔ حکومت اور فوج میں شیعوں کو پوری نمائندگی دی جائے۔

اس قسم کی کچھ اور بھی انقلابی تجاویز تھیں جو سلطان ایوبی نے نورالدین زنگی کو بھیجیں۔ مؤرخین اس پر متفق ہیں کہ زنگی نے ان پر فوری طور پر عمل کیا۔ اپنے ہاں بھی سلطان ایوبی نے شیعہ سنی تفرقہ پیار و محبت اور عقل و دانش سے مٹانا شروع کر دیا۔

✪

کرک میں صلیبی سلطان ایوبی پر جوابی وار کرنے پر غور کر رہے تھے۔ ان کی مرکزی کمان نے قاصدوں کے ذریعے اپنی بکھری ہوئی فوج کو احکام بھیج دیئے کہ مسلمانوں

سے لڑنے کی کوشش نہ کریں بلکہ نکلنے کی ترکیب کریں تاکہ جوابی حملے کے لیے زیادہ سے زیادہ فوج بچ جائے۔ ان احکام کے ساتھ ہی انہوں نے چالیس جانبازوں کا ایک گروہ تیار کر لیا جسے مظلوم مسلمانوں کے بھروپ میں شوبک میں داخل ہونا اور لڑکیوں کو وہاں سے نکالنا تھا۔ صلیبی حکمرانوں نے اس خیال سے کہ سلطان ایوبی مصر سے غیر حاضر ہے وہاں اپنے تخریب کاروں میں اضافہ کرنے کا بھی فیصلہ کر لیا۔ وہ سوڈانیوں اور فاطمیوں کو جلد از جلد متحد کر کے قاہرہ پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔

شوبک اور کرک کے درمیانی علاقے میں بہت خون بہہ رہا تھا۔ وہ سارا علاقہ ہموار ریگستان نہیں تھا۔ کئی جگہوں پر مٹی اور ریتلی پتھروں کے ٹیلے تھے اور کہیں ریت کی گول گول ٹیکریاں تھیں جن میں کوئی داخل ہو جائے تو باہر نکلنے کا راستہ نہیں ملتا تھا۔ ایسے علاقوں میں صلیبی بھی مر رہے تھے اور سلطان ایوبی کے مجاہدین بھی — اور وہاں شوبک کے وہ عیسائی بھی مر رہے تھے جو مسلمانوں کے ڈر سے شہر سے کرک کی سمت بھاگ اٹھے تھے۔ فضا میں گدھوں کے غول اڑ رہے تھے ان کے پیٹ انسانی گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ صحرائی درندے لاشوں کو چیر پھاڑ رہے تھے اور معرکہ آرائی کا یہ عالم تھا جیسے اُفق سے اُفق تک انسان ایک دوسرے کا کشت و خون کر رہے ہوں۔ اس وسیع ریگزار میں کہیں کہیں نخلستان بھی تھے جہاں پانی مل جاتا تھا۔ تھکے ہارے انسان، زخمی انسان اور پیاس کے مارے ہوئے انسان وہاں جا جا کر گرتے تھے۔

عماد ہاشم سلطان ایوبی کی فوج کے ایک چھوٹے سے دستے کا کمانڈر تھا۔ وہ شامی باشندہ تھا۔ اسی لیے وہ اپنا نام عماد شامی بتایا کرتا تھا۔ صلیبیوں کے خلاف جو جذبہ ہر مسلمان سپاہی کے دل میں تھا، وہ عماد شامی میں بھی تھا لیکن اس کے جذبے میں انتقام کا زہر اور غضب زیادہ تھا۔ اس کے متعلق سب جانتے تھے کہ وہ یتیم ہے اور اس کا سگا عزیز رشتہ دار کوئی نہیں لیکن اُسے یہ یقین نہیں تھا کہ وہ یتیم ہے یا نہیں کیونکہ اس کا باپ اس کی آنکھوں کے سامنے مرا نہیں تھا۔ وہ تیرہ چودہ سال کی عمر میں گھر سے بھاگا تھا۔ اُس وقت اس کا گھر شوبک میں تھا۔ اُسے اچھی طرح یاد تھا کہ اس کے بچپن میں شوبک پر صلیبیوں کا قبضہ ہوا تھا اور انہوں نے مسلمانوں کا کشت و خون شروع کر دیا تھا۔ اس کا بچپن صلیبیوں کی دہشت میں گزرا تھا۔ اس نے مسلمان جنگی قیدی بھی دیکھے جنہیں مار مار کر لایا جا رہا تھا اور اس کے

سامنے ان نوجوانوں کے سر کاٹ دیئے گئے تھے کیونکہ وہ زخموں کی وجہ سے چل نہیں سکتے تھے۔ اس نے مسلمان گھروں سے لڑکیاں اغوا ہوتے دیکھی تھیں اور اس نے مسلمانوں کو بیگار میں جاتے بھی دیکھا تھا۔ شوبک کے مسلمان کہا کرتے تھے کہ جب شہر میں عیسائی مسلمانوں کو بلاوجہ پکڑ پکڑ کر کیمپ میں لے جانا شروع کردیں اور ان کے گھروں پر حملے کرنے لگیں تو سمجھ لو کہ انہیں مسلمانوں کے ہاتھوں کہیں شکست ہوئی ہے۔

عماد شامی کا گھر بھی محفوظ نہ رہا۔ اُس کی ایک بہن تھی جس کی عمر سات آٹھ سال تھی۔ اُسے وہ بہن یاد تھی۔ بہت خوبصورت اور گڑیا سی بچی تھی۔ گھر میں اس کا باپ تھا، ماں تھی اور ایک بڑا بھائی بھی تھا۔ ایک روز عماد کی گڑیا سی بہن باہر نکل گئی اور لاپتہ ہوگئی۔ باپ نے تلاش کی مگر کہیں نہ ملی۔ ایک مسلمان پڑوسی نے اسے بتایا کہ اُسے عیسائی اٹھا لے گئے ہیں۔ باپ شہر کے حاکم کے پاس فریاد لے کر گیا۔ جونہی اس نے بتایا کہ وہ مسلمان ہے، حاکم اس پر برس پڑا اور اس پر الزام عائد کیا کہ وہ حکمران قوم پر اتنا گھٹیا الزام تھوپ رہا ہے۔ گھر آکر باپ نے اور عماد کے بڑے بھائی نے عیسائیوں کے خلاف شور شرابا کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رات کو ان کے گھر حملہ ہوا۔ عماد نے اپنی ماں اور بڑے بھائی کو قتل ہوتے دیکھا۔ وہ باہر بھاگ گیا اور ایک مسلمان کے گھر جا چھپا۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر نہیں گیا کیونکہ اس مسلمان نے اس ڈر سے اُسے باہر نہ نکلنے دیا کہ عیسائی اسے بھی قتل کردیں گے۔

تھوڑے دنوں بعد اس مسلمان نے اسے ایک اور آدمی کے حوالے کردیا جو اسے چوری چھپے شہر سے باہر لے گیا۔ صبح کے وقت وہ ایک قافلے کے ساتھ جا رہا تھا۔ بہت دنوں کی مسافت کے بعد وہ شام پہنچا۔ وہاں اُسے ایک امیر کبیر تاجر کے گھر نوکری مل گئی۔ اب اس کی یہی زندگی تھی کہ نوکری کرے اور زندہ رہے۔ وہ ذہنی طور پر بالغ اور بیدار ہوگیا۔ یہ انتقام کا جذبہ تھا۔ اسی جذبے کے زیر اثر اسے فوجی اچھے لگنے تھے۔ اس نے تاجر کی نوکری چھوڑ کر کسی فوجی حاکم کے گھر میں نوکری کرلی۔ عماد نے اسے بتایا کہ اس پر کیا بیتی ہے اور یہ بھی بتایا کہ وہ فوج میں بھرتی ہونا چاہتا ہے۔

اس حاکم نے اس کی پرورش کی اور سولہ سال کی عمر میں اسے شام کی فوج میں

بھرتی کرادیا۔ وہ انتقام کے لیے بے تاب تھا۔ اسے تین چار معرکوں میں شریک ہونے کا موقع ملا جن میں اس کے جوہر سامنے آگئے۔ گیارہ بارہ سال بعد اُسے اس فوج کے ساتھ مصر روانہ کردیا گیا جو نورالدین زنگی نے سلطان ایوبی کی مدد کے لیے بھیجی تھی۔ دو سال مصر میں گزر گئے۔ پھر خدا نے اس کی یہ مراد بھی پوری کی کہ وہ شوبک پر حملہ کرنے والی فوج کے ساتھ گیا لیکن اُسے اُس فوج میں رکھا گیا جسے ریگزار میں صلیبیوں کی فوج پر حملے کرنے تھے۔

وہاں وہ صلیبیوں کے لیے قہر بنا ہوا تھا۔ اس کا چھاپہ مار سوار دستہ مشہور ہوگیا تھا۔ عماد شامی اپنے سواروں کو ساتھ لیے صحرا میں صلیبیوں کی مشک لیتا پھرتا اور بھیڑیوں اور چیتوں کی طرح ان پر جھپٹتا تھا مگر اس کے سینے میں جو آگ لگی ہوئی تھی وہ سرد نہیں ہوتی تھی۔۔۔۔ ایک ماہ بعد اس کے دستے میں کُل چار سوار رہ گئے تھے، باقی سب شہید ہوگئے۔۔۔۔۔ ایک رات اس نے ان چار سواروں سے صلیبیوں کے کم و بیش پچاس افراد کے دستے پر حملہ کردیا۔ وہ سارا دن چھپ چھپ کر اس کا پیچھا کرتا رہا تھا۔ دن کے وقت وہ چار سپاہیوں سے پچاس سپاہیوں پر حملہ نہیں کرسکتا تھا۔ اُن کے تعاقب میں وہ بہت دُور نکل گیا۔ رات کو صلیبی رک گئے اور انہوں نے پڑاؤ کیا لیکن بہت سے سنتری بیدار رکھے۔ عماد نے آدھی رات کے وقت گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور سوئے ہوئے صلیبیوں کے درمیان سے اس طرح گزرا کہ برچھی سے دائیں بائیں وار کرتا گیا۔ اس کے چاروں جانبازوں کا بھی یہی انداز تھا۔

انہیں جو ہلتی چیز نظر آئی اس پر برچھیوں یا تلواروں کے وار کرتے اندھیرے میں غائب ہوگئے۔ کئی سوئے ہوئے صلیبی ان کے گھوڑوں تلے روندے گئے۔ سنتریوں نے تاریکی میں تیر چلائے جو خطا گئے۔ آگے جاکر عماد نے اپنے جانباز سواروں کو روکا اور انہیں وہاں سے آہستہ آہستہ پیچھے لایا۔ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ دشمن بیدار ہوچکا ہے۔ وہ گھوڑ سواروں کو پھر قریب لے گیا اور ایڑ لگانے کا حکم دے دیا۔ اندھیرے میں اُسے سائے سے گھومتے پھرتے نظر آرہے تھے۔ پانچوں گھوڑے سرپٹ دوڑتے ان کے درمیان سے گزرے مگر اب وہ دشمن پر وار کرکے آگے گئے تو وہ پانچ کی بجائے تین تھے۔ دو کو صلیبی تیر انداز نے گرا لیا تھا۔

عماد کا خون اور زیادہ جوش میں آگیا۔ اس نے اپنے مجاہدوں سے کہا۔ "ابھی انتقام لیں گے"۔ یہ اس کی حماقت تھی۔ اُس نے اپنے دونوں مجاہدوں کو موڑا اور صلیبیوں کے قریب آہستہ آہستہ آکر حملے کا حکم دے دیا۔ اب تو گھوڑے بھی تھک گئے تھے اور دشمن پوری طرح بیدار ہوگیا تھا۔ اس حملے کا نتیجہ یہ ہُوا کہ عماد اکیلا رہ گیا۔ اب کے وہ دشمن میں سے نکلا تو اس کے ساتھ اپنے دو ساتھیوں کی بجائے دو صلیبی تھی جو اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ اندھیرے میں اس نے انہیں ان کی للکار سے پہچانا۔ ورنہ وہ انہیں اپنے ساتھی سمجھ رہا تھا۔

وہ اس کے سر پر پہنچ گئے۔ انہوں نے اس پر تلواروں سے حملہ کیا۔ اس کے پاس لمبی برچھی تھی۔ دوڑتے گھوڑے سے اس نے دونوں کا مقابلہ کیا۔ گھوڑا گتھما گتھا کر آمنے سامنے آکر معرکہ لڑا۔ لڑائی خاصی لمبی ہوگئی اور وہ دور نکلتے چلے گئے۔ آخر عماد نے دونوں صلیبیوں کو مار لیا اور دونوں کے گھوڑے شوبک۔ بھیجنے کے لیے پکڑ لیے۔ ان کی تلواریں بھی لے لیں مگر اسے یہ خیال نہ رہا کہ کہاں تک جا پہنچا ہے۔ اس نے گھوڑے کو اور اپنے آپ کو آرام دینے کے لیے ایک جگہ قیام کیا لیکن وہ سونے سے ڈرتا تھا کیونکہ کسی بھی وقت اور کہیں بھی وہ دشمن کے نرغے میں آسکتا تھا۔ اس نے رات جاگتے گزار دی۔ ستارے دیکھ کر اس نے یہ معلوم کر لیا کہ شوبک کس طرف اور کرک کس طرف ہے اور اسے صحرا میں کون سی جگہ جانا ہے۔ جہاں اسے اپنا کوئی دستہ مل جائے گا۔

صبح ہوتے ہی وہ چل پڑا۔ وہ صحراؤں میں جتنا پلا تھا۔ بھٹکنے کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ وہ تجربہ کار چھاپہ مار تھا۔ خطرے کو دُور سے سونگھنے کی اہلیت رکھتا تھا۔ اُسے دُور دُور صلیبی چار چار یا پانچ پانچ کی ٹولیوں میں جاتے نظر آئے۔ اگر اُس کے پاس دو فالتو گھوڑے نہ ہوتے تو کسی ٹولی پر حملہ کر دیتا۔ وہ بچتا بچاتا اپنی راہ چلتا گیا۔ راستے میں اُسے کئی جگہ گھوڑوں اور اونٹوں کے مردار اور صلیبی سپاہیوں کی لاشیں پڑی نظر آئیں جنہیں گِدھ اور لومڑیاں کھا رہی تھیں۔ ان میں اُس کے اپنے ساتھیوں کی لاشیں بھی ہوں گی۔ وہ چلتا گیا اور سورج افق پر چلا گیا۔ آگے ٹیلوں کا علاقہ آگیا جس میں سے راستے ہر چند قدم پر گھومتے تھے۔ یہاں ڈر تھا کہ صلیبیوں کی کوئی ٹولی رات کے لیے قیام کرے گی۔ وہ سورج غروب ہونے سے پہلے وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ یہ ڈر بھی تھا کہ کسی ٹیلے پر کوئی تیر انداز نہ بیٹھا ہو۔ وہ ہر

طرف اور اوپر دیکھتا چلتا گیا۔

آگے راستہ دو ٹیلوں کے درمیان سے مڑتا تھا۔ وہاں سے وہ مڑا تو اچانک اُسے کسی کے دوڑتے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ کوئی آدمی ساتھ والے ٹیلے کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ اس نے گھوڑے کی باگ کو جھٹکا دیا اور ایڑی لگائی۔ تیز رفتار سے وہ ٹیلے کے پیچھے گیا تو آگے راستہ ایک اور ٹیلے نے بند کر رکھا تھا۔ یہ جگہ ایک وسیع کھڈ بنی ہوئی تھی۔ عماد سے کوئی بیس قدم دُور میلے کچیلے سے چغے والا ایک آدمی ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل ٹیلے پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عماد کی طرف اس کی پیٹھ تھی۔ اس آدمی کا سر ڈھکا ہوا تھا۔ وہ آدمی نہتہ معلوم ہوتا تھا۔ عماد نے اسے للکارا مگر وہ ٹیلے پر چڑھنے کی کوشش کرتا رہا۔ ٹیلا مشکل قسم کا تھا۔ عماد آگے چلا گیا۔ اس آدمی نے ایک کوشش اور کی مگر کہیں ہاتھ پاؤں نہ جما سکا۔ وہ نڈھال ہو چکا تھا۔ ٹیلے سے اس کی گرفت ڈھیلی ہوگئی اور وہ لڑھکتا ہُوا عماد کے گھوڑے کے قدموں میں آن پڑا۔ اُس کے سر سے چُغے کی اوڑھنی والا حصہ اُتر گیا۔ عماد یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ ایک جوان لڑکی تھی اور خوبصورت اتنی جو اُس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

عماد گھوڑے سے اُترا۔ لڑکی خوفزدہ تھی۔ اس کی رہی سہی قوت بھی خوف نے ختم کر دی۔ وہ اٹھی مگر بیٹھ گئی۔ عماد نے اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ "پانی پلاؤ"۔ عماد نے ایک گھوڑے سے پانی کی چاگل کھول کر اسے دے دی۔ اس نے بے تابی سے پانی پیا اور اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ عماد نے اسے کھانے کے لیے کچھ دیا جو اس کے پیٹ میں گیا تو اس کے چہرے پر زندگی کے آثار نظر آنے لگے۔ عماد نے اسے کہا۔ "مجھ سے ڈرو نہیں۔ بتاؤ کون ہو؟"

"شوبک سے اپنے خاندان کے ساتھ چلی تھی" اس نے ٹھہر ٹھہر کر ہماری زبان میں کہا۔ "سب مارے گئے ہیں۔ میں اکیلی رہ گئی ہوں۔ مسلمانوں نے راستے میں حملہ کر دیا تھا"

"مجھے سچ کیوں نہیں بتا دیتی کہ تم کون ہو؟" عماد نے کہا۔ "تم نے جو کچھ کہا ہے جھوٹ کہا ہے"

"جھوٹ ہی سہی"۔ اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "مجھ پر رحم کرو اور مجھے کرک تک پہنچا دو"۔

"شوبک تک"۔ عماد نے کہا۔ "میں تمہیں شوبک لے جا سکتا ہوں۔ کرک نہیں۔ تم دیکھ رہی ہو کہ میں مسلمان ہوں۔ میں راستے میں عیسائی فوج کے ہاتھوں مرنا نہیں چاہتا"۔

"پھر مجھے ایک گھوڑا دے دو"۔ لڑکی نے کہا۔ "میں لڑکی ہوں۔ اگر راستے میں کسی کے نیفے میں آ گئی تو جانتے ہو کہ میرا انجام کیا ہوگا"۔

"میں تمہیں گھوڑا بھی نہیں دے سکتا۔ تمہیں یہاں سے اکیلے روانہ بھی نہیں کر سکتا"۔ عماد نے کہا۔ "یہ میرا فرض ہے کہ تمہیں اپنے ساتھ شوبک لے جاؤں"۔

"وہاں مجھے کس کے حوالے کرو گے؟"

"اپنے حاکموں کے حوالے کروں گا"۔ عماد نے کہا اور اسے تسلی دی "تمہارے ساتھ وہ سلوک نہیں ہوگا جس کا تمہیں ڈر ہے"۔

لڑکی کرک جانے کی ضد کر رہی تھی۔ عماد نے اسے بتایا کہ انہیں حکم ملا ہے کہ شوبک کے کسی عیسائی باشندے کو وہاں سے بھاگنے نہ دیا جائے۔ اس کے علاوہ اس نے لڑکی کو خبردار کیا کہ وہ کرک تک نہیں پہنچ سکے گی۔ وہ چونکہ گوری رنگت کی خوبصورت لڑکی تھی اس لیے لڑکی کو یہ ڈر تھا کہ یہ مسلمان فوجی اسے بے آبرو کرے گا۔ اس نے سوچا کر کیوں نہ اس کے ساتھ آبرو کا ہی سودا کر کے اُسے کہا جائے کہ وہ اسے گھوڑا دے دے۔ لڑکی نے اپنا رویہ بدل لیا اور عماد سے کہا۔ "میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔ آج رات یہیں قیام کیا جائے۔ صبح شوبک کو روانہ ہو جائیں گے"۔ عماد بھی تھکا ہوا تھا۔ گھوڑوں کا بھی یہی حال تھا۔ وہ لڑکی کی بھی حالت دیکھ رہا تھا۔ اُس نے وہیں رکنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس سے پہلے لڑکی نے اسے غور سے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے یہی دیکھا تھا کہ یہ بڑھی ہوئی داڑھی والا مسلمان فوجی ہے جو جسم کی ساخت اور گرد سے اٹے ہوئے چہرے سے وحشی لگتا ہے۔ اس سے اُسے رحم کی اُمید نہیں تھی۔ اب جبکہ اس نے کچھ اور ہی سوچ لیا تھا، اس نے عماد کو گہری نظروں سے دیکھا۔

اس وقت عماد بھی اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اس قدر حسین لڑکی کا اس صحرا میں اکیلے رہ جانا جہاں صلیبی اور اسلامی سپاہی لمبے عرصے سے بھوکے بھیڑیوں کی طرح بھاگتے دوڑتے پھر رہے ہیں اس کے

لیے کتنا خطرناک ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی پر سپاہی یا کمانڈر آپس میں ہی لڑ مریں۔ وہ خود بھی فرشتہ نہیں تھا۔ اس نے لڑکی کی آنکھوں میں جھانکا۔ اس نوخیز لڑکی اسے دیکھ رہی تھی۔ عماد نے کوشش کی کہ وہ لڑکی سے نظریں پھیر لے مگر لڑکی کی آنکھوں نے اس کی آنکھوں کو گرفتار کر لیا۔ اس نے اپنے جسم کے اندر کوئی ایسا جذبہ محسوس کیا جو اس کے لیے اجنبی تھا۔ اس نے ایک بار نظریں جھکا لیں مگر آنکھیں اپنے آپ پھر اوپر اٹھ گئیں اور وہ بے چین سا ہونے لگا۔ لڑکی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔ عماد نے آہستہ سے کہا۔ "تم شاید کنواری ہو"۔

"ہاں"۔ لڑکی نے جواب دیا اور ذرا سا بھی سوچے بغیر کہہ دیا۔ "میرا دنیا میں کوئی نہیں رہا۔ اگر میرے ساتھ کرک چلے چلو تو میں تمہارے ساتھ شادی کر لوں گی"۔

عماد بیدار سا ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "پھر تم مجھے کہو گی کہ اپنا مذہب تبدیل کر لو۔ جو میں نہیں کر سکوں گا۔ تم شوبک چل کر میرے ساتھ شادی کرو اور مسلمان ہو جاؤ"۔

"مجھے بہرحال کرک جانا ہے"۔ لڑکی نے کہا۔ "اگر میرے ساتھ وہاں تک چلو گے تو تمہاری دنیا بدل جائے گی"۔

لڑکی نے سودا بازی شروع کر دی تھی لیکن عماد کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ یہ سوچ ایسی تھی جسے وہ سمجھ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ بار بار لڑکی کے چہرے، اس کے ریشمی بالوں اور آنکھوں کو دیکھتا اور سر جھکا کر سوچ میں کھو جاتا تھا۔ لڑکی کی جیسے وہ کوئی بات سن ہی نہیں رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد لڑکی کا چہرہ گہری شام کی تاریکی میں چھپ گیا۔ اس نے گھوڑے کے ساتھ بندھے ہوئے تھیلے میں سے کھانے کی دو تین چیزیں نکالیں۔ لڑکی کو دیں اور خود بھی کھائیں۔ اس کا جسم اس قدر نڈھال تھا کہ جونہی لیٹا اس کی آنکھ لگ گئی۔

✪

آدھی رات کے بہت بعد لڑکی نے کروٹ بدلی اور اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے عماد کو دیکھا۔ وہ خراٹے لے رہا تھا۔ ان سے چند قدم دور گھوڑے کھڑے تھے رات کے پچھلے پہر کا چاند ٹیلوں کے اوپر آ گیا تھا۔ صحرائی چاندنی آئینے کی طرح شفاف تھی۔ لڑکی نے گھوڑوں کو دیکھا۔ عماد کو اتنا ہوش بھی نہ تھا کہ سونے سے پہلے گھوڑوں کی زینیں اتار دیتا۔ لڑکی نے گھوڑے سے

نہار دیکھے، عماد کو گہری نیند سوئے دیکھا اور یہ بھی محسوس کیا کہ پیٹ میں خوراک اور پانی جانے سے اس کا جسم تر و تازہ ہو گیا ہے تو اس نے اپنے چُغے کے اندر ہاتھ ڈالا۔ جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کی آتشی دلکش انگلیوں نے ایک خنجر کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ چاندنی میں اسے عماد کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ وہ تو بیہوشی کی نیند سویا ہُوا تھا۔ لڑکی نے چاندنی میں چمکتے ہوئے خنجر کو دیکھا اور ایک بار پھر عماد کے چہرے پر نظر ڈالی۔ عماد آہستہ سے کچھ بُڑبڑایا۔ وہ نیند میں بول رہا تھا۔ لڑکی یہی سمجھ سکی کہ وہ گھر والوں کو یاد کر رہا ہے۔

لڑکی نے عماد کے سینے کو غور سے دیکھا اور اندازہ کیا کہ اس کا دل کہاں ہے۔ وہ ایک سے دوسرا وار نہیں کرنا چاہتی تھی۔ یہ وار دل پر ہونا چاہیے تھا تاکہ عماد فوراً مر جائے ورنہ وہ مرتے مرتے بھی اُسے مار ڈالے گا۔ لڑکی نے خنجر کو اور زیادہ مضبوطی سے پکڑ لیا اور گھوڑوں کو دیکھا۔ اس نے دل ہی دل میں پورا عمل دہرایا۔ وہ خنجر دل میں اتار دے گی اور بھاگ کر ایک گھوڑے پر سوار ہو جائے گی اور گھوڑے کو ایڑ لگا دے گی۔ وہ سپاہی نہیں تھی ورنہ وہ بلا سوچے سمجھے خنجر مار کر عماد کو ختم کر دیتی۔ یہی وجہ کافی تھی کہ عماد مسلمان ہے اور اس کا دشمن، مگر وہ بار بار عماد کے چہرے پر نظریں گاڑ لیتی تھی اور جب اسے قتل کرنے کے لیے خنجر کو مضبوطی سے پکڑتی تھی تو اس کا دل دھڑکنے لگتا تھا۔ عماد ایک بار پھر بُڑبڑایا۔ اب کے اس کے الفاظ ذرا صاف تھے۔ وہ خواب میں اپنے گھر پہنچا ہُوا تھا۔ اس نے ماں کا نام لیا بہن کو بھی یاد کیا اور کچھ ایسے الفاظ کہے جیسے انہیں قتل کر دیا گیا اور عماد قاتلوں کو ڈھونڈ رہا تھا۔

کوئی احساس یا جذبہ لڑکی کا ہاتھ روک رہا تھا۔ خوف بھی ہو سکتا تھا۔ یہ قتل نہ کرنے کا جذبہ بھی ہو سکتا تھا۔ لڑکی بے چین ہو گئی۔ اُس نے یہ ارادہ کیا کہ قتل نہ کرے۔ آہستہ سے اٹھے۔ گھوڑے پر بیٹھے اور آہستہ آہستہ اس کھنڈر سے نکل جائے۔ وہ اٹھی اور خنجر ہاتھ میں لیے گھوڑے کی طرف چل پڑی مگر ریت نے اس کے پاؤں جکڑ لیے۔ اس نے رک کر عماد کو دیکھا تو اچانک اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اس مرد نے اتنی بھی پرواہ نہیں کی کہ اسے ایک جوان لڑکی تنہائی میں مل گئی ہے اور اس نے یہ بھی نہیں سوچا کہ یہ لڑکی عیسائی ہے جو اُسے سوتے میں قتل کر سکتی ہے اور اس نے گھوڑے کی زینیں بھی نہیں اتاریں اور اس نے

اپنی برچھی اور تلوار بھی احتیاط سے نہیں رکھی۔ کیوں؟ کیا اسے مجھ پر بھروسہ تھا؟ کیا یہ اتنا ہی بے حس ہے کہ میری جوانی اس کے اندر کوئی جذبہ بیدار نہیں کر سکی؟ .... اُسے ایسے محسوس ہونے لگا جیسے اس آدمی نے اسے گھوڑے سے زیادہ قیمتی نہیں سمجھا۔ وہ آہستہ آہستہ ایک گھوڑے تک پہنچی۔ گھوڑا ہنہنایا۔ لڑکی نے گھبرا کر عماد کو دیکھا۔ گھوڑے کی آواز پر بھی اس کی آنکھ نہ کھلی۔

وہ تین گھوڑوں کی اوٹ میں کھڑی ایک گھوڑے پر سوار ہونے کا ارادہ کر رہی تھی کہ اسے اپنے عقب سے آواز سنائی دی۔ "کون ہو تم؟" — لڑکی نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ ایک آدمی نے منہ سے سیٹی بجائی اور کہا — "ہماری یہ قسمت!" — وہ دو تھے۔ دوسرا ہنسا۔ لڑکی زبان سے پہچان گئی کہ یہ صلیبی ہیں۔ ایک نے لڑکی کو بازو سے پکڑا اور اپنی طرف کھینچا۔ لڑکی نے کہا — "میں صلیبی ہوں" — دونوں آدمی ہنس پڑے اور ایک نے کہا — "پھر تم سالم ہماری ہو۔ آؤ"

"ذرا ٹھہرو اور میری بات سنو" — اس نے کہا — "میں شوبک سے فرار ہو کر آئی ہوں۔ میرا نام ایلونا ہے۔ میں ماسوسی کے شعبے کی ہوں۔ کرک جا رہی ہوں۔ وہ دیکھو ایک مسلمان سپاہی سویا ہُوا ہے۔ اس نے مجھے پکڑ لیا تھا۔ میں اسے سوتا چھوڑ کر بھاگ رہی ہوں۔ میری مدد کرو۔ یہ گھوڑے سنبھالو اور مجھے کرک پہنچاؤ"

اس نے انہیں اچھی طرح سمجھایا کہ وہ صلیبی فوج کے لیے کتنی قیمتی اور کارآمد لڑکی ہے۔

ایک صلیبی نے اسے وحشیوں کی طرح بازوؤں میں جکڑ لیا اور کہا — "جہاں کہو گی پہنچا دیں گے" دوسرے نے ایک بیہودہ بات کہہ دی اور دونوں اسے ایک طرف کو دھکیلنے لگے۔ وہ صلیبی فوج کے پیادہ سپاہی تھے جو مسلمان چھاپہ ماروں سے بھاگتے پھر رہے تھے۔ رات وہ چھپ کر ذرا آرام کرنا چاہتے تھے۔ ایسی خوبصورت لڑکی نے انہیں حیوان بنا دیا۔ لڑکی نے جب دیکھا کہ انہیں صلیب کا بھی کوئی خیال نہیں تو اس نے اس امید پر بلند آواز سے بولنا شروع کر دیا کہ عماد جاگ اٹھے گا۔ اسے سپاہیوں نے گھسیٹنا شروع کر دیا۔

اچانک ایک نے گھبرائی ہوئی آواز میں اپنے ساتھی کا نام لے کر کہا — "بچو" — مگر اس کے بچنے سے پہلے ہی عماد کی برچھی اس کی پیٹھ میں اتر چکی تھی۔ دوسرے نے

تلوار سونت لی۔ اُس وقت لڑکی نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں خنجر ہے۔ اس نے خنجر صلیبی سپاہی کے پہلو میں گھونپ دیا۔ یکے بعد دیگرے دو اور وار کیے اور چلاّ چلاّ کر کہا ــــ "تمہیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ تم صلیب کے نام پر غلیظ داغ ہو۔"

جب دونوں صلیبی ٹھنڈے ہو گئے تو لڑکی بے قابو ہو کر رونے لگی۔ عماد نے اسے بہلایا اور کہا ــــ "اب یہاں رکنا ٹھیک نہیں۔ ہو سکتا ہے زیادہ سپاہی اِدھر آ نکلیں۔ ہم ابھی شوبک کو روانہ ہو جائیں۔ تم ہیں؟" اس نے لڑکی سے پوچھا ــــ "انہوں نے تمہیں جگایا تھا؟"

"نہیں" لڑکی نے جواب دیا ــــ "میں جاگ رہی تھی اور گھوڑوں کے پاس کھڑی تھی۔"

"وہاں کیوں؟"

"گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگنے کے لیے۔" لڑکی نے اعتراف کرتے ہوئے کہا ــــ "میں تمہارے ساتھ نہیں جانا چاہتی تھی۔"

"تم نے خنجر کہاں سے لیا ہے؟"

"میرے پاس تھا۔" لڑکی نے جواب دیا ــــ "میں نے پہلے ہی ہاتھ میں لے رکھا تھا۔"

"پہلے ہی ہاتھ میں کیوں لے رکھا تھا؟" عماد نے پوچھا ــــ "شاید اس لیے کہ میں جاگ اٹھوں تو تم مجھے قتل کر دو۔"

لڑکی نے جواب نہ دیا۔ عماد کو دیکھتی رہی۔ کچھ دیر بعد بولی ــــ "میں تمہیں قتل کر کے بھاگنا چاہتی تھی۔ پیشتر اس کے کہ تم مجھے قتل کرو، میں تمہیں بتا دینا چاہتی ہوں کہ میں نے یہ خنجر تمہیں قتل کرنے کے لیے کھولا تھا لیکن ہاتھ اٹھا نہیں۔ میں یہ نہیں بتا سکتی کہ میں نے تمہارے دل میں خنجر کیوں نہیں اُتارا۔ تمہاری زندگی میرے ہاتھ میں تھی۔ میں بزدل نہیں۔ پھر بھی میں تمہیں قتل نہ کر سکی۔ میں کوئی وجہ بیان نہیں کر سکتی۔ شاید تم کچھ بتا سکو۔"

"زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔" عماد نے کہا ــــ "تمہارا ہاتھ میرے خدا نے روکا تھا اور تمہاری عزت خدا نے بچائی ہے۔ میرا وجود تو ایک بہانہ اور ایک سبب تھا۔۔۔۔ کسی گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور چلو۔"

لڑکی نے خنجر عماد کی طرف بڑھا کر کہا ــــ "میرا خنجر اپنے پاس رکھ لو۔ ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گی۔"

"تم میری تلوار بھی اپنے پاس رکھ لو۔" عماد نے کہا ــــ "تم مجھے قتل نہیں کر سکو گی۔"

یہ مذاق نہیں تھا۔ دونوں پر سنجیدگی طاری تھی۔ وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور تیسرا گھوڑا ساتھ لے کر چل پڑے۔

سورج نکلنے تک وہ اُس علاقے میں پہنچ چکے تھے جہاں کوئی صلیبی سپاہی نظر نہیں آتا تھا۔ عماد کی اپنی فوج کے چند سپاہی اسے نظر آئے، جن کے ساتھ اس نے کچھ باتیں کیں اور چلتے گئے۔ اپریل کا سورج بہت ہی گرم تھا۔ وہ منہ اور سر لپیٹے ہوئے چلتے گئے۔ دُور سے ریت پانی کے سمندر کی طرح چمکتی نظر آتی تھی اور بائیں سمت پتلی بستیوں کی پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ سفر کے دوران وہ آپس میں کوئی بات نہ کر سکے۔ گرمی کے علاوہ ان لاشوں نے بھی ان پر خاموشی طاری کر رکھی تھی جو انہیں اِدھر اُدھر بکھری ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ کوئی ایک بھی لاش سالم نہیں تھی۔ گِدھوں اور درندوں نے ان کے اعضاء الگ الگ کر دیئے تھے۔ بعض لاشوں کی صرف ہڈیاں اور کھوپڑیاں رہ گئی تھیں۔ عماد نے لڑکی سے کہا ــــ "یہ تمہاری قوم کے سپاہی ہیں۔ یہ اُن بادشاہوں کی خواہشوں کا شکار ہو گئے ہیں جو اسلامی سلطنت کو ختم کرنے برطانیہ، فرانس، جرمنی، اٹلی اور نہ جانے کہاں کہاں سے آئے ہیں۔"

لڑکی خاموش رہی۔ وہ بار بار عماد کو دیکھتی تھی اور آہ بھر کر سر جھکا لیتی تھی۔ عماد نے بستیوں کی پہاڑیوں کا رُخ کر لیا۔ اسے معلوم تھا کہ وہاں پانی ضرور ہو گا اور سایہ بھی۔ سورج ان کے پیچھے جانے لگا تو وہ پہاڑیوں میں پہنچ گئے۔ تلاش کے بعد انہیں ہری جھاڑیاں اور گھاس نظر آ گئی۔ ایک جگہ سے پہاڑی کا دامن پھٹا ہوا تھا۔ وہاں پانی تھا۔

وہ گھوڑوں سے اُترے۔ پہلے خود پانی پیا پھر گھوڑوں کو پانی پینے کے لیے چھوڑ دیا اور سائے میں بیٹھ گئے۔

"تم کون ہو؟" لڑکی نے اس سے پوچھا ــــ "تمہارا نام کیا ہے؟ کہاں کے رہنے والے ہو؟"

"میں مسلمان ہوں۔" عماد نے جواب دیا ــــ "میرا نام عماد ہے اور میں شامی ہوں۔"

"رات خواب میں تم کسے یاد کر رہے تھے؟"

"یاد نہیں رہا۔" عماد نے کہا ــــ "میں شاید خواب میں بول رہا ہوں گا۔ میرے ساتھی مجھے بتایا کرتے ہیں کہ میں خواب میں بولا کرتا ہوں۔"

"تمہاری ماں ہے؟ بہن ہے؟" لڑکی نے پوچھا اور کہا — "تم شاید انہیں یاد کر رہے تھے۔"

"نہیں کبھی!" عماد نے آہ بھر کر کہا — "اب انہیں خواب میں دیکھا کرتا ہوں۔"

لڑکی نے اُس سے ساری بات پوچھنے کی بہت کوشش کی لیکن عماد نے اور کچھ نہیں بتایا۔ اس نے لڑکی سے کہا — "تم نے اپنے متعلق جھوٹ بولا تھا۔ مجھے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ تم کون ہو۔ میں تمہیں متعلقہ حاکم کے حوالے کرکے واپس آجاؤں گا۔ اگر سچ بول سکو تو اپنے متعلق کچھ بتا دو لیکن یہ نہ کہنا کہ تم ان صلیبی لڑکیوں میں سے نہیں ہو جو ہمارے ملک میں جاسوسی کے لیے آتی ہیں۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" لڑکی نے کہا — "میں جاسوس لڑکی ہوں۔ میرا نام ایونا ہے"

"تمہارے ماں باپ کو معلوم ہے کہ تمہارا کام کس قسم کا ہے؟" عماد نے پوچھا

"میرے ماں باپ نہیں ہیں۔" ایونا نے جواب دیا — "میں نے ان کی صورت بھی نہیں دیکھی۔ میرا محکمہ میری ماں اور اس محکمہ کا حاکم ہرمن میرا باپ ہے۔" اس نے یہ بات یہیں پر ختم کر دی اور کہا — "میری ایک ساتھی لڑکی نے ایک مسلمان سپاہی کو بچانے کے لیے زہر پی لیا تھا۔ میں اُس وقت بہت حیران ہوئی تھی کہ کوئی صلیبی لڑکی ایک مسلمان کے لیے اتنی بڑی قربانی کر سکتی ہے؟ میں آج محسوس کر رہی ہوں کہ ایسا ہو سکتا ہے۔

پتہ چلا تھا کہ اُس مسلمان سپاہی نے بھی تمہاری طرح اُس لڑکی کو ڈاکوؤں سے لڑ کر بچایا، خود زخمی ہُوا اور لڑکی کو شوبک تک پہنچایا تھا۔ تمہاری طرح اس نے بھی دھیان نہیں دیا تھا کہ وہ لڑکی کتنی خوبصورت ہے۔ لوزینا بہت خوبصورت لڑکی تھی۔ میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ میں تمہاری خاطر اپنی جان قربان کر دوں گی۔"

"میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔" عماد نے کہا — "ہم لوگ حکم کے پابند ہوتے ہیں۔"

"شاید یہ جذبات کا اثر ہے کہ میں ایسے محسوس کرتی ہوں جیسے میں نے پہلے بھی تمہیں دیکھا ہے۔"

"دیکھا ہوگا۔" عماد نے کہا — "تم مصر گئی ہوگی۔ وہاں دیکھا ہوگا۔"

"میں مصر ضرور گئی ہوں۔" لڑکی نے کہا — "تمہیں نہیں دیکھا تھا۔" اس نے مسکرا کر پوچھا — "میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں خوبصورت نہیں ہوں؟"

"تمہاری خوبصورتی سے میں نے انکار نہیں کیا۔" عماد نے سنجیدگی سے کہا — "میں

سمجھ گیا ہوں تم نے یہ سوال کیوں کیا ہے۔ تم ضرور حیران ہوگی کہ میں نے تمہارے ساتھ وہ سلوک کیوں نہیں کیا ہے جو تمہاری صلیب کے دو سپاہیوں نے تمہارے ساتھ کرنا چاہا تھا۔ ہو سکتا ہے تمہارے دل میں یہ خوف ابھی تک موجود ہو کہ میں تمہیں دھوکہ دے رہا ہوں اور تمہیں شوبک لے جا کر خراب کروں گا یا تمہارے ساتھ تمہاری مرضی کے خلاف شادی کر لوں گا یا تمہیں بیچ ڈالوں گا۔ میں تمہارا یہ خوف دُور کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ لڑکی میرے مذہب کی ہو یا کسی دوسرے مذہب کی۔ میں کسی لڑکی کو بُری نظر سے دیکھ ہی نہیں سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جب تیرہ چودہ سال کا تھا تو میری ایک چھوٹی سی بہن اغوا ہو گئی تھی۔ اس کی عمر چھ سات سال تھی۔ سولہ سال گزر گئے ہیں۔ اسے شوبک کے عیسائی اٹھا لے گئے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے یا مر گئی ہے۔ اگر زندہ ہے تو کسی امیر کے حرم میں ہوگی یا تمہاری طرح جاسوسی کرتی پھر رہی ہوگی۔ میں جس لڑکی کو دیکھتا ہوں اسے اپنی بہن سمجھ لیتا ہوں۔ اسے بُری نظر سے اس لیے نہیں دیکھتا کہ وہ میری گمشدہ بہن ہی نہ ہو۔ میں تمہیں صرف اس لیے شوبک لے جا رہا ہوں کہ محفوظ رہو۔ میں جانتا تھا کہ صحرا میں اکیلے جانے اور پیدل چلنے سے تمہارا کیا حشر ہوتا اور تم کسی کے ہاتھ چڑھ جاتیں تو تمہارا حال وہی ہوتا جو تمہارے اپنے صلیبی بھائی کرنے لگے تھے۔ مجھے اپنی خوبصورتی کا احساس نہ دلاؤ۔ میں اس احساس کے لحاظ سے مُردہ ہوں۔ مجھے لذت اِن صحراؤں میں صلیبیوں کے تعاقب میں گھوڑا دوڑاتے اور ان کا خون بہاتے ملتی ہے۔"

لڑکی اسے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں پیاس کا تاثر تھا۔ اس کے ساتھ ایسی باتیں کسی نے نہیں کی تھیں۔ اسے بے حیائی اور عیاری کے سبق دیئے گئے تھے اور اس کی باتوں اور چال ڈھال میں بڑی محنت سے جنسی کشش پیدا کی گئی تھی۔ اسے ایک بڑا ہی خوبصورت فریب بنایا گیا تھا۔ اس پر حُسن اور شراب کا نشہ طاری کیا گیا تھا۔ اسے عصمت کے موتی سے محروم رکھا گیا تھا اور وہ اس ٹریننگ کے بعد اپنی ساتھی لڑکیوں کی طرح اپنے آپ کو مردوں کے دلوں پر راج کرنے والی شہزادی سمجھنے لگی تھی۔ اسے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ اس کا گھر کہاں ہے اور اس کے ماں باپ کیسے تھے۔ عماد کی جذباتی باتوں نے اُس کی ذات میں ایک عورت کے جذبات بیدار کر دیئے۔ وہ گہری سوچ کے عالم میں کھو گئی۔ عماد سے جیسے وہ بے تکلف ہو گئی ہو۔

اس نے گہری سوچ کے عالم میں کہا ـــ "ایک ڈراؤنے خواب کی طرح یاد آتا ہے کہ مجھے ایک گھر سے اٹھایا گیا تھا۔ مجھے یاد نہیں آرہا کہ اُس وقت میری عمر کیا تھی۔" اس نے اپنے بالوں میں دونوں ہاتھ پھیرے اور بالوں کو دونوں مٹھیوں میں لے کر جھنجھوڑا جیسے پرانی یادوں کو بیدار کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس نے اُکتا کر کہا ـــ "کچھ یاد نہیں آتا۔ میرا ماضی شراب اور عیش و عشرت اور حسین عیاریوں میں گم ہوگیا ہے۔ میں نے کبھی بھی نہیں سوچا کہ میرے والدین کون تھے اور کیسے تھے۔ مجھے کبھی ماں باپ کی ضرورت محسوس ہوئی ہی نہیں۔ میرے اندر جذبات تھے ہی نہیں۔ مجھے معلوم ہی نہیں کہ مرد باپ اور بھائی بھی ہوسکتا ہے۔ مرد مجھے اپنی تفریح کے استعمال کی چیز سمجھتے ہیں لیکن میں مردوں کو استعمال کیا کرتی ہوں۔ جس پر میری خوبصورتی اور میری جوانی کا نشہ طاری نہ ہو اسے میں حشیش اور شراب سے اپنا غلام بنا لیا کرتی ہوں۔ مگر اب تم نے جو باتیں کی ہیں انہوں نے مجھ میں وہ حسیتیں بیدار کر دی ہیں جو ماں، باپ، بہن اور بھائی کا پیار مانگتی ہیں۔"

اس کی بے چینی بڑھتی گئی۔ وہ رک رک کر بولتی رہی پھر بالکل ہی چپ ہوگئی۔ کبھی عماد کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگتی اور کبھی اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر اپنے بال مٹھی میں لے کر جھنجھوڑنے لگتی۔ وہ دراصل گم گشتہ ماضی اور حال کے درمیان بھٹک گئی تھی۔ عماد نے جب اُسے کہا کہ اٹھو چلیں، تو وہ بھولے بھالے معصوم سے بچے کی طرح اس کے ساتھ چل پڑی۔ ان کے گھوڑے انہیں پہاڑی علاقے سے بہت دور لے گئے تو بھی وہ عماد کو دیکھ رہی تھی۔ صرف ایک بار اس نے ہنس کر کہا۔ "مرد کی باتوں اور دعووں پر میں نے کبھی اعتبار نہیں کیا۔ میں سمجھ نہیں سکتی کہ میں کیوں محسوس کر رہی ہوں کہ مجھے تمہارے ساتھ جانا چاہیئے۔" ـــ عماد نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرا دیا۔

✪

وہ جب شوبک کے دروازے پر پہنچے تو اگلے روز کا سورج طلوع ہو رہا تھا۔ وہ صحرا میں ایک اور رات گزار آئے تھے۔ عماد لڑکی کو جہاں لے جانا چاہتا تھا اُس جگہ کے متعلق پوچھ کر وہ چل پڑا۔ گھوڑے شہر میں سے گزر رہے تھے۔ لوگ ایونا کو رک رک کر دیکھتے تھے۔ چلتے چلتے عماد نے ایک مکان کے سامنے گھوڑا

روک لیا اور بند دروازے کو دیکھنے لگا۔ ایونا نے اس سے پوچھا۔ "یہاں کیوں رک گئے؟" ـــ اس نے جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو۔ دروازے کے قریب جا کر گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے اس نے دروازے پر آہستہ آہستہ دو تین ٹھوکریں ماریں۔ ایک بزرگ صورت انسان نے دروازہ کھولا۔

"یہاں کون رہتا ہے؟" عماد نے عربی زبان میں پوچھا۔

"کوئی نہیں۔" بوڑھے نے جواب دیا ـــ "عیسائیوں کا ایک خاندان رہتا تھا۔ ہماری فوج آگئی تو پورا خاندان بھاگ گیا ہے۔"

"اب آپ نے اس پر قبضہ کر لیا ہے؟"

بوڑھا ڈر گیا۔ اس نے دیکھا کہ یہ سوار فوجی ہے اور اس سے باز پرس کر رہا ہے کہ عیسائی کے مکان پر اس نے کیوں قبضہ کر لیا ہے جبکہ سلطان ایوبی نے منادی کے ذریعے حکم جاری کیا ہے کہ کسی مسلمان کی طرف سے کسی عیسائی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے ورنہ سخت سزا دی جائے گی۔ بوڑھے نے کہا۔ "میں نے قبضہ نہیں کیا۔ اس کی حفاظت کے لیے یہاں آگیا ہوں۔ میں اسے بالکل بند کر دوں گا۔ اس کا مالک زندہ ہے۔ وہ مسلمان ہے اور پندرہ سولہ سال سے بیگار کیمپ میں پڑا ہے۔"

"کیا امیرِ مصر نے انہیں کیمپ سے رہا نہیں کیا؟" عماد نے پوچھا۔

"وہاں کے مسلمان اب آزاد ہیں لیکن ابھی کیمپ میں ہی ہیں۔" بوڑھے نے جواب دیا ـــ "ان سب کی حالت اتنی بُری ہے کہ قابلِ احترام سالارِ اعظم ایوبی نے ان کے لیے دودھ، گوشت، دوائیوں اور نہایت اچھے رہن سہن کا انتظام وہیں کر دیا ہے۔ بہت سے طبیب ان کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ اُن میں جس کی صحت بحال ہو جاتی ہے اسے گھر بھیج دیا جاتا ہے۔ وہاں جو رہتے ہیں انہیں اُن کے رشتہ دار وہیں ملنے جاتے ہیں۔ اس مکان کا مالک بھی وہیں ہے۔ ایک تو اس کا بڑھاپا ہے اور دوسرے کیمپ کی پندرہ سولہ سالوں کی اذیتیں۔ بے چارہ صرف زندہ ہے۔ میں اسے دیکھنے جایا کرتا ہوں۔ امید ہے صحت یاب ہو جائے گا۔ میں نے اُسے بتا دیا تھا کہ اس کا مکان خالی ہوگیا ہے۔"

"اس کے رشتہ دار کہاں ہیں؟" عماد نے پوچھا۔

"کوئی بھی زندہ نہیں۔" بوڑھے نے جواب دیا اور تین چار گھر چھوڑ کر ایک مکان کی طرف اشارہ کر کے کہا ـــ "وہ میرا ذاتی مکان ہے۔ میں ان لوگوں کا صرف پڑوسی تھا

آپ مجھے ان کا رشتہ دار کہہ سکتے ہیں۔"

عماد یہ پوچھ کر کہ اندر مستورات نہیں ہیں گھوڑے سے اُتر کر اندر چلا گیا۔ کمروں میں گیا۔ دیواروں پر ہاتھ پھیرا۔ ایونا بھی اندر چلی گئی۔ اس نے عماد کو دیکھا۔ وہ آنسو پونچھ رہا تھا۔ ایونا نے آنسوؤں کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا ــــ "اپنے بچپن کو ڈھونڈ رہا ہوں۔ میں اس گھر سے بھاگا تھا۔ یہ میرا گھر ہے" ــــ اس کے آنسو بہنے لگے۔ اس نے بوڑھے سے پوچھا ــــ "اِن کے رشتہ دار مر گئے ہیں؟ ان کی کوئی اولاد بھی تھی؟"

"صرف ایک لڑکا بچا تھا جو عیسائی ڈاکوؤں سے بچ کر میرے گھر آ گیا تھا۔" بوڑھے نے جواب دیا ــــ "اسے میں نے شام روانہ کر دیا تھا۔ اگر یہاں رہتا تو مارا جاتا۔"

عماد کو وہ رات یاد آ گئی جب وہ اس گھر سے بھاگ کر پڑوسی کے گھر جا چھپا تھا۔ وہ یہی پڑوسی تھا مگر اس نے بوڑھے کو بتایا نہیں کہ وہ لڑکا جسے اس نے شوبک سے شام کو روانہ کر دیا تھا وہ یہی جوان ہے جسے وہ یہ کہانی سنا رہا ہے۔ عماد کے لیے جذبات پر قابو پانا محال ہو گیا لیکن وہ سخت جان فوجی تھا۔ اس نے بوڑھے سے کہا ــــ "میں اس مکان کے مالک سے ملنا چاہتا ہوں۔ مجھے ان کا نام بتا دو۔"

بوڑھے نے اسے اس کے باپ کا نام بتا دیا۔ عماد کو اپنے باپ کا نام اچھی طرح یاد تھا۔

"اس لڑکے کی ایک بہن تھی۔" بوڑھے نے کہا ــــ "بہت چھوٹی تھی۔ اسے عیسائیوں نے اغوا کر لیا تھا۔ اسی ضمن میں اس گھر کے سارے افراد عیسائیوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔"

"ایونا!" عماد نے لڑکی سے کہا "اپنی مقدس صلیب کے پرستاروں کی کرتوت سن رہی ہو؟"

ایونا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چھت کو دیکھنے لگی۔ اُس نے کمرے کے دروازے کے ایک کواڑ کو بند کیا اور اس کی الٹی طرف دیکھنے لگی۔ کواڑ پر تین چار چھوٹی چھوٹی اور گہری لکیریں کھدی ہوئی تھیں۔ وہ بیٹھ کر ان لکیروں کو بڑی غور سے دیکھنے لگی۔ عماد اسے دیکھ رہا تھا۔ ایونا لکیروں پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ وہ اٹھی اور دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ وہاں بھی کواڑوں پر ہاتھ پھیر کر کچھ ڈھونڈنے لگی۔ عماد نے جا کر اس سے پوچھا ــــ "کیا دیکھ رہی ہو؟"

لڑکی مسکرائی اور بولی ــــ "تمہاری طرح میں بھی اپنا بچپن ڈھونڈ رہی ہوں۔" اس نے عماد سے پوچھا ــــ "یہ تمہارا گھر تھا؟ تم یہیں سے بھاگے تھے؟"

"یہیں سے۔" عماد نے جواب دیا اور اُسے سنا دیا کہ کس طرح اُن کے گھر پر عیسائیوں نے حملہ کیا اور اس کی ماں اور بڑے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔ عماد بھاگ گیا اور وہ آج تک یہ سمجھتا رہا کہ اس کا باپ بھی قتل ہو گیا ہے۔ لیکن یہ بوڑھا بتاتا ہے کہ باپ کیمپ میں زندہ ہے۔

"تم نے اس بوڑھے کو بتا دیا ہے کہ وہ لڑکے تم ہی ہو جسے اس نے پناہ دی تھی؟"

"میں بتانا نہیں چاہتا۔" اس نے مذبذب کے عالم میں کہا۔

ایونا اُسے بڑی غور سے دیکھنے لگی اور بوڑھا ان دونوں کو دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ یہ دونوں یہاں کیا دیکھ رہے ہیں۔ عماد بچپن کی یادوں میں گم ہو گیا تھا۔ بوڑھے نے پوچھا ــــ "میرے لیے کیا حکم ہے؟"

عماد چونکا اور حکم دینے کے لہجے میں بولا ــــ "اس مکان کو اپنی نگرانی میں رکھیں۔ یہ آپ کی تحویل میں ہے۔" اس نے ایونا سے کہا ــــ "آؤ۔ چلیں۔"

"کیا تم اپنے باپ سے نہیں ملو گے؟" ایونا نے اس سے پوچھا۔

"پہلے اپنا فرض ادا کروں۔" عماد نے جواب دیا ــــ "مجھے ریگستان میں میرا کمانڈر ڈھونڈ رہا ہو گا۔ وہ مجھے مردہ قرار دے چکے ہوں گے۔ وہاں میری ضرورت ہے۔ آؤ۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں یہ امانت کسی کے حوالے کر دوں۔"

✪

"لڑکیاں، لڑکیاں، لڑکیاں۔" سلطان صلاح الدین ایوبی نے شگفتہ سے لہجے میں علی بن سفیان سے کہا ــــ "کیا یہ کمبخت صلیبی میرے راستے میں لڑکیوں کی دیوار کھڑی کرنا چاہتے ہیں؟ کیا وہ لڑکیوں کو میرے سامنے نچا کر مجھ سے شوبک کا قلعہ لے لیں گے؟"

"امیرِ محترم!" علی بن سفیان نے کہا ــــ "آپ اپنی ہی باتوں کی تردید کر رہے ہیں۔ یہ لڑکیاں دیوار نہیں بن سکتیں۔ دیمک بن چکی ہیں اور دیمک کا کام کر رہی ہیں۔ آپ کے اور محترم نورالدین زنگی کے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش لڑکیوں کے ہاتھوں کرائی گئی ہے اور ان لڑکیوں نے حشیش اور شراب کے ذریعے ہمارے مسلمان حکام اور امراء کو استعمال کیا ہے۔"

"یہ وہی موضوع ہے جس پر ہم سو بار بات کر چکے ہیں۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ "مجھے ان لڑکیوں کے متعلق کچھ بتاؤ۔ یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ آٹھوں جاسوس ہیں۔ انہوں نے اب تک کوئی نیا انکشاف کیا ہے یا نہیں؟"

"انہوں نے بتایا ہے کہ شوبک میں صلیبی جاسوس اور تخریب کار موجود ہیں۔" علی بن سفیان نے جواب دیا۔ "لیکن ان میں سے کسی کی بھی نشاندہی نہیں ہو سکتی، کیونکہ ان کے گھروں اور ٹھکانوں کا علم نہیں۔ ان میں سے تین مصر میں کچھ وقت گزار آئی ہیں۔ وہاں انہوں نے جو کام کیا ہے وہ آپ کو بتایا جا چکا ہے۔"

"کیا وہ قید خانے میں ہیں؟" سلطان ایوبی نے کہا۔

"نہیں۔" علی بن سفیان نے جواب دیا۔ اس نے کہا۔ "وہ اپنی پرانی جگہ رکھی گئی ہیں۔ ان پر پہرہ ہے۔"

اتنے میں دربان اندر آیا۔ اس نے کہا۔ "عماد شامی نام کا ایک عہدیدار ایک صلیبی لڑکی کو ساتھ لایا ہے۔ کہتا ہے کہ اسے اس نے کرک کے راستے سے پکڑا ہے اور یہ لڑکی جاسوس ہے۔"

"دونوں کو اندر بھیج دو۔" سلطان ایوبی نے کہا۔

دربان کے جاتے ہی عماد اور ایونا اندر آئے۔ سلطان ایوبی نے عماد سے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے بہت لمبی مسافت سے آئے ہو۔ تم کس کے ساتھ ہو؟"

"میں شامی فوج میں ہوں۔" عماد نے جواب دیا۔ "میرے کمانڈر کا نام احتشام ابنِ محمد ہے اور میں البرق دستے کا عہدیدار ہوں۔"

"البرق کس حال میں ہے؟" سلطان ایوبی نے پوچھا اور علی بن سفیان سے کہا۔ "البرق فی الواقع برق ہے۔ ہم نے جب سوڈانیوں پر شبخون مارے تھے تو البرق قیادت کر رہا تھا۔ صحرائی چھاپوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔"

"سالارِ اعظم!" عماد نے کہا۔ "آدھا دستہ اللہ کے نام پر قربان ہو چکا ہے۔ میرے گروہ میں سے صرف میں رہ گیا ہوں۔"

"تم نے اتنی جانیں ضائع تو نہیں کیں؟" سلطان ایوبی نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "مر جانے اور قربان ہونے میں بہت فرق ہے۔"

"نہیں سالارِ اعظم!" عماد نے جواب دیا۔ "خدائے ذوالجلال گواہ ہے کہ ہم نے ایک ایک جان کے بدلے بیس بیس جانیں لی ہیں۔ اگر صلیبیوں کی فوج اپنے

ٹھکانے پر پہنچ گئی تو وہ صرف چند ایک زخمی ہوں گے۔ فلسطین کی ریت کو ہم نے صلیبیوں کے خون سے لال کر دیا ہے۔ ہمارے دوسرے دستوں نے بھی دشمن پر پورا قہر برسایا ہے۔ دشمن میں اب اتنا دم نہیں رہا کہ وہ شوبک سے عرصے میں اگلی جنگ کے لیے تیار ہو جائے۔"

"اور تم؟" سلطان ایوبی نے لڑکی سے پوچھا۔ "کیا تم پسند کرو گی کہ اپنے متعلق ہمیں سب کچھ بتا دو؟"

"سب کچھ بتاؤں گی۔" ایونا نے کہا اور اس کے آنسو بہنے لگے۔

"عماد شامی!" سلطان ایوبی نے عماد سے کہا۔ "فوجی آرام گاہ میں چلے جاؤ۔ نہاؤ دھوؤ۔ آج کے دن اور آج کی رات آرام کرو۔ کل واپس اپنے جتھے میں چلے جانا۔"

"میں دشمن کے دو گھوڑے بھی لایا ہوں۔" عماد نے کہا۔ "ان کی تلواریں بھی ہیں۔"

"گھوڑے اصطبل میں اور تلواریں اسلحہ خانے میں دے دو۔" سلطان ایوبی نے کہا اور ذرا سوچ کر کہا۔ "اگر ان گھوڑوں میں کوئی تمہارے گھوڑے سے بہتر ہو تو بدل لو۔ باہر کے محاذ پر گھوڑوں کی کیا حالت ہے؟"

"کوئی پریشانی نہیں۔" عماد نے بتایا۔ "اپنا ایک گھوڑا ضائع ہوتا ہے تو ہمیں صلیبیوں کے دو گھوڑے مل جاتے ہیں۔"

عماد سلام کر کے باہر نکل گیا۔ اس نے امانت صحیح جگہ پہنچا دی تھی۔ ادھر سے تو وہ فارغ ہو گیا لیکن اس کے دل پر بوجھ تھا۔ یہ جذبات کا بوجھ تھا۔ یہ بچپن کی یادوں کا بوجھ تھا اور یہ اس باپ کی محبت کا بوجھ تھا جو کیمپ میں پڑا تھا۔ وہ تذبذب میں مبتلا تھا۔ جنگ ختم ہونے تک وہ باپ سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔ ڈرتا تھا کہ باپ کی محبت اور دل کے پرانے زخم اس کے فرض کے راستے میں حائل ہو جائیں گے..... وہ اپنے گھوڑے کے پیچھے دو گھوڑے باندھے اصطبل کی طرف جا رہا تھا۔ اسے ماحول کا کوئی ہوش نہیں تھا۔ گھوڑا اسے ایک گھاٹی پر لے گیا۔ اس نے سامنے دیکھا۔ شوبک کا قصبہ اُسے نظر آ رہا تھا۔ وہ رک گیا اور اس قصبے کو دیکھنے لگا جہاں وہ پیدا ہوا تھا اور جہاں سے جلاوطن ہوا تھا۔ اس پر جذبات نے رقت طاری کر دی۔

"راستے سے ہٹ کر رُکو سوار!" اسے کسی کی آواز نے چونکا دیا۔ اس نے گھوم کر دیکھا۔ پیچھے ایک گھوڑ سوار دستہ آ رہا تھا۔ اس نے گھوڑے ایک طرف کر لیے۔ جب دستے کا اگلا سوار اس کے قریب سے گزرا تو عماد نے پوچھا۔ "باہر سے آئے ہو؟ وہاں

کی کیا خبر ہے؟"

"اللہ کا کرم ہے دوستو!" اس نے جواب دیا ــــ "دشمن ختم ہو رہا ہے۔ شوبک کو کوئی خطرہ نہیں"

دستہ آگے چلا گیا تو عماد دائیں طرف چل پڑا۔

✪

"میں نے آپ سے کچھ بھی نہیں چھپایا" ایونا سلطان ایوبی اور علی بن سفیان کے سامنے بیٹھی کہہ رہی تھی۔ وہ بتا چکی تھی کہ وہ جاسوس ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ قاہرہ میں ایک مہینہ رہ چکی ہے۔ اس نے وہاں کے چند ایک سرکردہ مسلمانوں کے نام بھی بتائے تھے جو سلطان ایوبی کے خلاف سرگرم تھے اور اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ صلیبیوں کی طرف سے سوڈانیوں کو بہت مدد مل رہی ہے اور صلیبی فوج کے تجربہ کار کمانڈو سوڈانیوں کو شبخون مارنے کی ٹریننگ دے رہے ہیں..... ایونا نے کسی استفسار کے بغیر ہی اتنی زیادہ باتیں بتا دیں جو جاسوس اذیتوں کے باوجود نہیں بتایا کرتے کیونکہ ان میں اُن کی اپنی ذات بھی ملوث ہوتی ہے۔ اس سے علی بن سفیان شک میں پڑ گیا۔

"ایونا!" علی بن سفیان نے اسے کہا ــــ "میں بھی تمہارے فن کا فنکار ہوں۔ میں تمہیں خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں کہ تم اونچے درجے کی فنکار ہو۔ ہمارے تشدد اور قید خانے سے بچنے اور ہمیں گمراہ کرنے کا تمہارا طریقہ قابلِ تعریف ہے مگر میں اس دھوکے میں نہیں آ سکتا۔"

"آپ کا نام؟" ــ ایونا نے پوچھا۔

"علی بن سفیان" علی نے جواب دیا ــــ "تم نے شاید ہرمن سے میرا نام سنا ہوگا"

ایونا اٹھی اور آہستہ آہستہ علی بن سفیان کے قریب جا کر دو زانو بیٹھ گئی۔ اس نے علی بن سفیان کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور ہاتھ چوم کر بولی ــــ "آپ کو زندہ دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ آپ کے متعلق مجھے بہت کچھ بتایا گیا تھا۔ ہرمن کہا کرتا تھا کہ علی بن سفیان مر جائے تو ہم مسلمانوں کی جڑوں میں بیٹھ کر انہیں جنگ کے بغیر ختم کر سکتے ہیں" ــــ لڑکی اٹھ کر اپنی جگہ بیٹھ گئی ــــ "میں نے قاہرہ میں آپ کو دیکھنے کی بہت کوشش کی تھی مگر دیکھ نہ سکی۔ میری موجودگی میں آپ کے قتل کا منصوبہ تیار ہوا تھا۔ پھر مجھے نہیں بتایا گیا کہ یہ منصوبہ کامیاب ہوا تھا یا نہیں۔ مجھے شوبک بلا لیا گیا تھا۔"

"ہم کس طرح یقین کر لیں کہ تم نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے؟" ــــ علی بن سفیان نے پوچھا۔

"آپ مجھ پر اعتبار کیوں نہیں کرتے؟" لڑکی نے جھنجھلا کر کہا۔

"اس لیے کہ تم صلیبی ہو" سلطان ایوبی نے کہا۔

"اگر میں آپ کو یہ بتا دوں کہ میں صلیبی نہیں مسلمان ہوں تو آپ کہیں گے کہ یہ بھی جھوٹ ہے" لڑکی نے کہا ــــ "میرے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ سولہ سترہ سال گزرے، میں اسی قصبے سے اغوا ہوئی تھی۔ یہاں آ کر مجھے پتہ چلا ہے کہ میرا باپ کیمپ میں ہے" اس نے اپنے باپ کا نام بتایا اور یہ بھی بتایا کہ اُسے اپنے باپ کا نام اب معلوم ہوا ہے۔ اس نے سنایا کہ عماد نے اسے کس طرح صحرا سے بچایا تھا اور وہ رات کو اُسے تنگ کرنے لگی مگر اس کا خنجر والا ہاتھ اٹھتا ہی نہیں تھا۔ اس نے کہا ــــ "میں نے دن کے وقت اس کے چہرے پر اور اس کی آنکھوں میں نظر ڈالی تو میرے دل میں کوئی ایسا احساس بیدار ہو گیا جس نے مجھے شک میں ڈال دیا کہ میں عماد کو پہلے سے جانتی ہوں یا اسے کہیں دیکھا ضرور ہے۔ مجھے یاد نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ایسے نہیں ہو سکتا..... رات کو دو صلیبی سپاہیوں نے مجھ پر حملہ کیا تو عماد جاگ اٹھا۔ اس نے ایک کو برچھی سے مار دیا۔ میں اُس وقت تک اپنے آپ کو صلیبی سمجھتی تھی۔ میری ہمدردیاں صلیبیوں کے ساتھ تھیں مگر میں نے دوسرے صلیبی سپاہی کو خنجر سے ہلاک کر دیا اور مجھے خوشی اس پر نہیں ہوئی کہ میں نے اُن سے اپنی عزت بچائی ہے بلکہ اس پر ہوئی کہ میں نے عماد کی جان بچائی ہے....

"اور جب راستے میں عماد نے میرے ساتھ اپنے متعلق کچھ جذباتی باتیں کیں تو زندگی میں پہلی بار میرے سینے میں بھی جذبات بیدار ہو گئے۔ میں تمام سفر میں عماد کو دیکھتی ہی رہی۔ مجھے صرف اتنا یاد آیا کہ مجھے بچپن میں اغوا کیا گیا تھا مگر یہ یاد بھی ذہن میں دھندلی ہو گئی۔ آپ کو معلوم ہے کہ مجھ جیسی لڑکیوں کو کس طرح تیار کیا جاتا ہے۔ بچپن کی یادیں اور اصلیت ذہن سے اُتر جاتی ہے۔ یہی حال میرا ہوا۔ لیکن مجھے یقین ہونے لگا کہ عماد کو میں جانتی ہوں۔ یہ خون کی کشش تھی۔ آنکھوں نے آنکھوں کو اور دل نے دل کو پہچان لیا تھا۔ شاید عماد نے بھی یہی کچھ محسوس کیا ہو اور شاید اسی احساس کا اثر تھا کہ اس نے مجھ جیسی دلکش لڑکی کو اس طرح

نظر انداز کیے رکھا جیسے میں اس کے ساتھ تھی ہی نہیں۔ اس نے مجھے گہری نظروں سے بہت دفعہ دیکھا مزید تھا۔

ایونا نے تفصیل سے سنایا کہ شوبک میں داخل ہو کر عماد ایک مکان کے آگے رک گیا اور ہم دونوں اندر چلے گئے..... اس نے کہا۔ "یہ گھر اندر سے دیکھ کر میری یادیں بیدار ہونے لگیں۔ مجھے ذہن پر دباؤ ڈالنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ ذہن اپنے آپ ہی مجھے اس گھر میں گھمانے پھرانے لگا۔ میں نے ایک کوٹھڑی کی چھت دیکھی۔ وہاں مجھے خنجر کی زنگ سے کھدی ہوئی لکیریں نظر آئیں۔ یہ میں نے بچپن میں بڑے بھائی کے خنجر سے کھودی تھیں۔ میرا ذہن مجھے ایک اور کوارٹر کے پیچھے لے گیا۔ وہاں بھی ایسی ہی لکیریں تھیں۔ پھر میں نے عماد کو اور زیادہ غور سے دیکھا۔ داڑھی کے باوجود اس کی سولہ سترہ سال پرانی صورت یاد آگئی۔ میں نے اپنے آپ کو بڑی مشکل سے قابو میں رکھا۔ میں نے عماد کو بتایا نہیں کہ میں اس کی بہن ہوں۔ وہ اتنا پاک فطرت انسان اور میں اتنی ناپاک لڑکی۔ وہ اتنا غیرت مند اور میں اتنی بے غیرت۔ اگر میں اسے بتا دیتی تو معلوم نہیں وہ کیا کر گزرتا۔"

اس دوران علی بن سفیان نے کئی بار سلطان ایوبی کی طرف دیکھا۔ وہ لڑکی کو ابھی تک تنکا بھوں سے دیکھ رہے تھے، لیکن لڑکی کی جذباتی کیفیت، اس کے آنسو اور بعض اوقات کے ساتھ اس کی سسکیاں دونوں پر ایسا اثر کر رہی تھیں جیسے لڑکی کی باتیں سچ ہیں۔ لڑکی نے آخر انہیں اس پر قائل کر لیا کہ اس کے متعلق وہ چھان بین کریں۔ اس نے کہا۔ "آپ مجھ پر اعتبار کریں نہ کریں، مجھے قید خانے میں ڈال دیں، قتل کرنا چاہتے ہیں کریں، مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔ میں اب زندہ نہیں رہنا چاہتی۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے کچھ کر کے مرنا چاہتی ہوں۔"

"کیا کر سکتی ہو؟" سلطان ایوبی نے پوچھا۔

"اگر آپ مجھے کرک تک پہنچا دیں تو میں صلیب کے تین چار بادشاہوں اور اپنے محکمے کے سربراہ ہرمن کو قتل کر سکتی ہوں۔"

"ہم تمہیں کرک تک پہنچا سکتے ہیں۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ "لیکن اس کام سے نہیں کہ تم کسی کو قتل کرو۔ میں تاریخ میں اپنے متعلق یہ تہمت چھوڑ کر نہیں مرنا چاہتا کہ صلاح الدین ایوبی نے اپنے دشمنوں کو ایک عورت کے ہاتھوں مروایا تھا

اور شوبک میں فوج لے کے بیٹھا رہا۔ اگر مجھے پتہ چلے گا کہ صلیبیوں کا کوئی بادشاہ کسی لاعلاج مرض میں مبتلا ہے تو میں اس کے علاج کے لیے اپنے طبیب بھیجوں گا اللہ کبھی ہم تم پر ایسا بھروسہ کر بھی نہیں سکتے۔ البتہ تمہاری اس خواہش پر غور کرتے ہیں کہ تمہیں معاف کر کے کرک بھیج دیں۔"

"نہیں۔" ایونا نے کہا۔ "میرے دل میں ایسی کوئی خواہش نہیں۔ میں یہیں مروں گی۔ میری اس خواہش کا ضرور خیال رکھیں کہ عماد کو یہ نہ بتائیں کہ میں اس کی بہن ہوں۔ میں کیمپ میں اپنے باپ کو ضرور دیکھنے جاؤں گی لیکن اسے بھی نہیں بتاؤں گی کہ میں اس کی بیٹی ہوں۔" وہ زار و نزار رونے لگی۔

علی بن سفیان نے اپنی ضرورت کے مطابق اس سے بہت سی باتیں پوچھیں پھر سلطان ایوبی سے پوچھا کہ اسے کہاں بھیجا جائے۔ سلطان ایوبی نے سوچ کر کہا۔ اسے آرام اور احترام سے رکھو۔ فیصلہ سوچ کر کریں گے۔

علی بن سفیان اسے اپنے ساتھ لے گیا اور ان کمروں میں سے ایک اسے دے دیا جہاں جاسوس لڑکیاں رہا کرتی تھیں۔ لڑکی نے وہاں رہنے سے انکار کر دیا اور کہا۔ "ان کمروں سے مجھے نفرت ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ مجھے اس گھر میں رکھا جائے جہاں سے میں اغوا ہوئی تھی؟"

"نہیں۔" علی بن سفیان نے جواب دیا۔ "کسی کے جذبات کی خاطر ہم اپنے قواعد و ضوابط نہیں بدل سکتے۔"

وہاں کے پہرہ داروں اور ملازموں کو کچھ ہدایات دے کر علی بن سفیان لڑکی کو وہاں چھوڑ گیا۔

عماد فوجی آرام گاہ میں گیا اور نہا کر سو گیا مگر اتنی زیادہ تھکن کے باوجود اس کی آنکھ کھل گئی۔ کوشش کے باوجود وہ سو نہ سکا۔ اس کے ذہن میں یہی ایک سوال کھٹک رہا تھا کہ باپ سے ملے یا نہ ملے۔ تھک ہار کر وہ اٹھا اور اس جگہ کی طرف چل پڑا جو شوبک میں مسلمانوں کے کیمپ کے نام سے مشہور تھی۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنے باپ کا نام لیا اور پوچھتا پوچھتا باپ تک پہنچ گیا۔ اس کے سامنے ایک بوڑھا لیٹا ہوا تھا۔ عماد نے اس سے ہاتھ ملایا اور اپنے آپ کو قابو میں رکھا۔ اس کا باپ ہڈیوں کا پنجر بن چکا تھا۔ اسے اچھی خوراک اور دوائیاں دی جا رہی تھیں۔ عماد نے اپنا تعارف کرائے بغیر اس سے حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ سو

برسوں کی اذیت ناک شقت، قید اور بیڑیوں کے غم نے اس کا یہ حال کر دیا ہے کہ اتنی اچھی غذا اور اتنی اچھی دوائیاں اس پر کوئی اثر نہیں کر رہیں۔

باپ دھیمی آواز میں عماد کو اپنا حال سنا رہا تھا لیکن عماد سولہ سترہ سال پیچھے چلا گیا تھا۔ اسے باپ کی صورت اچھی طرح یاد تھی۔ اب اس کے سامنے جو باپ لیٹا ہوا تھا اس کے چہرے کی ہڈیاں باہر نکل آئی تھیں۔ پھر بھی اسے پہچاننے میں عماد کو ذرہ بھر دقت نہ ہوئی۔ اس نے کئی بار سوچا کہ اسے بتا دے کہ وہ اس کا بیٹا ہے؟ - اس نے عقل مندی کی کہ نہ بتایا۔ اس نے دو خطرے محسوس کیے تھے۔ ایک یہ کہ باپ یہ خوشگوار دھچکہ برداشت نہیں کر سکے گا۔ دوسرا یہ کہ اگر اس نے برداشت کر لیا تو اس کے لیے رکاوٹ بن جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ محاذ پر جانے لگے تو یہ صدمہ اسے لے بیٹھے — وہ باپ سے ہاتھ ملا کر چلا گیا۔

وہ آرام گاہ میں واپس گیا تو اسے حکم ملا کہ مرکز اسے ابھی یہیں رکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے وہ ہر وقت آرام گاہ میں حاضر رہے۔ وہ بہت حیران ہوا کہ مرکزی کمان کو اس کے ساتھ کیا کام ہو سکتا ہے؟ یہ حکم علی بن سفیان نے ایونا کے متعلق چھان بین کرنے کے سلسلے میں بھیجا تھا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ایونا کی کہانی کہاں تک سچ ہے۔ وہ کیمپ میں گیا۔ ایونا نے اسے اپنے باپ کا نام بتا دیا تھا جو اُسے عماد سے معلوم ہوا تھا۔ علی بن سفیان نے باپ سے تصدیق کرالی کہ اس کی بچی اغوا ہوئی تھی۔ بڑا بیٹا اور بیوی مارے گئے اور چھوٹا بیٹا اس کے پڑوسی کے ہاں چلا گیا تھا جس کے متعلق اسے کیمپ میں اطلاع ملی تھی کہ شوبک سے نکلوا دیا گیا ہے۔

آدھی رات کا عمل ہوگا۔ ایونا بستر سے اٹھی۔ اس وقت تک اسے نیند نہیں آئی تھی۔ اس نے علی بن سفیان کے رویے سے محسوس کر لیا تھا کہ اس پر اعتبار نہیں کیا گیا اور اب نہ جانے اس کا انجام کیا ہوگا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ وہ کس طرح یقین دلائے کہ اس نے جو آپ بیتی سنائی ہے وہ جھوٹ نہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس کا خون انتقام کے جوش سے کھول رہا تھا۔ عماد کے ساتھ اپنے گھر میں جا کر اس کے ذہن میں بچپن کی یادیں از خود جاگ اٹھی تھیں اور خواب کی طرح اسے بہت سی باتیں یاد آ گئی تھیں۔ اسے یہ بھی یاد آ گیا کہ اسے اغوا کے بعد بے تحاشا پیار، کھلونوں اور نہایت اچھی خوراک سے یہ روپ دیا گیا تھا۔ پھر اسے وہ گناہ یاد آئے جو اس سے کرائے گئے تھے اور

وہ سراپا گناہ بن گئی تھی۔ وہ انتقام لینے کو بیتاب ہوئی جا رہی تھی..... اس جذباتی حالت نے اسے سونے نہیں دیا تھا۔ اس ذہنی کیفیت میں باپ سے ملنے کی خواہش بھی شدت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ وہ باہر نہیں نکل سکتی تھی۔ باہر در پہرہ دار ہر وقت ٹہلتے رہتے تھے۔ اس کا دماغ اب سوچنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ وہ اب جذبات کے زیر اثر تھی۔

اس نے دروازہ ذرا سا کھول کر دیکھا۔ اسے باتوں کی آوازیں سنائی دیں۔ دائیں طرف کوئی بیس گز دور اسے دونوں پہرہ دار باتیں کرتے سائے کی طرح نظر آئے۔ لڑکی دروازے میں سے سر نکالے انہیں دیکھتی رہی۔ پہرہ دار وہاں سے ذرا پرے ہٹ گئے۔ لڑکی دبے پاؤں باہر نکلی اور اس عمارت کی اوٹ میں ہو گئی۔ آگے گھاٹی اترتی تھی۔ وہ بیٹھ گئی اور پاؤں پر سرکتی گھاٹی اتر گئی۔ اب اسے پہرہ دار نہیں دیکھ سکتے تھے اسے معلوم تھا کہ مسلمانوں کا کیمپ کہاں ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ اب یہ کیمپ قید خانے سے مہمان خانہ بن گیا ہے۔ اس لیے اسے یہ خطرہ نہیں تھا کہ وہاں کوئی سنتری اسے روک لے گا۔ وہ باپ کو ملنے جا رہی تھی جس کا اسے صرف نام معلوم تھا۔

وہ تیز تیز جا رہی تھی کہ اسے پیچھے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ اس نے پیچھے دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ اس آہٹ کو وہ اپنے قدموں کی آہٹ سمجھ کر چل پڑی لیکن یہ کسی اور کی آہٹ تھی۔ ایک تنومند آدمی وہیں سے اس کے پیچھے چل پڑا تھا جہاں سے وہ گھاٹی اتری تھی۔

ایونا کو یہ آہٹ ایک بار پھر سنائی دی۔ وہ رکی ہی تھی کہ اس کے سر اور منہ پر کپڑا آن پڑا۔ پلک جھپکتے کپڑا بندھ گیا اور دو مضبوط بازوؤں نے اسے جکڑ کر اٹھا لیا۔ وہ تڑپی مگر تڑپنا بیکار تھا۔ رات تاریک تھی اور یہ علاقہ غیر آباد تھا۔ ذرا آگے جا کر اسے ایک کمبل میں لپیٹ کر گٹھڑی کی طرح اٹھا لیا گیا۔ وہ ایک نہیں دو آدمی تھے..... نصف گھنٹے کے بعد اسے اتار کر کھولا گیا۔ وہ ایک کمرے میں تھی جس میں دو دیئے جل رہے تھے۔ وہاں چار آدمی تھے۔ اس نے سب کو باری باری حیرت سے دیکھا اور کہا — "تم لوگ ابھی یہاں ہو؟..... اور آپ گیرالڈ؟ آپ بھی یہیں ہیں؟"

"ہم جا کر آئے ہیں" — گیرالڈ نے جواب دیا — "تم سب کو یہاں سے نکالنے کے لیے اچھا ہوا کہ تم مل گئیں۔"

یہ وہ چالیس صلیبی تھے جنہیں کرک سے اس کام کے لیے بھیجا گیا تھا کہ جاسوس

لڑکیاں ہوسٹائل کے تہہ خانے میں رہ گئی ہیں انہیں وہاں سے نکالیں اور شریک ہیں
ہے جو ہوسری رہ گئے ہیں نہیں وہاں ختم کریں اور اگر ممکن ہو تو وہاں تخریب
وہی بھی کریں۔ تخریب کاری میں ایک کام یہ بھی تھا کہ محل میں داخل ہو کر جو فوجی
نے پڑے ہیں زہر دے دیں، رسد کو آگ لگا دیں اور فوجیوں کے سگریٹ میں بھی
یہ وہ کوشش کریں۔ اس گروہ کا کمانڈر گیرالڈ نام کا ایک برطانوی تھا جو تباہ
وہ ہوسری کا ماہر سمجھا جاتا تھا۔ ایزا سے بہت بھی طرح ہوتی تھی جبکہ اس کی شاگرد
ہا چکی تھی اس سے اس کی دوستانہ بے تعلقی بھی تھی۔ اسے دیکھ کر ایزا کا خون
ہت اور انتقام کے جوش سے کھول گیا لیکن وہ فوراً سنبھل گئی۔ یہ موقع نفرت کے
وہ اس نہیں تھا۔ یہ تو بہت بعد میں نہیں کر سکتا تھا کہ ایزا بدل گئی ہے۔ اس نے
یہ سے پوچھ گچھ شروع کر دی تھی۔ ایزا نے کہا کہ اسے فوراً موقع مل گیا تھا۔ اس
سے وہ فوراً مصروف تھی۔

یہ سننے سے تعلق کہ وہ چوبیس مرد سوروں کا ایک گروہ کرک کے مضروم مسافروں
سے بھرے جہاز پر سوار ہو گئے ہیں۔ ان دنوں شریک کے حالات ایسے تھے کہ یہ گروہ آسانی
سے اپنی گرفت کی صورت میں شہر میں آ گیا تھا۔ بھگدڑ کی وجہ سے لوگ آ جا رہے تھے۔
یہ سرحدی دیہات کے مسلمان بھی شہر میں آ رہے تھے۔ اسی دھوکے میں یہ گروہ بھی
یہ سرحد پار سے ہوسری موجود تھے۔ انہوں نے پورے گروہ کو اپنی پردہ کر لیا۔
یہ نے ایزا کو بتایا کہ وہ دن رات سے اس مکان کو دیکھ رہا ہے جس میں لڑکیاں ہیں۔
اس بہت سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔ یہ اسی کی بنائی ہوئی تھی۔ رات کو وہ دیکھنے جاتا تھا
یہ وہ دیوار کی وجہ سے اور محفوظ کیا ہے۔ یہ بڑا اچھا اتفاق تھا کہ اسے ایزا مل گئی۔
وہ سے بتایا کہ لڑکیوں کو نکالنا آسان نہیں تاہم نکالا جا سکتا ہے۔

رات دیر تک تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔ ایزا نے یہ سنا تو بتایا کہ لڑکیاں محفوظ ہیں اور
خانہ میں یہ دو عورتیں ہیں۔ اس قسم کی دو تین بہت سی تفصیلات تھیں جو ایزا نے
نہیں تھیں۔ یہ بھی طے ہوا کہ پچیس آدمی جائیں گے اور باقی
فوجی فوج سے نمٹنے کے لیے رہیں گے۔ سلیم کے بعد ایزا نے یہ تجویز پیش کی کہ اسے
وہیں جانے جانے کی اجازت دی جائے تاکہ لڑکیوں پر پیروی کر دیا جائے کہ جس
وہ تو ہم مانوس ہو جائے گی۔ گیرالڈ نے ایزا کی یہ تجویز پسند کی اور اسے اپنے ساتھ لے

جانا طے ہو گیا۔ [illegible] نے ایزا کو بتایا کہ [illegible]
نے اس سے [illegible] اس نے یہ بتایا کہ [illegible]
لیے چپ [illegible] ان کی [illegible]

دوسرے دن علی بن سفیان کسی اہم کام میں [illegible] سے کہا کہ وہ اسے علی بن سفیان سے [illegible] یہاں کسی کے ہونے پر کوئی نہیں [illegible] ایزا نے بڑی مشکل سے [illegible] کے کسی فوجی سے یہ پیغام بھیجوایا کہ [illegible] سلیم نے کہا کہ اگر انہوں نے اس کا پیغام نہ بھیجا تو [illegible] پیروی اس کوتاہی کی سزا سے بچ نہیں سکیں گے ... وہ دونوں نے پیغام کی [illegible] بندوبست کر دیا۔ علی بن سفیان نے پیغام ملتے ہی فوجی کو وہیں سے [illegible] میں واپس نہیں آئی۔

رات کو جب شریک کی سڑکیں سنسان اور شہر پر خاموشی طاری ہوئی تو اس
عمارت کے [illegible] آدمی سائے سے حرکت کرتے نظر آئے جہاں لڑکیاں [illegible]
تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ دونوں پیروی غائب تھے۔ آٹھ دس محافظ ہوتے کی
بجائے تیرہ ہوئے بھی گئے کہ پیروی نہیں ہیں۔ وہ انہیں بیٹ کے بل [illegible]
آئے۔ ایزا نے انہیں بتا دیا تھا کہ لڑکیاں کون کون سے کمرے میں ہیں۔ [illegible]
اور کھڑکیوں سے یہ لوگ واقف تھے۔ دو چار منٹ میں ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔ باقیوں
نے پروانہ کی کہ وہاں پیروی ہیں یا نہیں۔ انہیں یہ بتا دیا گیا تھا کہ پیروی [illegible]
ہیں۔ دو پیروی کا قابو پانا مشکل نہیں تھا۔ وہ سب لڑکیوں کے کمرے میں گھس گئے [illegible]
میں سے باہر کوئی بھی نہ نکلے۔

گیرالڈ اسی مکان میں تھا جہاں وہ گذشتہ رات ایزا سے ہوا تھا [illegible]
سلیم کے علاوہ بیس آدمی تھے۔ باقی کسی [illegible] کے لیے گئے تھے۔ یہ [illegible]
صبح تک لڑکیاں [illegible] نہیں [illegible] کمرے سے [illegible]
جانا چاہئے تھا.... فجر [illegible] دروازے پر دستک ہوئی۔ دستک [illegible]

گیرالڈ نے خود جاکر دروازہ کھولا۔ یہ مکان پرانے دور کی قلعہ نما حویلی تھی جس میں ایک امیر کبیر عیسائی رہتا تھا۔ گیرالڈ نے جوں ہی دروازہ کھولا اسے کسی نے باہر گھسیٹ لیا۔ نوجیوں کا ایک ہجوم دروازے میں داخل ہوا۔ ان کے ہاتھوں میں لمبی برچھیاں تھیں۔ فوجی تیز اور تُند سیلاب کی طرح اندر چلے گئے۔ ایک وسیع کمرے میں بیٹھے ہوئے بیس صلیبی چھاپہ مار جاسوسوں کو سنبھلنے کا موقع نہ ملا۔ ان سے ہتھیار لے لیے گئے اور انہیں گھر کے مالک اور اس کے کنبے سمیت باہر لے گئے۔

ایسا ہی ہلّہ اُس مکان پر بھی بولا گیا جہاں باقی صلیبی چھاپہ مار تیار بیٹھے تھے۔ یہ دونوں چھاپے بیک وقت مارے گئے۔ اسی رات دس گیارہ مکانوں پر چھاپے مارے گئے۔ یہ سرگرمی رات بھر جاری رہی۔ مکانوں کی تلاشی لی گئی اور صبح کے وقت علی بن سفیان نے سلطان ایوبی کے سامنے جو لوگ کھڑے کیے ان میں ایک تو گیرالڈ اور اس کے چالیس چھاپہ مار تھے اور تقریباً اتنی ہی تعداد اُن جاسوسوں اور تخریب کاروں کی تھی جنہیں دوسرے مکانوں سے گرفتار کیا گیا تھا۔ ان مکانوں سے جو سامان برآمد ہوا اس میں بے شمار ہتھیار، زہر کی بہت سی مقدار، تیروں کا ذخیرہ، آتش گیر مادہ اور بہت سی نقدی برآمد ہوئی۔ یہ کارنامہ ایونا کا تھا۔ اس نے گیرالڈ کے ساتھ سکیم بنائی تھی اور اس نے ان تمام جاسوسوں کے ٹھکانے معلوم کر لیے تھے جو شوبک میں چھپے ہوئے تھے۔ گیرالڈ کو اس پر کلی اعتماد تھا۔ ایونا رات کو ہی واپس آگئی اور صبح اس نے تمام تر سکیم علی بن سفیان کو بتا دی اور جاسوسوں کے ٹھکانوں کی بھی نشاندہی کر دی۔ علی بن سفیان کے جاسوس دن کے سارے ٹھکانے دیکھ آئے تھے۔ تمام کے وقت سلطان ایوبی کے خصوصی چھاپہ مار دستوں کو ان ٹھکانوں پر چھاپے مارنے کے لیے بلایا گیا تھا۔ لڑکیوں کو کمروں سے نکال کر کہیں اور چھپا دیا گیا تھا۔ ان کی جگہ ہر کمرے میں تین تین چھاپہ مار بھیج دیئے گئے۔ جوں ہی چھاپہ مار لڑکیوں کو اپنے ساتھ لانے کے لیے کمروں میں داخل ہوئے مسلمان چھاپہ ماروں نے انہیں پکڑ لیا۔ اس طرح شوبک میں صلیبیوں کے تقریباً تمام جاسوس اور چھاپہ مار پکڑے گئے۔ ان میں سب سے زیادہ قیمتی گیرالڈ تھا۔ تمام کو تفتیش اور اس کے بعد سزا کے لیے قید خانے میں ڈال دیا گیا۔

ایونا نے ان تمام مسلمان سرکردہ شخصیتوں کی بھی نشاندہی کر دی جو قاہرہ میں سلطان ایوبی کے خلاف سرگرم تھے۔ حشیشین سے ہاتھوں سلطان ایوبی اور علی بن سفیان کو قتل کرنے کا جو منصوبہ تیار کیا گیا تھا وہ بھی ایونا نے بے نقاب کیا اور سلطان

ایوبی سے کہا۔ "اب تو آپ کو مجھ پر اعتبار آجانا چاہیے"

وہ منظر بڑا ہی جذباتی اور رقت انگیز تھا جب عماد کو بتایا گیا کہ ایونا اس کی بہن ہے اور جب بہن بھائی کو ان کے باپ کے سامنے کھڑا کیا گیا تو جذبات کی شدت سے بوڑھا باپ بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے بتایا کہ اس کی بیٹی کا نام عائشہ ہے۔ سلطان ایوبی نے اس خاندان کے لیے خاص وظیفہ مقرر کیا اور علی بن سفیان کے محکمے کے لیے حکم جاری کیا کہ تمام جاسوس لڑکیوں کے متعلق چھان بین کی جائے۔ صلیبیوں نے دوسری لڑکیوں کو بھی مسلمان گھرانوں سے اغوا کیا ہوگا۔ سلطان نے حکم میں کہا کہ ان میں جو مسلمان ہیں ان کے خاندان ڈھونڈے جائیں اور لڑکیوں کو ان کے حوالے کیا جائے۔

سلطان ایوبی کی فوج بہت بڑے خطرے سے محفوظ ہو گئی۔۔۔ شوبک سے دور کے محاذ کی خبریں امید افزا تھیں لیکن فوری ضرورت یہ تھی کہ بکھرے ہوئے دستوں کو یکجا کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے سلطان ایوبی نے شوبک کا فوجی نظام اپنے معاونوں کے حوالے کر کے اپنا ہیڈ کوارٹر شوبک سے دور صحرا میں منتقل کر لیا۔ اس نے برق رفتار قاصدوں کی ایک فوج اپنے ساتھ رکھ لی۔ اس کے ذریعے اس نے ایک ماہ میں بکھرے ہوئے دستے ایک دوسرے کے قریب کر لیے۔ اس کے بعد انہیں تین حصوں میں تقسیم کر کے شوبک کا دفاع اسی طرح منظم کر دیا جس طرح قاہرہ کا کیا تھا۔ سب سے دور سرحدی دستے تھے جس کے سوار گشت کرتے تھے۔ ان سے پانچ چھ میل پیچھے فوج کا دوسرا حصہ خیمہ زن کر دیا اور تیسرے حصے کو متحرک رکھا۔

کرک میں اکٹھی ہونے والی فوج کی کیفیت ایسی تھی کہ فوری حملے کے قابل نہیں تھی۔ ادھر سلطان ایوبی نے بھرتی کی رفتار تیز کر دی اور نئی بھرتی کی ٹریننگ کا انتظام کھلے صحرا میں کر دیا۔ اس نے علی بن سفیان سے کہا کہ وہ کرک میں اپنے جاسوس بھیجے جو وہاں کی اطلاعیں لانے کے علاوہ یہ کام بھی کریں کہ وہاں کے رہنے والے مسلمان نوجوانوں کو کرک سے نکلنے اور یہاں آکر فوج میں شامل ہونے کی ترغیب دیں۔

✪